824

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،14-اکتوبر2010

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤنوٹس

سرکاری کارروائی

صحت پر عام بحث

826

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بیسواں اجلاس

جمعرات،14-اکتوبر2010

(یوم الخمیس،5-ذیقعد1431ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح10بج کر11منٹ پر زیر صدارت
جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِo

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا
بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ
يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ
أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝ أُولٰئِكَ
يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝
خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ
رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝

سُوْرَةُ الفُرقان آیات72 تا77

اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں(72)اور وہ کہ جب ان کو پروردگار کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو اُن پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں)(73)اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا(74)ان (صفات کے) لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا و سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے(75)اس میں وہ

ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے(76) کہہ دو کہ اگر تم (اللہ کو) نہیں پکارتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کچھ پروانہیں کرتا۔ تم نے تکذیب کی ہے سو اس کی سزا (تمہارے لئے) لازم ہوگی(77)

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

چوکھٹ نبیؐ کی چھوڑ کے جاتا کہاں کہاں
ان کا فقیر ٹھوکریں کھاتا کہاں کہاں
جیسے بیاں حضورؐ کی خدمت میں کر دیا
ایسے میں دل کا حال سناتا کہاں کہاں
ہوتی اگر نہ آپؐ کی چوکھٹ اسے نصیب
آنسو گنہگار بہاتا کہاں کہاں
اچھا ہوا دیار سخاوت پہ پڑا رہا
پھر کر صدا فقیر لگاتا کہاں کہاں

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ صحت سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال محترمہ عارفہ خالد پرویز کا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

وقفہ سوالات کے دوران متعلقہ سیکرٹری صاحبان کو آفیسرز گیلری میں بلانے کا مطالبہ

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ سے ایک گزارش کرنی تھی کہ کیا سیکرٹری صحت صاحب تشریف لائے ہیں؟ چونکہ میں انہیں پہچانتا نہیں ہوں اس لئے آپ سے دریافت کر رہا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! آفیسرز گیلری میں سپیشل سیکرٹری (ہیلتھ) بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ سیکرٹری (ہیلتھ) تو فواد صاحب ہیں۔

جناب سپیکر: سیکرٹری (ہیلتھ) تو فواد صاحب ہی ہیں لیکن وہ اس وقت گیلری میں موجود نہیں ہیں۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! گیلری میں سپیشل سیکرٹری (ہیلتھ) بھی موجود نہیں ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): پیر صاحب! سپیشل سیکرٹری (ہیلتھ) تو گیلری میں موجود ہیں۔

پیر محمد اشرف رسول: جی، نہیں۔ جنہوں نے سپیشل سیکرٹری (ہیلتھ) کا چارج لیا ہے میں کل ان سے مل کر آیا ہوں، ان سے ایک کام کروا کر آیا ہوں۔ سپیشل سیکرٹری (ہیلتھ) وسیم صاحب ہیں۔ آپ اس بات کو confirm کر لیں۔ گیلری میں تو ایڈیشنل سیکرٹری (انتظامیہ) بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ بہت زیادتی ہے، حکومت کو اسمبلی کے بزنس کو seriously لینا چاہئے۔ آپ مہربانی کر کے کم از کم یہ ہدایات پاس کریں کہ محکمہ کے سیکرٹری خود یہاں آیا کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! سیکرٹری (ہیلتھ) آج عدالت میں پیشی کے لئے ملتان گئے ہوئے ہیں۔ ملتان ہائیکورٹ میں کل سے ان کی پیشی تھی، وہ وہیں موجود ہیں اور آج آ جائیں گے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب! آپ جو بات کہہ رہے ہیں اسے confirm کر لیں۔ اگر سیکرٹری صحت کی پیشی ملتان ہائیکورٹ میں نہیں ہے تو پھر اس ہاؤس کی طرف سے ان کے خلاف action لیا جائے گا۔ آپ ذرا یہ بات confirm کر لیں۔ ہمیں ایسے ہی پریشان نہ کریں۔ آپ اس حوالے سے صحیح جواب لے کر پھر مجھے بتائیں ایسے ہی نہ کہہ دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں confirm کر لیتا ہوں۔ کل ان کی ملتان ہائیکورٹ میں پیشی تھی، وہ دو دن سے وہاں ہیں۔ اب میں check کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، check کر کے بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! سیکرٹری (ہیلتھ) صبح واپس تشریف لے آئے ہیں اور ابھی کچھ دیر میں وہ ہاؤس میں آ جائیں گے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب! آپ نے کیا فرمایا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! آج صبح وہ لاہور واپس آ گئے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد یہاں ہاؤس میں آ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ہم اتنی دیر point of orders لیتے ہیں۔ جب تک سیکرٹری (ہیلتھ) تشریف نہیں لاتے میں آپ کو point of orders کی اجازت دیتا ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو سوالات شروع کر دیتے ہیں اور اگر آپ نہیں چاہتے تو پھر ان کے آنے تک point of orders لیتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جیسے آپ کی مرضی ہے۔ اگر آپ سوالات شروع کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کریں لیکن میری بار بار گزارش ہے کہ سیکرٹری صاحبان کو یہاں آنا چاہئے۔

جناب سپیکر: آپ نے جو بات کہی ہے میں اسے سمجھ گیا ہوں۔ اگر وہ نہ سمجھیں تو ان کی اپنی مرضی ہے، پھر یہ ہاؤس اپنی مرضی کر سکتا ہے۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! میری بات رہ گئی ہے کہ گیلری میں سپیشل سیکرٹری (ہیلتھ) بھی موجود نہیں ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے ہیں کہ سپیشل سیکرٹری (ہیلتھ) آئے ہوئے ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھی گیلری میں موجود نہیں ہیں۔ وہ اس وقت سیکرٹریٹ میں بیٹھے ایک میٹنگ کر رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! وزیر صحت جس کے پاس اس محکمے کا چارج ہے اور سیکرٹری صحت دونوں ہاؤس میں تشریف لائیں گے۔ وہ دونوں اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ ہیں۔ وہ دونوں آدھے گھنٹے میں آ جائیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ سوالات کو سیکرٹری صحت کے آنے تک رہنے دیں اور point of orders لے لیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں House کی sense کے مطابق ہی چلنا پڑے گا۔

جناب طاہر اقبال چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! دو تین دن پہلے اخبارات میں خبریں آتی رہی ہیں کہ جھنگ میں جو انجکشنز لگائے جاتے رہے ہیں وہ substandard تھے۔ اس حوالے سے پارلیمانی سیکرٹری سعید الٰہی صاحب کا بیان بھی آیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک رپورٹ چلی ہے کہ جو کتے کے کاٹنے کے انجکشن ہیں وہ پنجاب کے اندر کسی بھی ہسپتال میں available نہیں ہیں۔ آج محکمہ صحت کے حوالے سے سوالات ہیں اور میرا خیال ہے کہ آج ہی صحت کے حوالے سے discussion بھی ہے لیکن اس کے باوجود یہاں پر سیکرٹری صحت موجود نہیں ہیں۔ لوگوں کو ہسپتالوں کے اندر ادویات نہیں مل رہیں یہ بڑی زیادتی ہے۔ ہمیں ڈاکٹر سعید الٰہی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی قابلیت اور ذہانت پر کوئی شک نہیں ہے۔ ہماری حکومت سے گزارش ہے کہ انہیں وزیر صحت کا عہدہ دے دیں تاکہ یہ معاملات صحیح انداز سے چل سکیں۔

جناب سپیکر: بات سنیں، آپ کی یہ ہمدردی کہیں ان کو لے نہ بیٹھے۔ (قہقہے)

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اس وقت سرگودھا میں ڈینگی وائرس کا بہت بڑا حملہ ہوا ہے۔ اکثر دیہاتوں میں لوگوں پر ڈینگی وائرس کا attack ہو رہا ہے اور لوگ ہسپتالوں میں جا رہے ہیں۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ گزارش ہے کہ اس کی روک تھام کے لئے فوری طور پر اقدامات کئے جائیں۔ دیہاتوں اور

شہروں کے گلی محلوں میں ضروری سپرے کا اہتمام کیا جائے کیونکہ اگر یہ وباء زیادہ پھیل گئی تو اس سے پنجاب کے عوام کو بہت زیادہ نقصان ہو گا لہذا اس وباء کے پھیلنے سے پہلے پہلے فوری طور پر اس کا تدارک کیا جائے۔

ڈینگی مچھر کے خلاف ہونے والے سپرے میں جعلی ادویات کا استعمال

جناب محمد نوید انجم: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اس ہاؤس کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ کل میرے حلقہ دھرم پورہ سے ڈینگی کے تین مریض نکلے ہیں۔ رات کو جو ٹیم وہاں پر سپرے کے لئے آئی تھی اس کے سپرے کے ساتھ ایک مچھر بھی نہیں مر سکا۔

جناب سپیکر: یہ آپ نے کیسے نوٹ کیا ہے؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! جہاں پر میں بیٹھتا ہوں، عوام کو deal کرتا ہوں، جہاں پر میں نے پبلک سیکرٹریٹ بنایا ہوا ہے۔ وہاں پر لائٹ کے سامنے بے تحاشا مچھر تھا۔ سپرے ٹیم نے اس پر سپرے کیا ہے۔ میں نے اس ٹیم کو ایک گھنٹہ تک بٹھائے رکھا لیکن وہاں پر ایک مچھر بھی نہیں مر سکا۔ میں نے اس کا سپرے بند کروایا۔ جب اس قسم کا سپرے کیا جائے گا تو پھر ڈینگی وائرس پر کیسے کنٹرول کیا جا سکے گا؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر سعید الہیٰ صاحب! حضرت صاحب کی بات کا جواب دے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہی): جناب سپیکر! ڈینگی وائرس کے لئے ایک مہینے سے سپرے کیا جا رہا ہے۔ چکوال اور ایک دو دوسرے اضلاع میں، جہاں پر ایسے واقعات ہوئے ہیں وہاں پر ای۔ڈی۔او ہیلتھ کو suspend بھی کیا گیا ہے۔ اس کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ جہاں جہاں سپرے کرنا ہے یا جہاں پر ڈینگی مریضوں کو refer کرنا ہے اس حوالے سے حکومت کے انتظامات مکمل ہیں۔ سپرے اور fogging لاہور کے علاوہ باقی اضلاع میں بھی جاری ہے۔ اس کا پورا تفصیلی پروگرام اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ میرے فاضل ممبر نے جو یہ کہا ہے کہ ان کو مچھر لڑا ہے تو میں اس پر معذرت خواہ ہوں اور کوشش کریں گے کہ آئندہ ان کو مچھر نہ لڑے۔

جناب سپیکر: وہ اپنا دفاع خود کر لیں گے آپ ان پر اتنی شفقت نہ فرمائیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ جو سپرے کر رہے ہیں اس سے مچھر نہیں مرتا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ ضروری نہیں ہے کہ سارے مچھر سپرے سے مر جائیں، اس کی ایک ہزار اقسام ہیں اور دنیا میں کہیں بھی سارے مچھر سپرے سے نہیں مرتے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی ضلع میں ڈینگی کے patients نکلے تو ہم نے وہاں کے ای ڈی او (ہیلتھ) کو suspend کر دیا میں نے بتایا ہے کہ کل ڈینگی کے تین patients دھرم پورہ سے نکلے ہیں کیا لاہور کے ای ڈی او (ہیلتھ) کو suspend کیا گیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے پاکستان میں آموں کی قسمیں تو سنی تھیں جبکہ مچھروں کی قسمیں پہلی دفعہ سنی ہیں۔ دس بندے گواہ ہیں کہ سپرے کیا گیا ہے اور ایک مچھر بھی نہیں مرا۔ میں ڈاکٹر صاحب کو میڈیسن کی ایک بوتل پیش کر دیتا ہوں اس پر Expiry Date لکھی ہوئی ہے جبکہ اس کے اوپر نیا سٹکر paste کیا ہوا ہے جس کا وہ سپرے کر رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں House میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ مچھر کی مختلف stages ہوتی ہیں اور کئی stages میں سپرے نہیں کیا جاتا اور سپرے سے سارے مچھر مرتے بھی نہیں ہیں۔ انہوں نے دوسری بات کی ہے کہ تین کیس بھیجے گئے ہیں تو جب تک وہ کسی لیبارٹری سے confirm نہ ہوں ہم ان کو ریکارڈ نہیں کرتے کیونکہ refer کرنا کافی نہیں ہے اس کا established ہونا کافی ہے جب وہ established ہوں گے تو کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ جتنی ادویات ہسپتالوں میں جا رہی ہیں چاہے وہ emergency purchase ہے یا regular purchase ہے میں یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مل ملا کر وہ ادویات substandard دی جا رہی ہیں اور ان کا کوئی cross entry system نہیں ہے یعنی یہ check نہیں ہوتیں کہ یہ 10 ہزار tablets دی گئی ہیں تو یہ سٹور میں کتنی پہنچی ہیں؟ میں یہ بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آج بھی unregistered medicines دھڑلے سے ٹی وی پر بھی advertise کر کے بک رہی ہیں، میں کچھ advertisements کے بارے میں بتانا نہیں چاہتا کہ وہ کس قسم کے ہیں وہ آپ بھی سمجھتے ہیں لیکن یہ unregistered medicines بھی بک رہی ہیں اور ان پر 5000 فیصد سے بھی زیادہ کا منافع ہے، وہ لوگوں کا بیڑا غرق کر رہے ہیں، ان سے sudden

deaths ہو رہی ہیں۔ میں دوائیوں کے حوالے سے چونیاں کا صرف ایک واقعہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں ایک لڑکے کو خود چونیاں ہسپتال میں لے کر گیا، لڑکا بے ہوش تھا۔ ایم ایس حسب معمول غائب تھا میں نے اس کو موبائل پر اطلاع دی کہ میں ہسپتال میں ہوں تم کہاں ہو؟ اس وقت ڈیوٹی ڈاکٹر ایک خفیہ کمرے میں بیٹھے ہوئے ٹی وی دیکھ رہے تھے اور ہسپتال میں بالکل سناٹا تھا۔ میں نے ایم ایس سے کہا بھئی! یہ تمہارے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایکسرے فلم نہیں ہے تو وہ لڑکا بے ہوش ہے اس کے ایکسرے باہر سے کروالو تو انہوں نے کہا کہ نہیں سر، نہیں۔ میں ابھی ایکسرے فلم دیتا ہوں۔ اگر ایک ایم پی اے کے کہنے پر ایکسرے فلم نکالی تو عام آدمی کا کیا حال ہوگا؟ اس محکمے کا بیڑا غرق ہو چکا ہے خدا کی قسم ہر ایم پی اے کو اس کے حلقے سے لاکھوں بد دعائیں مل رہی ہیں اور وہ اس محکمے کے حال کی وجہ سے ہے۔

جناب محمد یٰسین سوہل: جناب سپیکر! آپ House کی ایک کمیٹی بنا دیں جو سیکرٹری صاحب کو ان کے دفتر سے لے کر آئے گی۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ ایسا نہ کہیں۔

جناب محمد یٰسین سوہل: جناب سپیکر! ہم سوال کرتے ہیں تو جواب غلط آتے ہیں، کوئی action نہیں ہوتا پھر کہتے ہیں کہ misprinting ہے، یہ ہے وہ ہے۔ جب تک آپ کوئی action نہیں لیں گے یہ لوگ ٹھیک نہیں ہوں گے۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ ان کے خلاف سخت action لیا جائے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ محکمہ بالکل یتیم ہے کیونکہ اس محکمے کا وزیر بھی کوئی نہیں ہے اور سیکرٹری بھی کوئی نہیں ہے۔ کوئی حرج نہیں، آج کسی اور محکمے کے سوالات رکھ لیں۔ اگر آج سیکرٹری صاحب کے پاس ٹائم نہیں ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب سپیکر: آ جائیں گے، آ جائیں گے، تھوڑا سا انتظار کریں۔

میاں محمد کاظم علی پیرزادہ: جناب سپیکر! سیکرٹری صحت کب تشریف لائیں گے؟ آئندہ ان سے ٹائم لے کر ان کا محکمہ رکھا جائے اس طرح تو House کا ٹائم ضائع ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آج جو بات ہو گئی سو ہو گئی، میرا خیال ہے کہ آئندہ یہ ایسی بات نہیں دہرائیں گے۔ Let me proceed, please. جی، حاجی صاحب!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ہسپتالوں کی حالت بڑی بہتر ہے اور وہاں علاج معالجے کی سہولیات اچھی ہیں۔ ایک دفعہ رات 10 بجے میری طبیعت سخت

خراب ہو گئی تو میں میو ہسپتال کی ایمرجنسی میں چلا گیا، وہاں پر ڈاکٹروں کو ڈھونڈتے ہوئے مجھے کوئی آدھا گھنٹہ لگا اور جب مجھے ڈاکٹر ملا تو میں نے اسے کہا کہ آپ بخار چیک کرنے والے تھرمامیٹر کو دھو لیں تو وہ کہنے لگے کہ اگر آپ کو پروٹوکول چاہئے تو کسی پرائیویٹ ہسپتال میں چلے جائیں یہاں تو ایسے ہی ہوتا ہے۔ ہمارے ساتھ وہاں پر ایسے ہو رہا ہے تو عام مریضوں کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہو گا؟ وہاں پر مجھے ڈرپ دی گئی لیکن وہاں پر ڈرپ لگانے والا کوئی نہیں تھا۔ میں آخر کار وہاں پر ڈرپ چھوڑ کر واپس آیا اور پرائیویٹ ہسپتال میں جا کر اپنا علاج کروایا حالت تو یہ ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! اس معزز اسمبلی کی تاریخ میں آج کا دن ایک اہمیت کا حامل ہے کہ آج آپ اور سارا ایوان گیلری کے اندر متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کی نمائندگی نہ ہونے کی وجہ سے رُکا ہوا ہے جو اس ایوان کی اعلیٰ روایات کے منافی بات ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان کی غیر موجودگی میں بھی اجلاس آگے بڑھ سکتا ہے لیکن آپ کی ایک ruling ہے کہ جب وقفہ سوالات شروع ہو تو متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کی representation ہونی چاہئے۔ سیکرٹری preferably یا ایڈیشنل سیکرٹریز موجود ہوں۔ اب جبکہ آپ کی record ruling کا حصہ ہے تو اس کی violation ہو رہی ہے تو میری گزارش یہ ہو گی کہ اسمبلی کی روایات کو بچاتے ہوئے ہمیں وقفہ سوالات شروع کرنا چاہئے لیکن آج ہی ڈیپارٹمنٹ کے خلاف تادیبی کارروائی ہونی چاہئے تاکہ کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کے official کو future میں یہ جرأت نہ ہو کہ جناب سپیکر یا ایوان کی ruling کو violate کر سکے کیونکہ یہ انتہائی serious معاملہ ہے اور ڈیپارٹمنٹس کی طرف سے یہ جو روش سامنے آ رہی ہے اسے پورا House condemn کرتا ہے اور گزارش کرتا ہے کہ وقفہ سوالات شروع کیا جائے اور ہمارے آج کے schedule کو متاثر نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس معاملے کو Privileges Committee کے سپرد کیا جاتا ہے اور یہ کمیٹی ایک ہفتے کے اندر اندر اپنی رپورٹ دے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ جی، محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ!

Sheikh Ala-ud-Din: Question No. 504. On her behalf

(معزز ممبر نے محترمہ عارفہ خالد پرویز کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

لاہور گورنمنٹ جناح ہسپتال کے ایک ڈاکٹر کی بے قاعدگیاں

*504: **محترمہ عارفہ خالد پرویز:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ جناح ہسپتال کے پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ایک ڈاکٹر عاشق رسول چند ماہ قبل سٹاف کی تنخواہوں، کمیٹیوں، ادھار اور لیبارٹری بنانے کا لالچ دے کر لاکھوں /کروڑوں روپے لے کر بھاگ گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکٹر عاشق رسول نے جناح ہسپتال کے پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کو بھی کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکٹر عاشق رسول کے خلاف کوئی انکوائری چلائی جا رہی ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ ڈاکٹر کے خلاف کوئی انکوائری مکمل کی گئی ہے، اگر ہاں تو اس کے بارے میں تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے نیز متاثرہ افراد کی دادرسی کے لئے محکمہ نے کیا اقدامات کئے ہیں یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، وضاحت فرمائی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) یہ درست نہ ہے۔ تاہم مذکورہ ڈاکٹر کے خلاف بعض نااہلی کی شکایات موصول ہوئی تھیں جس کی ایک تفصیلی انکوائری کی گئی اور الزامات ثابت ہونے پر اسے اس کو عہدہ سے ہٹا کر محکمہ صحت بھیج دیا گیا۔ محکمہ صحت نے ڈاکٹر عاشق رسول کو 07-07-21 کو DHQ ہسپتال شیخوپورہ تعینات کیا۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) محکمہ صحت نے ڈاکٹر عاشق رسول کو DHQ ہسپتال شیخوپورہ تعینات کیا۔ بعدازاں DHQ ہسپتال شیخوپورہ سے مذکورہ ڈاکٹر کی غیر حاضری کی اطلاع پر Punjab Employees Efficiency Discipline & Accountability Act 2006 کے تحت کارروائی کی گئی اور مذکورہ ڈاکٹر کو ملازمت سے dismiss کر دیا گیا ہے۔

(د) تفصیلی جواب جزہائے (الف، ب) اور (ج) میں دے دیا گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس میں یہ کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر کے خلاف بعض نااہلی کی شکایات موصول ہوئی تھیں، تفصیلی انکوائری کی گئی اور الزامات ثابت ہونے پر اسے عہدہ سے ہٹا کر محکمہ صحت میں بھیج دیا گیا۔ جب نااہلی کی شکایات موصول ہوئیں، انکوائری کی گئی، الزام ثابت ہوا تو پھر اس کو محکمے میں واپس کیوں بھیجا گیا؟ اس کو وہاں there and then کیوں dismiss کیا گیا؟ اس کو extension دی گئی، وہ محکمے میں واپس گیا، اس نے وہاں جا کر manage کیا اور بغیر کسی سزا کے وہاں سے نکل گیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ڈاکٹر عاشق رسول کو برطرف کر دیا گیا ہے۔ اس کی کاپی میرے پاس ہے۔ ان ڈاکٹر صاحب کو انکوائری کے بعد نوکری سے برطرف کیا گیا ہے اور یہ فارغ ہیں ان کے خلاف پوری کارروائی کر دی گئی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب intentionally اس طرف نہیں آ رہے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ جب وہ ہسپتال میں تھے اور ثابت ہو گیا کہ وہ نااہل ہیں۔ اب نااہلی بھی بڑی خطرناک بات ہے اور میں اس وقت تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ انھوں نے کہا کہ وہ نااہل ہے تو وہ کیا نااہل تھے؟ یہ بھی نہیں بتایا گیا۔ اس کے بعد اسے وہاں dismiss نہیں کیا گیا بلکہ وہ محکمے میں واپس گیا پھر وہاں سے شیخوپورہ گیا، وہاں سے اس نے manage کیا اور پھر وہاں سے بھاگ گیا۔ جب ثابت ہو گیا تھا کہ وہ مجرم ہے یا اس نے غلط کام کئے ہیں تو اسے وہاں کیوں dismiss نہیں کیا گیا، اس ذات شریف کا ہاتھ بتائیں جس نے اسے وہاں سے بچا کر وہاں پہنچایا، وہ خفیہ ہاتھ کس کا تھا؟ وہ بعد میں تو dismiss ہو گیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! سرکاری ملازمین کو برطرف کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ یہ ایک پرائیویٹ کمپنی کے ملازم نہیں ہیں کہ صبح آئیں اور ان کو فارغ کر دیا جائے۔ اس کی مکمل انکوائری Accountability Act 2006 کے تحت ہوئی ہے۔ انکوائری میں

الزامات ثابت ہوئے اور انکوائری آفیسر نے major penalty refer کی تو اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے اسے برطرف کر دیا گیا تھا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتا دیں کہ اس سے انھوں نے کیا recovery کی؟ اس نے جو benefits اور privileges اس غریب قوم کے کھائے، ان میں سے کیا recovery کی گئی اور وہ کہاں باعزت طریقے سے بھاگ گیا یا چلا گیا اور اس کا نام تو عاشق رسول تھا وہ کدھر گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ان پر corruption کا الزام نہیں تھا بلکہ misconduct کا الزام تھا۔ ان سے کوئی recovery نہیں کی جانی تھی۔ ان پر جو الزامات تھے ان کے مطابق کارروائی کر لی گئی ہے۔ ان سے کوئی recovery نہیں ہوئی کیونکہ ان پر recovery کا الزام نہ تھا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہی کہہ رہا ہوں کہ اس سے کوئی recovery نہیں ہوئی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ چاہیں تو یہ پڑھ لیں کہ کیا کارروائی ہوئی ہے اور کیا الزامات تھے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہی تو بتا نہیں رہے کہ وہ نااہل کیا تھا، نااہلی میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس ایم بی بی ایس کی ڈگری نہیں تھی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس پر misconduct کے کیس تھے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! misconduct بہت بڑا subject ہے۔

جناب سپیکر: انھوں نے بتا دیا ہے کہ E&D Rules کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کی گئی ہے اور اس کو برطرف کیا گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! کوئی recovery نہیں ہوئی اور بندر بانٹ کی گئی ہے۔ اس کو معاف کیا گیا، اسے بھگا دیا گیا اور وہ باعزت بھاگ گیا۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ بالکل غلط ہے۔ اسے مکمل سزا دی گئی ہے۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! انھوں نے کہا ہے کہ ڈاکٹر مذکور کو محکمہ صحت میں واپس بھیج دیا گیا تو میرا سوال یہ ہے کہ اگر یہاں چیف سیکرٹری صاحب ہوتے تو جواب اچھا مل جاتا کہ جو لوگ نااہل یا نکمے ہوتے ہیں ان کو شیخوپورہ کیوں بھیج دیا جاتا ہے؟ کبھی ڈی پی او کی صورت میں، کبھی ڈی سی او کی صورت میں شیخوپورہ بھیج دیا جاتا ہے۔ میرا سوال بڑا لمبا ہے کہ نااہل بندوں کو آپ لوگ لاہور سے اٹھا کر ہمارے ضلع میں بھیج دیتے ہیں اور بعد میں کہتے ہیں کہ شیخوپورہ بڑا criminal area ہے۔ خدا کے لئے لاہور والو! ہم پر رحم کرو۔

جناب سپیکر: انھوں نے کہہ دیا ہے۔ ایک محاورہ "اوس بابوس دریائے شور" ہے۔ اس کا ترجمہ کسی پولیس والے سے پوچھ لیں وہ آپ کو بتا دے گا۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! آپ ترجمہ بھی بتادیں۔ سارا ہاؤس سن لے گا۔

جناب سپیکر: میں آپ کو بتادوں گا۔ یہ سزا کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! کالا پانی انگریز بھیجا کرتے تھے۔ آپ تو پاکستانی ہیں۔

جناب سپیکر: اسی لئے ان کو شیخوپورہ بھیجا گیا۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! تحریک آزادی کے مجاہدوں کو کالے پانی بھیجا کرتے تھے۔ آپ کرپٹ لوگ بھیجتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ سب سے پہلے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ آج آپ نے محکمے کی غیر موجودگی کا سنجیدگی سے ایکشن لیا اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کے بعد ہمیں امید ہے کہ ان سے کوتاہی نہیں ہوگی۔

جناب والا! میں ایک بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ انھوں نے جو نکتہ اٹھایا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے جو جواب دیا ہے اس میں انھوں نے کافی پہلو تہی سے کام لیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ وہ کالا کیا ہے؟ وہ ان سے ضرور پوچھنا چاہئے کہ لوگ بچ بچ کر نکل جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: انھوں نے تو اپنا جواب دے دیا ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی اور ثبوت ہے تو آپ سامنے لائیں۔ جی، اعجاز خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری موصوف نے جز(الف) میں کہا ہے کہ اس کے خلاف انکوائری ہوئی اور الزامات ثابت ہو گئے۔ ابھی شیخ صاحب بھی اس پر focused تھے۔ اس کے بعد ان کو یہاں سے ہٹا کر شیخوپورہ لگا دیا گیا۔ اس کے بعد وہ وہاں پر غیر حاضر ہوئے اور ان کے خلاف absence پر تادیبی کارروائی ہوئی ہے۔ اس کے خلاف الزامات ثابت ہونے پر کارروائی initiate کرنے کا ڈیپارٹمنٹ ذمہ دار تھا۔ اگر قانونی طور پر discharge of duty نہیں کی گئی تو اس کا ذمہ دار کون ہے اور ذمہ داران کے خلاف انھوں نے کیا کارروائی کی ہے، اس کے پہلے جرم پر جب اس کے خلاف الزامات ثابت ہوئے تو اسے کیوں spare کیا گیا، کیا merely transfer and posting سزا ہے، کیا اس کے خلاف الزامات ثابت ہونے کے بعد کارروائی نہیں ہونی چاہئے تھی اور جن لوگوں نے کارروائی نہیں کی ان کے خلاف محکمہ نے کوئی action لیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! مذکورہ آفیسر کے خلاف embezzlement کے الزامات تھے۔ اس پر absence, in disciplined and misbehavior کے الزامات ثابت ہوئے اور نہ لگائے گئے اور ان الزامات کی بنیاد پر اسے برطرف کر دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر: اب اگلا سوال محترمہ عارفہ خالد پرویز کا ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 505 ہے۔

لاہور۔جناح ہسپتال کے ڈاکٹر و دیگر اہلکاران کی بے قاعدگیاں

***505: محترمہ عارفہ خالد پرویز:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جناح ہسپتال پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ میں ڈاکٹر عاکف کے زیر سایہ تقی نامی سٹور کیپر اور عباس نامی لیب اسسٹنٹ کام کر رہے ہیں نیز مذکورہ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والے اہلکاران و افسران کنٹریکٹ و ریگولر کی مکمل فہرست نام، عہدہ اور تاریخ تعیناتی فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکٹر عاکف، تقی اور عباس کے ذریعے دیگر سٹاف سے اور عوام سے حیلوں بہانوں سے رقم بٹورتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سٹاف سے -/200روپے فی کس کے حساب سے اکٹھے کئے گئے ہیں کہ آپ کو ترقی دلوائی جائے گی اور اس سلسلہ میں رسیدیں بھی جاری کی گئی ہیں، اگر ہاں تو مکمل فہرست فراہم کی جائے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکٹر عاکف، تقی اور عباس کے تنگ کرنے کی وجہ سے چند ملازمین اپنی نوکری چھوڑ کر چلے گئے ہیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ سٹور سے بھی ہسپتال کا سامان غائب کروایا ہے، اگر ہاں تو اس کے چیک کرنے کا کیا طریق کار ہے، وضاحت سے جواب دیا جائے؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ عباس دیگر سٹاف سے کھانے کھا کر اور روپے لے کر اپنے خاص لوگوں کو ان کی مرضی کے مطابق مختلف اوقات میں ڈیوٹیاں لگاتا ہے اور بعض کو ریسٹ بھی کرواتا ہے؟

(ز) اگر جزہائے بالا کے جوابات اثبات میں ہیں تو کیا محکمہ مذکورہ کرپٹ عناصر کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے انہیں وہاں سے تبدیل کر کے انکوائری کروانے کا ارادہ رکھتا ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) یہ درست ہے کہ پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ میں تقی اور عباس نامی لیب اسسٹنٹ کام کر رہے ہیں لیکن ان دونوں ملازمین کی ڈیوٹی مورخہ 16۔جولائی 2008 سے تبدیل کر دی گئی ہے اور حسن طارق لیب ٹیکنیشن کو سٹور کیپر بنایا گیا ہے۔ مزید برآں پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ میں ڈاکٹر عاکف کی جگہ نئی انچارج ڈاکٹر غزالہ شاہین (وومن پرنسپل میڈیکل آفیسر (BS-20) مورخہ 4-جون 2008 سے کام کر رہی ہیں جبکہ پروفیسر آف پیتھالوجی، علامہ اقبال میڈیکل کالج، ڈاکٹر فوزیہ بٹ پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کی سپر وائزر ہیں۔ نیز مذکورہ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والے اہلکاران وافسران کنٹریکٹ وریگولر کی مکمل فہرست بمطابق نام، عہدہ اور تاریخ تعیناتی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تاحال ایسی کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔

(ج) ایضاً

(د) ہسپتال انتظامیہ کے مطابق یہ درست نہیں ہے۔

(ہ) یہ درست نہیں ہے کہ ہسپتال کا سامان غائب کیا گیا ہے۔ پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کے سٹور میں سامان مین میڈیسن سٹور سے آتا ہے جس کو باقاعدہ سٹاک رجسٹر میں درج کیا جاتا ہے اور باقاعدگی سے سامان کی physical inspection کی جاتی ہے پھر یہ سامان متعلقہ سیکشن کو جاری کیا جاتا ہے اور استعمال ہوتا ہے۔

(و) یہ درست نہیں ہے پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کا ڈیوٹی روسٹر ماہانہ بنیادوں پر ڈاکٹر غزالہ شاہین (وومن پرنسپل میڈیکل آفیسر (BS-20) جو کہ پیتھالوجی لیبارٹری کی انچارج ہیں۔ پروفیسر آف پیتھالوجی، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کی زیر نگرانی خود بناتی ہیں اور issue کرتی ہیں۔

(ز) جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں نہیں ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میں اپنے سوال کے جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: ماشاء اللہ۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جز (ہ) میں دیکھ لیں کہ پوچھا گیا ہے کہ کیا یہ بھی درست ہے کہ سٹور سے بھی ہسپتال کا سامان غائب کروایا ہے، اگر ہاں تو اس کے چیک کرنے کا کیا طریق کار ہے؟ یہ سوال تھا اور اس کا جواب آیا ہے کہ انتظامیہ کے مطابق یہ درست نہ ہے۔ میرا اس میں سوال یہ ہے کہ کیا ان کے کسی ہسپتال میں کوئی cross inventory system ہے اگر ہے تو کیا وہ manual یا computerized ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہیٰ): جناب سپیکر! انہوں نے جو دو سوال پوچھے ہیں تو اس وقت ہمارے تقریباً سات ہسپتال computerized ہو چکے ہیں اور باقی میں computerization ہو رہی ہے، انشاء اللہ بہت جلد 37 ہسپتال computerized ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ محترمہ عارفہ خالد پرویز نے تو کہہ دیا ہے کہ وہ سوال کے جواب سے مطمئن ہیں اور یہ مطمئن نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: یہ ہاؤس کی پراپرٹی ہے اس لئے وہ سوال پوچھ سکتے ہیں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے cross inventory system کے متعلق سوال کیا ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو یا تو سمجھ نہیں آ رہی کہ cross inventory کیا ہوتی ہے؟ وہ centralized store system ہوتا ہے۔ آپ کے پاس اگر ایک pen ہے تو اس کی ایک inventory یہاں اور ایک centre میں ان کے پاس system ہے اسی لئے چوریاں نہیں پکڑی جاتیں کہ وہاں سے وہ system کو corrupt کرتے ہیں، manual تو بڑے آرام سے ہوتا ہے لیکن ان کا کمپیوٹر بھی corrupt ہے کیا ان کے کسی ہسپتال میں کوئی cross inventory system ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں inventory system central level اور ہسپتال level پر بھی مکمل موجود ہے۔ جیسے میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ سات ہسپتالوں میں کمپیوٹرائزڈ ہو گیا ہے اور باقیوں میں ہو رہا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ بتادیں کہ ان کا main یعنی central system کہاں چل رہا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہمارے پاس اس کا central system سیکرٹریٹ میں ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سول سیکرٹریٹ میں inventory system نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں ان کو دعوت دوں گا کہ یہ خود وہاں پر جا کر دیکھ لیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! چلیں، ان کے پاس جتنا بھی دوائیوں اور مال کا central system ہے اس پر ایک کمیٹی بنائیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے بتا دیا ہے، آپ اسے check کروالیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں مانتا ہوں کہ آپ تاریخ میں بہترین defender ہیں لیکن آپ مانتے تو ہیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ جب تک central system نہ بنا آپ یہ چوری نہیں پکڑ سکتے۔ جاپانیوں نے یہ سسٹم 70 سال پہلے بنایا تھا۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ کی تجویز سن لی ہے، اب اس کو چھوڑ دیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں کیونکہ ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہمارے سنٹرل سٹور ڈپو میں cross inventory system موجود ہے اس کو ہم link up کر رہے ہیں۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ سات ہسپتالوں میں یہ سسٹم کمپیوٹرائز ہو گیا ہے باقی بھی جلد ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: میں اب اس سوال سے آگے جا چکا ہوں، اب اس کو چھوڑ دیں۔ اگلا سوال محترمہ انجم صفدر کا ہے۔ انجم صفدر صاحبہ تشریف نہیں رکھتیں لہٰذا dispose of کیا جاتا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! کیا آپ نے اسے dispose of کر دیا ہے؟

جناب سپیکر: شیخ صاحب! میں اور کیا کرتا، میں نے تین دفعہ بولا ہے، آپ کھڑے ہوئے ہیں اور نہ محترمہ خود آئی ہیں۔ اگلا سوال بھی محترمہ انجم صفدر کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: On her behalf سوال نمبر 1388 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز خاتون ممبر نے محترمہ انجم صفدر کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع فیصل آباد میں بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز سنٹرز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1388: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع فیصل آباد بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کی تعداد کیا ہے اور یہ کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ضلع کی آبادی کے لحاظ سے بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کی تعداد کم ہے، اگر ہاں تو کیا آبادی کی مناسبت سے ان یونٹس اور سنٹروں کی تعداد بڑھانے کا حکومت کوئی ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) ضلع فیصل آباد میں کل بنیادی مراکز صحت کی تعداد 167 ہے اور رورل ہیلتھ سنٹرز کی تعداد 11 ہے۔ بنیادی مرکز صحت چک نمبر RB/153 کو رورل ہیلتھ سنٹر کا درجہ دے دیا گیا ہے اور اسی طرح رورل ہیلتھ سنٹر چک جھمرہ کو تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ ضلع فیصل آباد میں آبادی کے لحاظ سے بی ایچ یو اور آر ایچ سی کی تعداد کم ہے کیونکہ ستمبر 2001 کے بعد یونین کونسل کی تعداد بڑھ گئی ہے اس لئے پندرہ ایسی یونین کونسلیں ہیں جہاں بنیادی مرکز صحت موجود نہیں ہیں ان یونین کونسلوں میں صحت کی سہولتوں کی فراہمی کے لئے محکمہ صحت فیصل آباد نے ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر (F&P) فیصل آباد کو مراسلہ نمبر P&D/243 بتاریخ 04-03-2008 کے تحت کہا کہ اے ڈی پی پروگرام محکمہ صحت 09-2008 میں درج ذیل مراکز صحت تعمیر کئے جائیں۔

نمبر شمار	یونین کونسل نمبر	چک نمبر
1	57	240/GB
2	84	448/GB
3	157	61/JB
4	14	187/RB
5	181	220/RB
6	79	391/GB
7	96	Tukra53/1
8	109	477/GB
9	140	242/GB
10	149	241/GB
11	152	276/GB
12	169	02/JB
13	177	204/RB
14	178	202/RB
15	179	119/JB

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ فیصل آباد نے سالانہ ترقیاتی پروگرام 09-2008 کے بجٹ میں مذکورہ بالا بنیادی مراکز صحت کی تعمیر کی سکیمیں شامل نہیں کی ہیں لہذا محکمہ صحت نے ای ڈی او (ہیلتھ) فیصل آباد کو بذریعہ چٹھی نمبر SO(I)2-143/2008 مورخہ 19-01-09 ضلع فیصل آباد میں جہاں جہاں RHC/BHU نہ ہیں کے لئے ایکشن پلان تیار کر کے محکمہ کو بھجوانے کی ہدایات جاری کر دی ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ BHUs اور RHCs میں صحت کی سہولیات round the clock فراہم کی جاتی ہیں یا صرف morning hours میں دی جاتی ہیں۔ اگر صرف morning hours میں ہیں تو کیا حکومت ان کی صحت کی سہولیات کو round the clock فراہم کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہیٰ): جناب سپیکر! RHCs میں 24 گھنٹے میڈیکل کی سہولت ہوتی ہے اور BHUs میں رات کے وقت ڈاکٹر on call ہوتے ہیں جو وہاں پر موجود ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! یہ میں کیسے مانوں؟ چلیں، اب میں خاموش ہی ہو جاتا ہوں کیونکہ اب آپ نے بات کر دی ہے۔ (قہقہے)

پیر محمد اشرف رسول: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! جس طرح یہ کہہ رہے ہیں کہ BHUs میں ڈاکٹر موجود ہوتے ہیں تو یہ پورے پنجاب کے کسی ایک BHU کی مثال دے دیں جہاں رات کو ڈاکٹر موجود ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: وہ RHC کی بات کر رہے ہیں۔

پیر محمد اشرف رسول: یہ اس حوالے سے بھی بتا دیں کہ وہاں پر ڈاکٹر موجود ہوتے ہیں یا نہیں۔ یہ کسی ایک کا نام بتا دیں تاکہ ان کا کھاتا تو پورا ہو جائے پھر یہ check کرتے رہیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ check کر کے مجھے بتائیں کہ کہاں پر نہیں ہیں تاکہ ہم کارروائی کریں۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! یہ بتا دیا جائے کہ پورے پنجاب میں کہاں ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں تو دعویٰ کر رہا ہوں کہ سب جگہ پر موجود ہیں لیکن جہاں پر نہیں ہیں مجھے اس کی نشاندہی کریں۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! میں تو open کہہ رہا ہوں کہ پنجاب کے RHCs میں سے کسی ایک کا نام بتا دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ نشاندہی کریں گے تو ہم کارروائی کریں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ کیا RHC مانانوالہ میں رات کی ڈیوٹی پر کوئی ڈاکٹر موجود ہوتا ہے کیونکہ وہاں پر تو ایک ڈسپنسر موجود نہیں ہوتا جو میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! انہوں نے جو بتایا ہے میں اس کی انکوائری کروا لیتا ہوں کہ وہاں پر ڈاکٹر کیوں موجود نہیں ہوتا۔

رانا تنویر احمد ناصر: یہ کب تک بتا دیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): 24 گھنٹوں میں بتا دوں گا۔

ملک محمد عباس راں: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، راں صاحب!

ملک محمد عباس راں: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ گزارش ہے کیونکہ یہ فرما رہے تھے کہ RHCs میں ڈاکٹروں کی 24 گھنٹے ڈیوٹی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: راں صاحب! Colleagues کا بھی خیال کیا کیجئے، مہربانی ہوگی۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں وہ بات کر رہا ہوں جو public کے مفاد میں ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ سوال کسی اور کو کرنے دیں، بہتر رہے گا۔ آپ اس کو چھوڑ دیں۔

جناب مہدی عباس خان: میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب مہدی عباس خان: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ پبلک سروس کمیشن کی طرف سے ملتان کے لئے کچھ ڈاکٹر بھیجے گئے۔

جناب سپیکر: آپ اس سوال سے متعلقہ بات کریں۔

جناب مہدی عباس خان: میں اسی سے متعلقہ کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال صرف اسی کے بارے میں ہی ہو سکتا ہے۔

جناب مہدی عباس خان: جناب سپیکر! پبلک سروس کمیشن کی طرف سے BHUs کے لئے بھیجے گئے ڈاکٹر اپنی تنخواہیں BHUs سے لے رہے ہیں اور ڈیوٹی نشتر ہسپتال ملتان میں دے رہے ہیں جو بہت بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کچھ سمجھے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ ان کے نام بتائیں تو اس کو check کروا لیتے ہیں۔

جناب مہدی عباس خان: جناب سپیکر! کوئی چار ڈاکٹر یہاں پبلک ہیلتھ کی طرف سے BHUs کے لئے ضلع ملتان میں گئے ہیں لیکن وہ اپنی ڈیوٹی BHU کی بجائے نشتر ہسپتال میں کر رہے ہیں اور تنخواہ بھی BHU سے ہی لے رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ان کے نام بتا دیں تاکہ ہم verify کر لیں۔

جناب مہدی عباس خان: جناب سپیکر! یہ ملتان میں وہاں کے ای ڈی او صاحب سے خود بھی پتا کر سکتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ سوال تو انہوں نے کیا ہے اس لئے یہ ان کے نام بتائیں تو میں check کر لیتا ہوں کیونکہ routine میں ہوتا یہ ہے کہ BHUs & THQs سے کچھ ڈاکٹر ٹریننگ کے لئے ٹیچنگ ہسپتالوں میں بھیجتے ہیں شاید اس مقصد کے لئے وہ گئے ہوں گے لیکن اگر یہ ان کے نام بتائیں تو ہم confirm کر کے بتائیں گے کہ وہ کس بناء پر نشتر ہسپتال گئے ہیں۔

جناب مہدی عباس خان: جناب سپیکر! یہ ای ڈی او صحت سے بھی پتا کر سکتے ہیں۔ میں یہ بات on record کر رہا ہوں اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ اس کے علاوہ میں ان کے نام بھی آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! سوال انہوں نے کیا ہے لیکن information بھی تو ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ کی information correct ہونی چاہئے۔ اگر آپ نے یہ سوال کرنا تھا تو ان کے نام بھی آپ کے پاس ہونے چاہئیں تھے۔

جناب مہدی عباس خان: جناب سپیکر! میں ان کو پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جب ہاؤس ملتوی ہو جائے گا تو اس کے بعد آپ لے کر پھرتے رہیں تو اس کا کیا فائدہ ہو گا؟ اس بات کا ہاؤس کو بھی پتا ہونا چاہئے کہ آپ اس بارے میں accurate information رکھتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اس پر کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ BHUs, THQs اور RHCs کا جو مسئلہ ہمارے پنجاب میں آ رہا ہے اس کی بنیادی وجہ ہماری حکومت کی ایک پالیسی ہے جو سابقہ دور سے چلی آ رہی ہے کہ BHUs کے ڈاکٹروں کو ہم زیادہ تنخواہ دے رہے ہیں اور THQ or DHQ level پر ہم کم تنخواہ دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ BHUs میں appointment لے لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ THQs اور DHQs میں ڈاکٹر available نہیں ہیں۔ ہمیں ان RHCs کو چلانے کے لئے وہاں سے بڑے شہروں میں شفٹ کرنا اور کرانا پڑتا ہے اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ حکومت کو یہ پالیسی

reconsider کرنی چاہئے کہ DHQ اور THQ کے ڈاکٹروں کو تنخواہ BHU level پر ہی ملے تو یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوگا اس لئے ہمیں اصل problem کو discuss اور sort out کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! تنخواہ سب کو برابر ملتی ہے لیکن BHUs میں کام کرنے والوں کو سپیشل الاؤنس دیا جارہا ہے تاکہ ان کو incentive ملے اور وہ دور دراز علاقوں میں جاکر بھی کام کریں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک BHU کے ڈاکٹر کو 37ہزار اور عام THQ یا DHQ میں 17ہزار روپے تنخواہ مل رہی ہے۔ ہم تو ڈاکٹروں کے ساتھ زیادتی کررہے ہیں اس لئے ہمیں اس پالیسی کو amend اور reconsider کرلینا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی تجویز کو پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی سن رہے ہیں اور محکمہ بھی سن رہا ہے۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ کا ہے۔ سوال نمبر پکاریں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: سوال نمبر 1958 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

چلڈرن ہسپتال لاہور میں پیرامیڈیکل سٹاف کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1958: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) چلڈرن ہسپتال لاہور میں کل کتنا پیرامیڈ کل سٹاف ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) چلڈرن ہسپتال لاہور سال 2008 میں کتنے بچوں کا علاج کیا گیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال میں تمام ادویات مفت تقسیم کی جاتی ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال کے اہلکار دوائیوں کی فروخت میں ملوث پائے گئے مگر ان کے خلاف محکمانہ کوئی کارروائی نہ کی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) چلڈرن ہسپتال لاہور میں پیرامیڈیکل سٹاف کی تعداد 962 ہے۔

(ب) چلڈرن ہسپتال لاہور (جنوری 2008 تا اکتوبر 2008) کی آؤٹ ڈور میں 3،51،915 اور ایمرجنسی میں 1،89،759 اور مختلف وارڈز میں 85،952 مریضوں کا علاج کیا گیا ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال لاہور میں تمام ادویات فراہم کی جاتی ہیں۔

(د) چلڈرن ہسپتال میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی اہلکار دوائیوں کی فروخت میں ملوث پایا گیا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب 2-اپریل 2009 کو موصول ہوا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس وقت چلڈرن ہسپتال میں کتنی پیرا میڈیکل سٹاف کی اسامیاں خالی ہیں اور ان کو کب تک پُر کر لیا جائے گا؟ اس کے علاوہ جز (ج) میں میرا سوال تھا کہ چلڈرن ہسپتال میں کیا تمام ادویات مفت فراہم کی جاتی ہیں جس کے جواب میں کہا گیا کہ "یہ درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال لاہور میں تمام ادویات فراہم کی جاتی ہیں۔" میں سمجھتی ہوں کہ یہ جواب بالکل غلط ہے اور میں یہ بات ثابت کر سکتی ہوں کہ وہاں پر تمام ادویات مفت فراہم نہیں کی جاتیں۔

جناب سپیکر: آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کا اس میں ضمنی سوال کیا بنا؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے ضمنی سوال یہ پوچھا ہے کہ اس وقت چلڈرن ہسپتال میں پیرا میڈیکل سٹاف کی کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! چلڈرن ہسپتال میں پیرا میڈیکل سٹاف کی کتنی اسامیاں خالی ہیں۔ دوسرا آپ نے جواب دیا ہے کہ وہاں پر مفت ادویات دی جارہی ہیں، ان دونوں کا جواب بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! سب سے پہلے میں ان کو ادویات کے بارے میں جواب دوں گا کہ ابھی بھی ہمارا یہی مؤقف ہے کہ چلڈرن ہسپتال میں تمام ادویات مفت فراہم کی جارہی ہیں اور جو ادویات فراہم نہیں کی جارہیں اس حوالے سے نشاندہی کر دی جائے کہ کون سی دوائی نہیں مل رہی کیونکہ وہاں پر ایک لسٹ ہوتی ہے جس کے مطابق تمام ادویات داخل بچوں کو فراہم کی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، پیرا میڈیکل سٹاف کے بارے میں بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! جواب میں بھی پیرا میڈیکل سٹاف کی position بتائی ہے کہ 962 لوگ وہاں پر کام کر رہے ہیں اور اتنی تعداد میں آج بھی کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں پر کوئی خالی اسامی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ ان کی بات سے مطمئن ہو گئے ہیں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: ان کا جواب ٹھیک ہے لیکن جو فہرست مجھے دی گئی ہے اس میں خالی اسامیوں کو mention کیا ہوا ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب اعجاز احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری موصوف نے کہا ہے کہ چلڈرن ہسپتال میں تمام ادویات مفت ہیں تو کیا یہ صرف ایمر جنسی میں ہیں۔۔۔؟

جناب سپیکر: میں پڑھتا ہوں کہ "یہ درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال لاہور میں تمام ادویات فراہم کی جاتی ہیں۔" یہ انہوں نے قیمتاً یا مفت کی بات نہیں کی ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا صرف ایمر جنسی میں مفت ہیں یا آؤٹ ڈور اور وارڈز میں بھی مفت ہیں اور اگر وہاں پر بھی مفت ہیں اور اگر ہر طرح کی ادویات وہاں پر مفت فراہم ہوتی ہیں تو پھر وہاں پر ایم ایس جو فارمیسی چلا رہا ہے جس کی کروڑوں روپے کی sale ہے تو پھر وہ ادویات کون لوگ خریدتے ہیں؟

جناب سپیکر: کہاں لکھا ہے کہ مفت فراہم کی جاتی ہیں مجھے بتائیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! یہی تو سوال ہے کہ کیا وہاں پر مفت ادویات فراہم ہو رہی ہیں اور کیا صرف ایمر جنسی میں ہو رہی ہیں یا آؤٹ ڈور اور وارڈز میں بھی ہو رہی ہیں؟

جناب سپیکر: انہوں نے ادویات کی فراہمی کی بات کی ہے۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! چلڈرن ہسپتال میں indoor اور ایمر جنسی میں آپریشن کی تمام ادویات مفت فراہم کی جا رہی ہیں لیکن سوال آؤٹ ڈور کا ہے تو وہاں پر ہم مفت ادویات فراہم نہیں کرتے بلکہ لوگوں کو خود لینی پڑتی ہیں اور جس فارمیسی کی انہوں نے بات کی ہے تو وہ ہر ہسپتال میں لازمی ہے کہ وہاں پر ایک فارمیسی ہونی چاہئے جہاں سے لوگ discounted price پر ادویات خرید سکیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں یہ بات معزز ایوان کے علم میں لانا چاہوں گا کہ اس ہسپتال میں کسی tender سسٹم کے تحت فارمیسی نہیں دی گئی بلکہ ایم ایس خود چلاتے ہیں اور وہاں پر اپنی پسندیدہ فرموں سے ادویات خریدتے ہیں جس پر خود کمیشن لیتے ہیں اور لاہور شہر میں حکومت کی ناک کے نیچے اور اس اسمبلی کے سائے تلے کرپشن کا بازار گرم ہے۔

جناب سپیکر: وہاں تک اس اسمبلی کا سایہ نہیں ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! سایہ جاتا ہے اور بہت قریب ہے لہذا گزارش ہے کہ اس بارے میں ہمیں بتائیں کہ وہ کس پالیسی کے تحت ایم ایس خود فارمیسی چلا رہے ہیں اور اس پر House کی بڑی reservations ہیں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! autonomous ہسپتالوں کو اپنی پالیسی بنانے کا اختیار ہے اور یہ جس فارمیسی کی بات کر رہے ہیں تو ہماری اکثر فارمیسی open tender پر ہوتی ہیں اور tender کے بغیر کوئی بھی فارمیسی نہیں چلتی اور tender باقاعدہ approve ہوتا ہے تو اس کے بعد ادویات ملتی ہیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! وہاں پر کوئی tender نہیں ہوتے بلکہ اس فارمیسی کو وہاں کے ایم ایس خود چلا رہے ہیں تو اس کے بارے میں یہاں پر رپورٹ طلب کی جائے اور یہ ایوان کو بتائیں کہ ایم ایس اس فارمیسی کو چلا رہا ہے کہ نہیں؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ اپنے الزامات کو تحریری طور پر ہمیں دیں تاکہ ہم انہیں verify کر کے ان کو بتائیں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے وہ آپ سے مل کر ایسا کر لیں گے۔ اگلا سوال بھی محترمہ نگہت ناصر شیخ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میرے سوال کا نمبر 1960 ہے۔ میرے سوال کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور-نرسنگ سکول کا قیام و دیگر تفصیلات

*1960: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور میں نرسنگ سکول کب وجود میں آیا اور اس میں کتنا سٹاف کام کر رہا ہے، سٹاف کے نام، عہدہ مع گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ لاہور نرسنگ سکول میں داخلے کے لئے اوپن میرٹ کی بجائے خفیہ رائے شماری کے ذریعے داخلہ دیا جاتا ہے؟

(ج) لاہور میں نرسنگ سکول میں داخلے کا طریق کار کیا ہے، کیا اس کے لئے باقاعدہ اخبار میں اشتہار دیا جاتا ہے؟

(د) سال 2007 میں نرسنگ سکول کا کیا میرٹ مقرر کیا گیا تھا اور اس میں داخل ہونے والی طالبات کی کتنی تعداد تھی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) لاہور میں پبلک ہیلتھ نرسنگ سکول 1947-08-14 میں قائم ہوا۔ موجودہ سٹاف کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) داخلے صرف اوپن میرٹ پر ہوتے ہیں۔

(ج) داخلے کے لئے باقاعدہ اخبار میں اشتہار دیا جاتا ہے جس کے بعد میرٹ لسٹ بنتی ہے اور صرف میرٹ کی بنیاد پر داخلہ دیا جاتا ہے۔

(د) داخل ہونے والی طالبات کی تعداد 108 تھی۔ داخلہ سیٹوں کے لئے میرٹ درج ذیل ہے:-

نام ضلع	مخصوص سیٹوں کی تعداد	آخری میرٹ
تمام پنجاب	48	521
لاہور	28	567
گوجرانوالہ	12	493
شیخوپورہ	12	477
حافظ آباد	08	466
ٹوٹل سیٹیں	108	

جناب سپیکر: جواب کی تاریخ وصولی 7-اکتوبر 2010 ہے اور مجھے سٹاف کی لسٹ اور نوٹس داخلہ اشتہار 08-09-19 کی تاریخ کا دیا گیا ہے جبکہ میں نے نرسنگ سکول میں نرسز کے داخلہ کے بارے میں پوچھا تھا جبکہ یہ اشتہار LHV کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! تمام نرسنگ سکولوں میں داخلے میرٹ پر ہوتے ہیں اور وہاں پر داخلہ کی بنیاد صرف اور صرف میرٹ ہے اور یہ اشتہار انہیں بتانے کے لئے لگایا گیا ہے کہ ہم تمام اشتہار اخبارات میں دیتے ہیں وہ داخلہ LHV کا ہو، LHW کا ہو یا نرس کا ہو تو تمام داخلے میرٹ پر کئے جا رہے ہیں اور میرٹ کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! ایک اصول طے ہے کہ mover کے دو ضمنی questions ہوتے ہیں اور اس کے بعد ایک ضمنی سوال آپ کے House کا ہوتا ہے جو میری مرضی کے مطابق کوئی بھی ممبر کر سکتا ہے۔ جی، محترمہ! آپ مزید ضمنی سوال کرنا چاہیں گی؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال پوچھنے کا اپنا حق شیخ صاحب کو دیتی ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ جز (الف) میں ہے کہ "لاہور میں نرسنگ سکول کب وجود میں آیا؟" محکمہ کی طرف سے جواب ہے کہ 47-08-14 آپ غور فرمائیں۔ (قہقہے) جناب سپیکر! آپ حالات دیکھ لیں کہ یہ جواب دینے کے لئے کتنے sincere ہیں؟ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ نرسنگ سکول لاہور میں 1893 میں میو ہسپتال کے اندر بنا اور 1871 میں میو ہسپتال بنا جبکہ 1902 میں نرسنگ ہاسٹل بنا۔ یہ 1947-08-14 کا جواب کہاں سے آیا کہ اس تاریخ کو نرسنگ سکول بنا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! 1947-08-14 سے پہلے یہ حصہ بھی انڈیا تھا اور اس کا نام تبدیل ہو گیا تھا تو یہ کالج یا سکول پہلے سے قائم تھے لیکن اس کے بعد 1947 سے پنجاب حکومت نے باقاعدہ طور پر شروع کیا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ خود ہی فیصلہ کر لیں اور اپنا پیارا سا اشارہ کر دیں تو میں بیٹھ جاؤں گا۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ پہلے ہی چل رہا تھا جب انڈیا اور پاکستان اکٹھے تھے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ 1893 میں سٹیٹ آف نابھہ کے نواب نے نرسنگ سکول کے لئے donation دیا اور یہ ان کا subject ہے میرا نہیں ہے کیونکہ میں تو پہلے ہی ڈاکٹروں سے ویسے ہی پناہ مانگتا ہوں اور اللہ اس قوم کو ان سے پناہ میں رکھے۔ میں تو ویسے ہی کہہ رہا ہوں کہ 1947-08-14 کو نرسنگ سکول بن گیا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: شیخ صاحب! پہلے یہ انڈیا کے پاس اور پھر پاکستان کے پاس آیا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں چیلنج کر رہا ہوں کہ یہ 1893 میں بنا اور میں صحیح کہہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ اس جگہ کا نام بھی انڈیا تھا جو 14-اگست کو پنجاب حکومت کی عملداری میں یہ آیا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (الف) میں پوچھا گیا ہے کہ کتنا سٹاف کام کر رہا ہے تو بھیجی گئی لسٹ کے مطابق یہ تمام لوگ 106 بنتے ہیں اور جز (د) میں پوچھا ہے کہ طالبات کی تعداد 2007 میں کتنی تھی تو جواب میں 108 لکھا ہوا ہے۔ طالبات کی تعداد 108 ہے اور نرسنگ سکول میں کام کرنے والوں کی تعداد 106 ہے تو کیا یہ محکمہ فائدے میں ہے یا خسارے میں اور اس کے بعد ایک طالبہ کس قدر قابل بن کر یہاں سے نکلتی ہے اس کا بھی پوچھ لیا جائے؟

جناب سپیکر: کیا کہا ایک طالبہ؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! 106 کا سٹاف ہے اور 108 طالبات ہیں تو یہ تو کمال محکمہ ہے تو کیا یہ خسارے میں ہے یا فائدے میں اور یہاں پر کیا ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: یہ محکمے کوئی منافع کے لئے نہیں ہیں۔۔۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! 108 کی تعداد صحیح ہے بچیوں کے داخلے کے لئے؟

جناب سپیکر: بتائیں جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! انہوں نے جو سوال کیا ہے میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ نرسنگ سکول میں داخلے میرٹ پر ہوتے ہیں اور وہاں پر سٹاف کی تعداد 106 نہیں بلکہ 88 ہے۔ وہاں پر 106 سٹوڈنٹس پڑھ رہی ہیں اور یہ نقصان اور فائدے کی بات کر رہی ہیں۔ تمام کالج یا ہسپتال فائدے اور نقصان کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ حکومت ان کو فنڈز دے کر چلاتی ہے، ان سے پیسے نہیں کماتی۔

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔۔۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب! آپ خود محنت کیا کریں، اپنا سوال دیں پھر میں آپ کو موقع دوں گا۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔۔

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! انہوں نے اپنے طور پر یہ پالیسی لاگو کی ہوئی ہے۔ اس پالیسی کے نقص کو ہمارا ہاؤس ہی دور کرے گا۔ میں توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ جو شرط لگائی ہوئی ہے کہ اگر کسی بچی کا نکاح ہو گیا تو وہ داخلہ نہیں لے سکتی، یہ ظلم ہے۔ میرے اپنے علاقے میں ایک بچی کے 918 نمبر آئے اور وہ میرٹ پر top of the list ہے۔۔۔

جناب سپیکر: بس، بڑی مہربانی۔ اگلا سوال جناب محمد نوید انجم کا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2012 ہے۔

جناب سپیکر: کیا اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

جناب محمد نوید انجم: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جنرل ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی رقم و دیگر تفصیلات

*2012: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) مالی سال 07-2006 اور 08-2007 کے دوران ایل پی کی مد میں کتنی رقم جنرل ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز کن کن فرموں، کمپنیز اور میڈیکل سٹور سے کی گئی؟

(د) ادویات کی لوکل پرچیز کن کن مقاصد کے لئے کی جاتی ہے اور اس کی منظوری کون سی اتھارٹی دے سکتی ہے؟

(ہ) ان سالوں کے دوران جو رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی، اس کی تحقیقات (انسپکشن) ہوئی تو کتنی رقم ہر سال خُورد بُرد کرنے کا انکشاف ہوا؟

(و) خُورد بُرد کے ذمہ دار کون کون سے ملازمین قرار پائے نیز ان کے خلاف کیا کیا ایکشن لیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) مالی سال 07-2006 میں ادویات کی لوکل پرچیز کی مد میں -/1,54,00,000 روپے مختص کئے گئے تھے جبکہ مالی سال 08-2007 میں اس مد میں مبلغ -/83,00,000 روپے مختص کئے گئے۔

(ب) مالی سال 07-2006 میں کل رقم -/1,50,89,581 روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔ مالی سال 08-2007 میں کل رقم -/83,00,000 روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔

(ج) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز علی میڈیکوز سے کی گئی۔

(د) ادویات کی لوکل پرچیز ان مقاصد کے لئے کی جاتی ہے:-

I) ایمر جنسی حالت کے لئے۔

II) ہسپتال کی سٹور سے شارٹ ہونے والے آیٹمز کے لئے

III) قیدیوں کے لئے

لوکل پرچیز کے لئے منظوری میڈیکل سپر نٹنڈنٹ اور پرنسپل دیتے ہیں۔

(ہ) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ کی گئی اس کی تحقیقات (انسپیکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم کے خورد برد کا انکشاف نہ ہوا۔

(و) چونکہ اس مد میں تحقیقات (انسپکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم خُورد بُرد کرنے کا انکشاف نہیں ہوا اور نہ ہی کسی ملازم کو خُورد بُرد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے لہذا کسی کے بھی خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! جنرل ہسپتال کو سال 07-2006 میں -/1,54,00,000 روپے لوکل پرچیز کی مد میں دیئے اور سال 08-2007 میں -/83,00,000 روپے دیئے۔ میرا سوال یہ ہے

کہ کیا اگلے سال مریض کم ہو گئے جس کی وجہ سے انہوں نے لوکل پرچیز کم کی یا انہوں نے لوکل پرچیز کے پیسے نکال کر وہی چیزیں import کی ہیں یا یہ الیکشن کا سال تھا اور اس کے پیسے نکال کر الیکشن میں استعمال کئے گئے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! انہوں نے جو سوال کیا 07-2006 میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ تھا جو کم کر کے 83 لاکھ روپے کیا گیا ہے کیونکہ سابقہ دور میں خورد برد ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ کم کیا گیا۔ اب تمام ہسپتالوں میں لوکل پرچیز totally بند کر دی گئی ہے اور اس بات کو یقینی بنایا جا رہا ہے کہ تمام ادویات وہاں میسر ہوں جو فراہم ہو سکیں۔ اس وقت لوکل پرچیز totally ban کر دی گئی ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہ بتایا گیا ہے کہ 08-2007 کی لوکل پرچیز بند کر دی گئی تاکہ چیزوں کی دستیابی رکھی جا سکے۔ ایمرجنسی کی تین گنا capacity بڑھائی گئی ہے اگر اس کا ریکارڈ نکالا جائے تو وہاں سب سے زیادہ اشد مسئلہ ventilators کا ہے۔ ایک سال پہلے بھی وہاں کی انتظامیہ نے ventilators کی کمی کی نشاندہی کی تھی اور جہاں پر ventilator نہیں ملتا پھر ان کا پرائیویٹ ہسپتالوں میں داخلہ کیا جاتا ہے۔ سابقہ دو سالوں میں اس لوکل پرچیز میں ventilator کیوں نہیں خریدے گئے جبکہ اس کی capacity تین گنا بڑھا دی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ لوکل پرچیز ventilators خریدنے سے نہیں ہوتی، یہ صرف ادویات خریدنے سے ہوتی ہے۔ لوکل پرچیز کو جو کم کیا جا رہا ہے اور ultimately بند کیا جا رہا ہے تو ventilators کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ان کے علم میں لے آؤں کہ پہلے ہمارے پاس ventilators کی shortage تھی اب ہم نے بڑے بڑے teaching hospitals میں نئے ventilators فراہم کئے ہیں لیکن اجتماعی طور پر بیڈز کی کمی ہے اس لئے ventilators بھی آبادی کے لحاظ سے کم ہیں۔ اب اس میں پچاس کا اضافہ ہو گیا ہے۔

میاں نصیر احمد: ہم نے ventilators کا خود لکھ کر دیا ہوا ہے، ڈیڑھ سال سے کوئی ventilator نہیں دیا اور اگر انہوں نے دیا ہے جیسا کہ یہ خود فرما رہے ہیں تو بتا دیں کہ جنرل ہسپتال کو پچھلے ایک سال میں کتنے ventilators دیئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! جیسا کہ انہوں نے بات کی ہے اگر demands بیس کی بھی ہو تو ہم ساری demands پوری نہیں کر سکتے۔ اگر تمام ہسپتالوں سے بیس بیس مانگے گئے تو سب کو بیس ventilators دینا ممکن نہیں ہے۔ جو ہمیں demand کی جاتی ہے اس کو ہم rationally فراہم کر رہے ہیں۔ جناح ہسپتال میں پندرہ نئے ventilators فراہم کئے گئے ہیں اور باقی جگہ بھی فراہم کئے جا رہے ہیں۔

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر! میو ہسپتال لاہور میں، میں ابھی بھی گواہ ہوں کہ مجھے پچھلے دنوں رات تین بجے جانا پڑ گیا کیونکہ میرے حلقے میں فائرنگ سے جوان لڑکے serious injured تھے۔ ان کے آپریشن کے بعد ان کو بغیر ventilator کے رکھ دیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا problem ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس صرف سات ventilators ہیں اور مریض زیادہ ہیں۔ آپ کا مریض بے شک بہت serious ہے لیکن ہم کسی مریض سے ventilator اتار نہیں سکتے۔ میو ہسپتال میں سات ventilators کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے اور اگر کوئی مریض بے چارہ بہت serious ہو تو اس کا کوئی پُرسان حال نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ وہاں پر بیس کے قریب ventilators موجود ہیں۔ جو serious patient ہوتے ہیں اگر سرجیکل ICU میں ventilators نہ ہوں تو ان کو میڈیکل CCU میں یا ICU میں بھیج دیتے ہیں وہاں پر مکمل انتظامات ہوتے۔ میو ہسپتال میں سرجیکل ICU موجود ہے، میڈیکل ICU موجود ہے اور CCU ہے جہاں پر ventilators موجود ہیں۔ صرف اس صورت میں جب کوئی بم دھماکا ہو اور زخمیوں کی بہت بڑی تعداد آ جائے تو وہاں کمی محسوس ہوتی ہے روٹین میں وہاں ventilators موجود ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اس ہاؤس کے ایک معزز ممبر نے آپ کو یہ بات بتائی ہے کہ میری presence وہاں موجود تھی اور وہاں ventilator کی سہولت میسر نہیں آئی تو آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! جن مریضوں کو ventilators پر ڈالنا ہے اس کا فیصلہ ایم پی اے نے نہیں کرنا بلکہ وہاں پر موجود ڈاکٹر یا انتظامیہ نے کرنا ہے اور جو بہتر ہو گا اس کو ڈال دیں گے۔

جناب سپیکر: یقیناً یہ ایم پی اے نے فیصلہ نہیں کرنا وہ ڈاکٹر نے ہی کرنا ہے۔

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر! مجھے ایم ایس صاحب نے خود فرمایا میں نے رات ان کو پونے تین بجے اٹھایا ان کی مہربانی کہ وہ اٹھ گئے اور انہوں نے معاملات کو manage کیا۔ انہوں نے مجھے خود کہا کہ یہ ہمارا دیرینہ مسئلہ ہے ہمارے پاس صرف سات ventilators ہیں۔ اگر کوئی مریض بہت serious ہو جائے تو ہم اس کے لئے کچھ نہیں کر پاتے۔ ان کو ventilators چاہئیں اور میری پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے درخواست ہے کہ اس کو re-inquire کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): بالکل یہ صحیح کہا ہے کہ ventilators فراہم کئے جا رہے ہیں اور میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ پہلے مرحلے میں جناح ہسپتال میں پچیس نئے ventilators فراہم کئے گئے ہیں اور لاہور کے تمام ہسپتالوں کو اتنی ہی تعداد میں ventilators فراہم کئے جا رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈھلوں صاحب! آپ کچھ خیال کریں، آپ کی مہربانی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! بہت اہم مسئلہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، اپنا مسئلہ تو آپ خود حل کیا کریں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے جیسا کہ جز (ج) میں بتایا گیا ہے کہ ادویات کی لوکل پرچیز علی میڈیکوز سے کی گئی۔ لوکل پرچیز کے لئے جو میڈیکل سٹور مقرر کیا جاتا ہے اس کو کس طرح سے منظور کیا جاتا ہے، یہ ایم ایس کی صوابدید ہوتی ہے یا کوئی fixed criteria یا پالیسی ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! لوکل پرچیز کے لئے ایک باقاعدہ SOP بنا ہوا ہے اس پر جو لوگ qualify کرتے ہیں انہیں میرٹ کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اب آپ نے اس کو ختم نہیں کر دیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! محترمہ لوکل پرچیز کے حوالے سے پرانی بات پوچھ رہی ہیں۔ لوکل پرچیز کے حوالے سے ان پارٹیوں کو جو مالی طور پر مضبوط ہوں اور پورے سال ادویات فراہم کر سکیں انہی میں سے کسی ایک کو میرٹ پر دیا جاتا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! "مالی طور پر مضبوط" یہ بنک سٹیٹمنٹ کی بنیاد پر ہے، آپ خود پڑھیں کہ اس کا جواب 12۔اکتوبر 2010 کو آیا اور لکھا ہے کہ ایمرجنسی حالت کے لئے، ہسپتال کے سٹور سے short ہونے والے items کے لئے۔ کسی بھی پارٹی کی financial position کی بنیاد کیا ہے، یہ اس کو کس طرح دیکھتے ہیں کہ یہ financially sound ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک تو یہی پارٹیاں دس دس سالوں سے ہسپتال میں سپلائی کر رہی ہوتی ہیں۔ پانچ سات بڑی پارٹیاں ہوتی ہیں اور ان کا ریکارڈ دیکھ لیا جاتا ہے کہ انہوں نے گزشتہ سال میں ایک کروڑ، دو کروڑ یا اڑھائی کروڑ کی ادویات دی ہیں، اگر وہ اس قابل ہوتے ہیں تو ہم ان کو consider کر لیتے ہیں۔ نیز لوکل پرچیز پر بھی میرٹ کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور open tendering کی جاتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! open tender تو ایمرجنسی میں ہوتے ہی نہیں ہیں، وہ تو خود مانتے ہیں کہ ایمرجنسی پرچیز میں open tender نہیں ہوتا۔ جناب! اس میں contradiction آ رہا ہے آپ خود فیصلہ کریں یہ contradictory statement ہے۔ اوپر کہتے ہیں کہ ایمرجنسی پرچیز ہو رہی ہے

جبکہ ایمرجنسی میں تو ٹینڈر ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر discretion چلی گئی۔ اب ڈیڑھ کروڑ روپے کی discretion میں purchase ہو رہی ہے اور ایک ہی پارٹی علی میڈیکوز سے ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ ان کی بات کا جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! انہوں نے جو گزارش کی ہے کہ اس میں جو ہسپتال ہیں ان کو خود مختار کر دیا گیا ہے، وہاں پر بورڈ آف مینجمنٹ اور کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں جو خود فیصلہ کرتی ہیں۔ ان کے پاس فنڈز موجود ہوتے ہیں وہ ایمرجنسی کی صورت میں ventilator سے لے کر اسپرین تک خود خرید سکتے ہیں اور ان کو ample funds فراہم کئے گئے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ اس پر کمیٹی بنا دیں اور میں یہ ثابت کر دوں گا کہ اس کے اندر local purchase میں جو کچھ ہو رہا ہے اور اگر میں ثابت نہ کر سکا تو استعفیٰ دے دوں گا۔

جناب سپیکر: یہ ٹھیک نہیں ہے اور ہم ایسا فیصلہ نہیں سننا چاہتے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ جو local or emergency purchase ہے اور جب emergency purchase میں tender نہیں دیا جاتا تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور وہ جو مرضی کرے۔ پھر وہ اس میں علی میڈیکوز لکھ رہے ہیں اور میں سیکرٹری صاحب سے سوال پوچھوں گا جو کہ میرا حق ہے کہ کیا یہ سیل ٹیکس میں رجسٹرڈ ہے اور اگر یہ رجسٹرڈ ہے تو کیا یہ فیڈرل گورنمنٹ کو inventory دے رہا ہے کہ میں نے یہ مال بیچا ہے؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس کو ہیلتھ کمیٹی کے سپرد کرتے ہیں اور آپ بھی اس میں شامل ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! شیخ صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک بات پوچھنا چاہوں گا کہ۔۔۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! آپ یہ جو کمیٹی کے سپرد کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اس میں نوید انجم صاحب کو شامل کیا جائے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اس میں یہ چیز شامل کر دیں کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم نے local purchase gradually بند کر دی ہے۔ میرے جواب میں جب میں نے کہا کہ 2006 میں پیسے زیادہ تھے اور 2007 میں کم کر کے الیکشن میں خرچ کر دیئے گئے ہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ یہ gradually بند کر دی گئی ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ یہ local purchase آج بھی چل رہی ہے اسے اس میں شامل کر دیں تاکہ اس کو بھی inquire کر دیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں دو سوال ہوئے ہیں۔ پہلے تو شیخ علاؤالدین صاحب نے ان دو سال میں پندرہ دفعہ یہ کہا ہے کہ میں استعفیٰ دے دوں گا تو میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں اور ان کا یہ تکیہ کلام بن گیا ہے کہ میں استعفیٰ دے دوں گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ ---

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ہم لوگ ان پر پابندی نہیں لگائیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں جو concrete الزامات ہیں جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ لکھ کر دیں، ہم اس کی تین دن میں inquiry کرائیں گے اور جو کرپٹ لوگ ہیں ان کو اٹھا کر باہر پھینکیں گے۔ دوسری بات local purchase کی ہوئی ہے اور اس کے بارے میں، میں نے یہ کہا ہے کہ اس کو ہم بند کر رہے ہیں اور 30 سے 35 فیصد local purchase ہو رہی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ ریکارڈ نکلوائیں کہ سیکرٹری صاحب نے کہا ہے کہ local purchase بند کر چکے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! کچھ ہسپتالوں میں بند کی گئی ہے اور باقی جگہ 30 سے 35 فیصد local purchase کی جا رہی ہے---

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! نہیں یہ after thought ہے، آپ فیصلہ کریں کہ یہ بالکل after thought ہے، purchasing ابھی بھی ہو رہی ہیں اور discretionary purchasing ہو رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں نے گزارش کی ہے کہ یہ کم کی جا رہی ہیں اور local purchase بند کی جا رہی ہے---

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! چلیں! آپ ان کا آج کا بیان نکال لیں۔

جناب سپیکر: چلیں! انہوں نے کہا ہے کم کی جا رہی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ دیکھ تو لیں اور ابھی انہوں نے کہا ہے---

جناب سپیکر: جی، میں نے دیکھ لیا ہے۔ اب مہربانی کر کے بس کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! شیخ صاحب میری بات سے بُرا منا گئے ہیں اور میری گزارش یہ ہے کہ میں اپنے مؤقف پر قائم ہوں کہ جو انہوں نے الزام لگائے ہیں وہ ثابت کریں---

جناب سپیکر: جی، اب آپ اس بات کو چھوڑ دیں اور آپ اپنے طور پر inquiry کروائیں---

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں شیخ صاحب کی بات کو verify کرتا ہوں کہ ضلع ملتان کی Purchase Committee کا میں ممبر ہوں اور آج تک کبھی کمیٹی کا اجلاس نہیں ہوا، ہمیں کوئی پتا نہیں ہے کہ کہاں سے یہ خریدتے ہیں اور کب خریدتے ہیں؟ میری پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے گزارش ہے کہ خدا کے لئے جواب صحیح دیں اور محکموں کو بھی آپ ہدایت کریں کہ روایت نہ بنائیں کہ اسمبلی میں جو بھی سوال کا جواب آئے وہ جھوٹ پر مبنی ہو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں معزز ممبر نے جو کہا ہے ان کو نہیں بلایا گیا تو انہوں نے آج ہی اس بات کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس سے پہلے سیکرٹری کو اطلاع کرتے، چیف سیکرٹری کو اطلاع کرتے، چیف منسٹر صاحب کو اطلاع کرتے یا ہمیں اطلاع کرتے کہ ان کو کیوں نہیں بلایا جا رہا۔ اب ہم اس بات کو ensure کریں گے کہ جب میٹنگ ہو تو ان کو بلائیں کیونکہ یہ ان کا حصہ ہیں۔ آج ہی انہوں نے آواز اٹھائی ہے تو آج ہی انشاء اللہ اس پر ایکشن لیں گے۔

جناب سپیکر: مجھے معزز ممبر پر بھی افسوس ہے کہ آپ ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے کمیٹی کی میٹنگ نہیں بلوا سکے یا اس میں شامل نہیں ہو سکے تو آپ کو پھر حق ہے---

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! دیکھیں! میں---

جناب سپیکر: بس، اب اس بات کو چھوڑ دیں۔ I will not allow this.

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! ہم تو ہر بات آپ کو زبردستی سنا دیتے ہیں لیکن یہاں پر کوئی سننے والا ہے، کسی بات پر عمل ہوتا ہے اور نہ ہی کسی ممبر کی بات سنی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ notice میں لے آئے ہیں۔ جی، اگلا سوال محترمہ راحیلہ خادم حسین کا ہے۔۔۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! ابھی تو میرا دوسرا سوال رہ گیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا سوال ابھی رہ گیا ہے؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! جی۔

جناب سپیکر: جی، یہ سوال تو بہت لمبا ہے اور میرے خیال میں آپ کا یہ سوال شیطان کی آنت جتنا لمبا ہے۔ ابھی نوید انجم صاحب کا سوال رہ گیا ہے۔ جی، محترم! سوال نمبر بولیں۔

جناب محمد نوید انجم: میرا سوال نمبر 2014 ہے۔

جناب سپیکر: پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

جناب محمد نوید انجم: جی، اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

میو ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی رقم کی تفصیلات

*2014: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) مالی سال 07-2006 اور 08-2007 کے دوران ایل پی کی مد میں کتنی رقم میو ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی، تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز کن کن فرموں، کمپنیز اور میڈیکل سٹور سے کی گئی؟

(د) ادویات کی لوکل پرچیز کن کن مقاصد کے لئے کی جاتی ہے اور اس کی منظوری کون سی اتھارٹی دے سکتی ہے؟

(ہ) ان سالوں کے دوران جو رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی، اس کی تحقیقات (انسپکشن) ہوئی تو کتنی رقم ہر سال خُورد بُرد کرنے کا انکشاف ہوا؟

(و) خُورد بُرد کے ذمہ دار کون کون سے ملازمین قرار پائے نیز ان کے خلاف کیا کیا ایکشن لیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) مالی سال 07-2006 میں میو ہسپتال لاہور میں ادویات کی لوکل پرچیز کے لئے 81,06,180/- روپے مختص کئے گئے تھے جبکہ مالی سال 08-2007 میں اس مد میں مبلغ 1,11,43,279/- روپے مختص کئے گئے۔

(ب) مالی سال 07-2006 میں کل رقم 81,06,180/- روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔
مالی سال 08-2007 میں کل رقم 1,11,43,279/- روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔

(ج) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز یوسف اینڈ میڈیکوز اور سی ایس ایچ فارمیسی سے کی گئی۔

(د) ادویات لوکل پرچیز ہسپتال میں دوائی موجود نہ ہونے کی صورت میں داخل مریضوں اور آؤٹ ڈور مریضوں کے لئے کی جاتی ہے اور اسکی منظوری میڈیکل سپرنٹنڈنٹ دیتے ہیں اور اگر خریدی جانے والی ادویات کی قیمت ایک ہزار روپے سے کم ہو تو ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ (سٹور) کرنے کے مجاز ہیں۔

(ہ) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ کی گئی اس کی تحقیقات (انسپکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم کے خُورد بُرد کا انکشاف نہ ہوا۔
آڈٹ رپورٹ 07-2006 میں ایک اعتراض لگا جس کا جواب یہ ہے کہ قواعد کے مطابق ایم ایس سالانہ ادویات کا ریٹ کنٹریکٹ کرنے کا مجاز تھا اور فنانشلز پاور 2006 کی دفعہ 2 کے مطابق اخراجات کئے گئے۔

(و) چونکہ اس میں تحقیقات (انسپکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم خُورد بُرد کرنے کا انکشاف نہیں ہوا اور نہ ہی کسی ملازم کو خُورد بُرد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے لہذا کسی کے بھی خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا۔

جناب محمد نوید انجم: ڈاکٹر صاحب نے جو جواب دیا ہے میں پوری طرح اس سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: جی، very good. شاباش۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو جز (و) ہے اس میں خُورد بُرد کے ذمہ داران کون کون سے ملازمین قرار پائے گئے ہیں نیز ان کے خلاف کیا کیا ایکشن لیا گیا ہے؟ اس سے پہلے چلڈرن ہسپتال کے حوالے سے بھی یہی سوال تھا اور جنرل ہسپتال کے حوالے سے بھی یہی سوال تھا تو تینوں جواب مشترک ہیں۔ اس میں کہا یہ گیا ہے چونکہ اس میں تحقیقات انسپکشن کے دوران کسی قسم کی خُورد بُرد کا انکشاف ہوا ہے اور نہ ہی کسی ملازم کو خُورد بُرد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے تو میری پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے گزارش ہے کہ ہسپتال کی حالت سب کے سامنے ہے تو یہ کون سی انسپکشن ٹیم ہے جنہوں نے لاہور کے تمام ہسپتالوں کو سرٹیفکیٹ جاری کر دیا ہے کہ وہاں پر کوئی کرپشن نہیں ہو رہی؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! دیکھیں کہ اگر خُورد بُرد نہیں ہوئی تو ہم اپنی طرف سے تو ان کے اوپر نہیں ڈال سکتے۔ اس میں CMIT اور محکمہ صحت نے inquiries کی ہیں اور کسی کے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں ہوا اس لئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی اور اگر الزام ثابت ہوں گے تو مکمل کارروائی کی جائے گی۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر: اللہ اکبر، اب پتا چلے گا۔ ڈاکٹر سعید الٰہی V/S کون؟ جی۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پرچیز تو ہو جاتی ہے اور جو medicines issues ہوتی ہیں ان میں بھی leakages ہوتی ہیں، فرضی ناموں پر issue ہو جاتی ہیں اور medicines باہر نکل جاتی ہے ان کو چیک کرنے کے لئے ان کے پاس کیا نظام ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ہمارے پاس فارمیسی، فارماسسٹ انتظامیہ کے لوگ موجود ہوتے ہیں جن کا باقاعدہ سو سال پرانا ادویات کا نظام ہے۔ میرے بھائی کو شاید علم نہیں ہے کہ سو سال سے دوائیاں inventory اور۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اگر ان کو بھی علم نہیں ہے تو پھر افسوس ہی ہے۔ اس بات میں آپ نے تھوڑی سی exaggeration سے کام لیا ہے اور اگر ان کو علم نہیں ہے تو پھر ہمیں بھی اس بارے میں بڑی مشکل سے علم ہو گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں اس لئے گزارش کر رہا ہوں کہ باقاعدہ نظام موجود ہے۔ یہ ہسپتال جو 50 اور 60 سال سے چل رہے ہیں وہاں پر ہر قسم کا نظام موجود ہے۔ اس میں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کرپشن اور دھاندلی والی چیزیں تو ہو سکتی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ایک نظام موجود ہے۔ آپ دیکھیں کہ جو چوری ہوتی ہے یا جو embezzlement ہوتی ہے اس کو ہم پکڑتے ہیں اس پر inquiry ہوتی ہے اور اس میں سزائیں ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب آگے چلیں۔ جی، اگلا سوال محترمہ راحیلہ خادم حسین کا ہے اور سوال نمبر بولئے گا؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! شکریہ۔ میرا سوال نمبر 2235 ہے اور جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ٹاؤن شپ لاہور میں سرکاری ہسپتالوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2235: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ٹاؤن شپ لاہور میں کتنے سرکاری ہسپتال ہیں یہ کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ٹاؤن شپ لاہور میں پائے جانے والے سرکاری ہسپتالوں میں کل کتنا پیرا میڈیکل سٹاف ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے ٹاؤن شپ لاہور میں پائے جانے والے ہسپتالوں میں مریضوں کو مفت ادویات فراہم نہیں کی جاتیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) حکومت پنجاب محکمہ صحت ضلع لاہور کے زیر کنٹرول مندرجہ ذیل چار عدد فلٹر کلینکس بالکل تیار ہیں جن کو سٹاف کی منظوری کے بعد شروع کر دیا جائے گا۔

1۔ گورنمنٹ فلٹر کلینک ٹاؤن شپ A-II بلاک نمبر 2، لاہور۔

2۔ گورنمنٹ فلٹر کلینک ٹاؤن شپ B-II بلاک نمبر3، سیکٹر B-II، لاہور۔

3۔ گورنمنٹ فلٹر کلینک ٹاؤن شپ سیکٹر C-I، بلاک نمبر2، لاہور۔

4۔ گورنمنٹ فلٹر کلینک ٹاؤن شپ سیکٹر C-II بلاک نمبر2، لاہور

(ب) مندرجہ بالا فلٹر کلینکس میں مندرجہ ذیل سٹاف کی منظوری ہو رہی ہے:۔

نمبر شمار	عہدہ/سکیل	نمبر شمار	عہدہ/سکیل
1	میڈیکل آفیسر BS-17 ایک عدد	6	مالی BS-2 ایک عدد
2	لیڈی ہیلتھ وزیٹر BS-9 ایک عدد	7	چوکیدار BS-2 ایک عدد
3	ڈسپنسر BS-6 ایک عدد	8	واٹر کیریئر BS-2 ایک عدد
4	مڈوائف BS-4 ایک عدد	9	وارڈ سرونٹ BS-2 ایک عدد
5	نائب قاصد BS-2 ایک عدد	10	سنٹری ورکر BS-2 ایک عدد

سٹاف کی منظوری کا کیس محکمہ خزانہ کو مورخہ 09-05-11 کو بھیج دیا گیا ہے۔

(ج) مندرجہ بالا فلٹر کلینکس شروع کرنے پر مفت ادویات مریضوں کو گورنمنٹ پالیسی کے مطابق دی جائیں گی۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس میں کہا گیا ہے کہ چار عدد فلٹر کلینکس بالکل تیار ہیں جن کو سٹاف کی منظوری کے بعد شروع کر دیا جائے گا۔ اس کا جواب 30۔مئی 2009 کو آیا تھا اور اس کی current position بتا دیں کہ کلینکس پر کتنا کام ہوا ہے؟

جناب سپیکر: جی، latest position بتائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ جو انہوں نے فلٹر کلینکس پوچھے ہیں یہ تیار ہیں لیکن ان کے ابھی بجٹ allocate نہیں ہوئے اس لئے ابھی کام شروع نہیں کر رہے لیکن ان کو بنا دیا گیا اور یہ تیار ہیں۔ میرا خیال ہے کہ انشاء اللہ اسی مالی سال میں شروع ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ نے کوئی اور ضمنی سوال تو نہیں کرنا؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! بہت شکریہ

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میرا اس میں ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، اعجاز احمد خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! اس میں جو سٹاف کی منظوری مانگی گئی ہے اس میں آپ غور کیجئے کہ یہ چار فلٹر کلینکس ہیں اور میرا پہلا سوال پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ ہے کہ ایک فلٹر کلینک کے اندر کتنے سٹاف کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہوں نے ایک میڈیکل آفیسر BS-17 مانگا ہے، ڈسپنسر بھی ایک مانگا ہے، لیڈی ہیلتھ وزیٹر بھی ایک مانگی ہے اور اس کے ساتھ نائب قاصد اور مالی دو دو مانگے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ distribution چار فلٹر کلینکس کے حوالے سے نہیں ہے۔ میرے حلقے کے اندر ٹاؤن شپ اور وحدت کالونی بھی آتے ہیں اور وحدت کالونی کے اندر ایک فلٹر کلینک چل رہا ہے۔ جس کے اندر ایک میڈیکل آفیسر بھی ہے، اس کے اندر ڈسپنسر بھی ہیں اور مکمل سٹاف کی facility موجود ہوتی ہے تو جس سٹاف کی منظوری انہوں نے ڈیپارٹمنٹ سے مانگی ہے اس کی distribution چار فلٹر کلینکس کے حوالے سے سمجھ نہیں آرہی۔ اس پر ذرا وضاحت دیں کہ ایک فلٹر کلینک کے لئے کتنا سٹاف required ہو گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): یہ جو فہرست دی گئی ہے یہ ایک فلٹر کلینک کی ہے جس میں دس قسم کے مختلف عہدے ہیں۔ اس میں سینٹری ورکر سے میڈیکل آفیسر تک سب کی تفصیل دی گئی ہے اور یہ چار فلٹر کلینکس کے حساب سے چالیس ہو جائیں گے۔ یہ ایک کی فہرست پیش کر دی گئی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ آگئیں؟ ماشاء اللہ۔

محترمہ سیمل کامران: جی، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں معزز پارلیمانی سیکرٹری سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ درست ہے کہ ہسپتالوں میں فری ادویات فراہم کی جارہی ہیں؟ جز (ج) میں یہ کہا گیا ہے کہ ٹاؤن شپ لاہور میں پائے جانے والے ہسپتال میں مریضوں کو مفت ادویات فراہم نہیں کی جارہیں تو میں بھی ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ درست ہے کہ ہسپتالوں کی ایمرجنسی، ICU میں مریضوں کو مفت ادویات فراہم کی جارہی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! گزشتہ دو برس میں ہسپتالوں میں مفت ادویات فراہم کی گئی ہیں اور یہ پالیسی اب تک جاری ہے۔ جو سوال یہ پوچھ رہی ہیں میرے خیال میں سوال یہ تھا کہ کئی ہسپتالوں میں یہ ادویات نہیں مل رہیں۔ انہوں نے indirectly سوال پوچھا

ہے۔ پالیسی جاری ہے لیکن چند ادویات کی فراہمی سیلاب کی وجہ سے اور financial constraints کی وجہ سے ابھی ممکن نہیں ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ جناح ہسپتال، سروسز ہسپتال، یہ میرا personal experience ہے، یہاں پر patients کو life saving drugs بھی نہیں ملتیں۔ میں معزز پارلیمانی سیکرٹری سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ ہسپتالوں والے جو دو ٹرک ادویات، تین ٹرک ادویات سیلاب زدگان کو بھجوا رہے ہیں وہ کس capacity سے بھجواتے ہیں، کیا وہ principal صاحب اپنی جیب سے بھجوا رہے ہیں یا وہ ہسپتال کے کھاتے میں سے بھجوائے جا رہے ہیں اگر ہسپتال کے کھاتے سے بھجوائے جا رہے ہیں تو وہاں پر patients کو life saving drugs کی ضرورت ہے۔ ان کو ICUs and Emergency میں دوائیاں کیوں نہیں ملتیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ جو ادویات مختلف ایم ایس صاحبان یا پرنسپل بھجوا رہے ہیں ان کا اس ہسپتال سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ donations سے اکٹھی کی گئی medicines ہیں جو ڈاکٹرز، پیرا میڈیکل سٹاف، نرسیں اور دیگر donors نے دی ہیں۔ وہ اکٹھی کرکے وہاں بھیجتے ہیں کیونکہ مختلف ہسپتالوں کی ٹیمیں سیلاب زدہ علاقوں میں کام کر رہی ہیں تو وہ ادویات وہاں پر خود جا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: اصل میں ان کو خدشہ یہ ہے کہ اس ہسپتال کا سٹاف وہیں سے تو ادویات ٹرک میں نہیں لا دیتے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! نہیں۔ یہ بالکل نہیں ہو رہا۔ کسی ہسپتال کی دوائی وہاں سے باہر یا سیلاب زدہ علاقے میں نہیں جا رہی۔ وہ donations ہیں۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ medical personnel and philanthropists اکٹھی کرکے بھیجتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، جناب ذوالفقار علی صاحب!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! سوال نمبر 2316 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں ڈاکٹروں کی اسامیوں کی تعداد و تفصیل

*2316: حاجی ذوالفقار علی: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں منظور شدہ ڈاکٹرز کی اسامیاں کتنی ہیں؟

(ب) اس وقت اس ہسپتال میں کتنے ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں؟

(ج) ڈاکٹرز کی کس کس گریڈ کی اسامیاں کب سے خالی ہیں نیز خالی اسامیاں کب تک پر کر دی جائیں گی؟

(د) کتنے ڈاکٹر ایمرجنسی میں روزانہ کی بنیاد پر ڈیوٹی دیتے ہیں، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

(ہ) ایمرجنسی میں داخل ہونے والے مریضوں کو کیا کیا سہولیات فراہم کی جاتی ہیں؟

(و) کیا حکومت اس ہسپتال کی ایمرجنسی کو extend کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں منظور شدہ ڈاکٹرز کی اسامیوں کی تعداد 388 ہے۔

(ب) اس وقت بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں 360 ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں۔

(ج) بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں گریڈ 18 کی 24 اسامیاں تقریباً 2 سال سے اور گریڈ 17 کی 4 اسامیاں تقریباً 2 ماہ سے خالی ہیں چونکہ ڈاکٹروں کی کنٹریکٹ پر تعیناتی کا سلسلہ فی الحال بند کر دیا گیا ہے اسی لئے ان کی مزید بھرتی اب بذریعہ PPSC ریگولر بنیادوں پر کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

(د) ایمرجنسی میں روزانہ کی بنیاد پر گریڈ 19 میں 4، گریڈ 18 میں 5 اور گریڈ 17 میں 24 ڈاکٹر کام کرتے ہیں جن کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) ایمرجنسی اور وارڈز میں داخل ہونے والے مریضوں کو علاج معالجہ، ٹیسٹ اور آپریشن کی تمام تر سہولیات مفت فراہم کی جا رہی ہیں۔

(و) حکومت پنجاب کے تعاون سے ایمرجنسی میں مزید توسیع جاری ہے اور چار عدد آپریشن تھیٹر زیر تعمیر ہیں۔

جناب سپیکر: جی۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں اس جواب کے جز(ب) سے مطمئن نہیں ہوں۔ اس وقت بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں جو ڈاکٹر موجود ہیں وہ 292 ہیں اور یہاں لکھا ہے 360 ہے۔

جناب سپیکر: یہ جب رپورٹ آئی ہے اس وقت کی بات ہو گی۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! ہم نے تو موجودہ بات کرنی ہے اور بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں مزید 200 ڈاکٹروں کی جو requirement ہے۔ یہ جواب تو غلط لکھا ہوا ہے۔ یہاں 360 لکھا ہے اور 292 تعداد ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہ جواب دے رہے ہیں۔ آپ ان کی بات سُنیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ تمام ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی کمی موجود ہے۔ نرسوں کی بھی، پیرامیڈیکل سٹاف کی بھی ہے اور خصوصاً بہاولپور، رحیم یار خان اور ملتان میں جو ڈاکٹروں کی کمی ہے اسے پورا کرنے کے لئے چیف منسٹر کی واضح ہدایات ہیں کہ پبلک سروس کمیشن سے پاس ہونے والے تمام Professors, Associate Professors, Medical Officers کو پہلے Southern Punjab میں بھیجا جائے اس کے بعد یہ یہاں آئیں اس لئے ان کی پالیسی کے مطابق جو وہاں کمی ہے اسے پورا کرنے کی مکمل کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: وہ کیا بات پوچھ رہے ہیں، وہ بھی سمجھیں ناں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے بتایا ہے کہ وہاں ڈاکٹروں کی تعداد 360 ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اسامیاں روز تبدیل ہوتی ہیں، ٹرانسفرز ہوتی ہیں، بھرتی ہوتی ہے، PPSC کی selection کے بعد لوگوں کو وہاں بھیجتے ہیں۔ یہ جس تاریخ کا نمبر دیا گیا ہے وہ صحیح ہے لیکن یہ میں نے گزارش کی ہے کہ transfers, postings and new appointments کی وجہ سے یہ نمبر ہر روز تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! کیا ہر روز 70 اسامیوں کے تبادلے ہو رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): نہیں۔ shortage ہو سکتی ہے اور ٹرانسفر بھی ہوتی ہیں، نئی پوسٹنگ بھی ہوتی ہیں تو اگر یہ آج کی exact figure جاننا چاہتے ہیں تو ہم ان کو آدھے گھنٹے میں بتا دیں گے۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں direct figures کی بات کر رہا ہوں اور میں بہاولپور کے اپنے ایک نمائندے سے پوچھ کر آیا ہوں وہاں 200 اسامیوں کی ضرورت ہے اتنا بڑا ہسپتال ہے۔ ان کا جواب ہی غلط ہے۔ چلیں! یہ بتا دیں کہ 200 اسامیاں جو باقی ہیں یہ کب تک پُر کر دیں گے ؟

جناب سپیکر: جی، بتائیں کیا وہاں پر 200 اسامیاں خالی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ سیکرٹری ہیلتھ یہاں پر بیٹھے ہیں وہ exact figure بتا رہے ہیں کہ 360 موجود ہیں۔

جناب سپیکر: جی، موجود ہیں؟

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میری اطلاع کے مطابق موجود نہیں ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ان کی اطلاع غلط ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو خالی اسامیاں ہیں اس میں چونکہ حکومت نے کنٹریکٹ پر پابندی لگائی ہوئی ہے اور پچھلے سولہ سال میں جو لوگ کنٹریکٹ پر بھرتی ہوئے تھے انہیں regularize کیا گیا ہے۔ اب تمام بھرتیاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے کی جا رہی ہیں جونہی بھرتی ہوتی ہے وہاں ڈاکٹرز بھیج دیتے ہیں۔ جہاں بہت ضرورت ہو وہاں پر ہم adhoc appointments بھی کر لیتے ہیں۔ آہستہ آہستہ تمام ہسپتالوں میں through PPSC and adhoc appointments سے کمی پوری کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: اب آپ فرما رہے ہیں کہ 360 ہیں اور ہمارے معزز ممبر نے confirmation کی ہے وہ confirm کر کے مجھے بتا رہے ہیں کہ 292 ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! latest figure 360 ہے۔ اس میں جو ڈاکٹر ریگولر بھرتی ہوئے ہیں وہ 1242 ہیں۔ ریگولر نئے ڈاکٹر 275 ہیں۔ adhoc male doctors 101 ہیں، adhoc females doctors 107 ہیں۔ ہمارے پاس یہ figures ہیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں نے تو آج صبح confirm کیا تھا، میں صبح کی رپورٹ دے رہا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ انٹرنیٹ پر دیکھ کر بتا دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! سیکرٹری ہیلتھ موجود ہیں میں ان کو ان کے ساتھ بھیج دوں گا یہ جا کر verify کر لیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے figures دی ہیں میں ان کو غلط نہیں کہہ سکتا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! سیکرٹری صاحب بہت اچھی بات کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بہت کوشش ہو رہی ہے۔ میری گزارش ہے کہ کتنے ڈاکٹروں کو ابھی سعودی عرب کے لئے این او سی دیا گیا ہے یہ بتائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں دو گزارشات ہیں کہ ایک تو سعودی عرب ہمارا برادر ملک ہے اور اعلیٰ سطح پر حکومت نے رابطہ کیا تھا کہ ان کو ڈاکٹروں کی ضرورت ہے تو اس میں باقاعدہ ایک سروے کرنے کے بعد، study کرنے کے بعد وہ شعبہ جات جہاں پر ہمارے پاس ample number of doctors موجود تھے ان کو این او سی دیئے گئے ہیں اور جہاں ہمارے پاس shortage ہے ان کو ہم نے این او سی جاری نہیں کئے اور وہ یہیں کام کر رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ میں برادر یا دشمن ملک کی بات نہیں کر رہا۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ ہمارے عوام کو 35 سے 40 لاکھ روپے میں ڈاکٹر پڑتا ہے جو این او سی دیئے گئے ہیں وہ ظلم عظیم کیا گیا ہے۔ یہ ڈاکٹروں کی shortage کبھی نہیں پوری ہوگی اور کسی سیکٹر میں کوئی ڈاکٹر ہمارے پاس نہیں ہے اور ان کی shortage کی وجہ یہ ہے کہ حکومت نے اب پھر این او سی دیئے ہیں۔ یہ بات نہیں ہو رہی کہ برادر ملک ہے۔ وہ پانچ لاکھ روپے دے کر بھی ڈاکٹر لے سکتے ہیں وہ پہلے دوسرے ملکوں سے ڈاکٹر لیتے تھے، Central Asian Countries سے لیتے تھے، انگلینڈ سے لیتے تھے اب وہ یہاں سے ڈاکٹر لیتے ہیں ہمارے پاس ڈاکٹروں کی شدید کمی ہے اور میں یہ بات On the floor of the House لانا چاہتا ہوں کہ جب تک ان ڈاکٹروں کے این او سی نہیں بند کریں گے ان کے پاس shortage ختم نہیں ہوگی۔ ایک طرف خواتین ڈاکٹر شادی کے بعد کام نہیں کرتیں اور ایک طرف male doctors کو این او سی دیئے جا رہے ہیں یہ کبھی shortage پوری نہیں ہوگی۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میری شیخ صاحب کی بات پر reservation ہے کیونکہ میں بھی ڈاکٹر ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ بیٹھیں۔ آپ دو دفعہ سوال کر چکی ہیں، اب بیٹھ جائیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں شیخ صاحب کی بات سے متفق نہیں ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: قواعد و ضوابط کے مطابق آپ کا سوال اب نہیں آ سکتا۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔ شیخ صاحب نے بالکل غلط بات کی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میری بات سُن لیں۔

جناب سپیکر: میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ بیٹھ جائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ جو شیخ علاؤالدین صاحب نے فرمایا ہے کہ شدید کمی ہے تو اس میں شدید کا لفظ کم کر لیں، کمی ہے اور گزارش یہ ہے کہ دشمن اور دوست میں تمیز کرنا بہت ضروری ہے۔ وہ دوست ملک جو ہم پر بُرے وقتوں میں احسان کرتے ہیں، وفاقی حکومت کو انہوں نے درخواست کی اور ان کی درخواست پر وہاں ڈاکٹر بھیجے جا رہے ہیں اور یہ ہمارے لئے فخر کی بات ہے کہ انڈیا، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، بھوٹان کے باوجود اس خطے سے صرف پاکستانی ڈاکٹروں کا انتخاب ہو رہا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے ڈاکٹر دُنیا کے بہترین ڈاکٹر ہیں اور انہیں اچھی تنخواہوں پر لے جایا جا رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ specialties جن میں Anasthesia and Radiology ہے ان میں shortage ہے۔ اس میں ہم نے این او سی جاری نہیں کئے جس specialty میں ہمارے پاس وافر ڈاکٹر موجود ہیں ان کو ہم نے NOC دیئے ہیں اور دوستوں دشمنوں میں تفریق بھی ضروری ہے۔ وہ ملک جو ہمارے دوست ہیں ہم پر احسان کرتے ہیں request کرتے ہیں وہ ہمیں ماننی پڑتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! دوست اور دشمن کی بات نہیں ہے میرے اور آپ کے حلقے کو جو مسئلہ درپیش ہے، یہاں تو ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر باتیں ہوتی ہیں سرکاری گاڑیوں اور سرکاری ٹیلیفون پر باتیں بھی ہوتی ہیں اور ہمیں یہ باتیں بڑی اچھی لگتی ہیں۔ آپ اس غریب آدمی کی بھی بات سوچیں جس کا بچہ بے چارہ بیمار ہوتا ہے اور -/50 روپے اس کی جیب میں ہوتے ہیں اور اس کو کہا جاتا ہے کہ referred to Lahore اور اس کا پھر جو حال ہوتا ہے میں کس برادر ملک کی بات کروں برادر ملک ایک جج کے لئے پانچ لاکھ روپے لیتا ہے۔ یہاں پر برادر اور دشمن کی بات نہیں ہو رہی، آپ جواب دیں کہ آپ کے حلقہ میں کیا پوزیشن ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ پنجابی میں کہتے ہیں کہ "پہلے پیٹ پوجا پھر کم دوجا" اگر آپ کے پاس ڈاکٹر وافر ہیں تو پھر ضرور دیں وہ ہمارے دوست ہیں ہم پر ان کے بہت احسانات ہیں اور اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے لیکن پہلے آپ اپنی requirement تو پوری کریں۔ اس کا کوئی طریق کار بنائیں اگر آپ سب ڈاکٹروں کو ادھر بھجوادیں گے تو پھر ہمارا کام کیسے چلے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں نے پہلے ہی یہ گزارش کی ہے کہ میرے بھائی استعفیٰ نہ دیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، اس کو آپ اپنے طور پر دیکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! گزارش یہ ہے کہ ہم نے وہ ڈاکٹر بھجوائے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ بھی میرے خیال میں اب اس بات کو نہیں چھوڑیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! اس پر پوری brain storming کی گئی ہے۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اب یہ بات چھوڑ دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ خود فیصلہ کر لیں۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو کہہ دیا ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! آپ بات تو کرنے دیں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ No supplementary question on this.

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): حکومت نے اس پر بڑی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا ہے اور جن شعبہ جات میں ڈاکٹر ہمارے پاس وافر مقدار میں موجود تھے جیسا کہ سرجری اور میڈیسن

میں ہمارے پاس ہر وارڈ میں پچیس پچیس fellowships موجود ہیں، FCPS لوگ موجود ہیں وہاں سے ہم نے لوگ بھیجے ہیں اور جہاں پر ہمارے پاس کمی ہے میں نے گزارش کی ہے کہ جیسے Radiology ہے Anasthesia ہے وہاں پر ہم نے کوئی آدمی نہیں بھیجا جہاں ہمارے پاس extra numbers تھے ان کو ہم نے allow کیا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں بس ٹھیک ہے۔ محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ!

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر۔ سوال نمبر 2351 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ کے ہر ضلع میں برن یونٹس کا قیام

*2351: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں حکومت کے زیر کنٹرول صرف بڑے شہروں کے ہسپتالوں میں برن یونٹ قائم ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پسماندہ اضلاع میں برن یونٹ قائم نہ ہیں جس کی وجہ سے مریضوں کو مجبوراً لاہور یا ملتان لے جانا پڑتا ہے، جو کہ جلے ہوئے مریضوں کے لئے بڑی تکلیف دہ صورتحال ہوتی ہے؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع کے ہسپتالوں میں برن یونٹ قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ برن یونٹ پنجاب کے بڑے ہسپتالوں میں قائم ہیں جن میں برن یونٹ میو ہسپتال، برن سنٹر جناح ہسپتال لاہور، برن سنٹر ملتان، برن سنٹر الائیڈ ہسپتال فیصل آباد، برن سنٹر ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی شامل ہیں۔

(ب) جی ہاں۔ یہ درست ہے۔

(ج) چونکہ برن مراکز کو چلانے کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ فی الحال ضلعی ہسپتالوں میں فراہم کرنا مشکل ہے اس کے علاوہ جلے ہوئے مریضوں کا

علاج خاصا مہنگا ہے اس کے باوجود ضلعی ہسپتالوں کے آپریشن تھیٹرز کو ضروری سہولیات مہیا کی جارہی ہیں تاکہ وہ جلے ہوئے مریضوں کا ابتدائی طور پر علاج کر سکیں۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال؟

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! جز (ج) میں جواب دیا گیا ہے کہ Burn Units کو چلانے کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ ابھی میرے بھائی کہہ رہے ہیں کہ یہاں پر ابھی تک ڈاکٹروں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر ڈاکٹروں کی خاصی تعداد موجود ہے تو پھر یہ اس قسم کا جواب کیوں دے رہے ہیں کہ اس کے لئے تربیت یافتہ ڈاکٹر چاہئیں۔۔۔(شور وغل)

MR. SPEAKER: Order please, Order please.

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں آپ کی وساطت سے محترم بھائی سے پوچھنا چاہوں گی کہ مجھے یہ بتائیں کہ کیا آپ نے اس سلسلے میں کبھی یہ کوشش کی ہے کہ ہم دیکھیں کہ ڈاکٹروں کے لئے کتنی اسامیاں موجود ہیں اور کن کن کو ہم ان seats پر لا سکتے ہیں یا اس مسئلے کو حل کر سکتے ہیں۔ یہاں شہروں میں ڈاکٹر ڈگریاں لے کر پھر رہے ہیں۔ لاہور، اسلام آباد میں آپ نے کتنے لوگوں کو accommodate کیا ہے کتنے لوگوں کو آپ نے ملازمتیں دی ہیں اس کا جواب مجھے دیا جائے؟

جناب سپیکر: آپ جلدی جلدی جواب دیں ٹائم بہت تھوڑا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! لاہور میں Burn Unit قائم کر دیا گیا ہے۔ ایک بلین روپے سے لاہور کے جناح ہسپتال میں Burn Unit قائم کر دیا گیا ہے اور اس وقت تمام ٹیچنگ ہسپتالوں میں Burn Units قائم ہیں اور وہاں پر تیس سے زائد لوگ پلاسٹک سرجری میں fellowship کر رہے ہیں تاکہ ان کو Burn Units میں لگایا جا سکے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ بس کافی ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں نے یہ نہیں پوچھا کہ Burn Unit ہے یا نہیں، اس کی تفصیل آ چکی ہے۔ میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ یہ جو انہوں نے جز (ج) میں جواب دیا ہے کہ اعلیٰ تربیت یافتہ لوگوں کی ضرورت ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ ابھی بھی آپ کے پاس ڈاکٹروں کی کمی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس وافر مقدار میں ڈاکٹر موجود ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ ان کو accommodate کیوں نہیں کر رہے آپ ان کو jobs کیوں نہیں دے رہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! میں نے تو پہلے ہی یہ گزارش کی ہے کہ ہمارے پاس وافر مقدار میں ڈاکٹر موجود ہیں اور پچھلے چار ماہ میں سترہ سو ڈاکٹروں کو پنجاب میں ملازمتیں دی گئی ہیں۔۔۔

رائے محمد اسلم خان: جناب والا! میرا ایک بہت ہی ضروری سوال ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، تشریف رکھیں۔ میری بھی ضروری باتیں ہیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب والا! انتہائی ضروری سوال ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں وہ ان کے ضمنی سوال کا جواب دے رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): اس میں گزشتہ چار ماہ میں سترہ سو نئے ڈاکٹروں کو ملازمت دی گئی ہے اور انہیں دور دراز کے علاقوں میں بھیجا جا رہا ہے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ South میں اور ان علاقوں میں جہاں ڈاکٹروں کی کمی ہے selected ڈاکٹروں کو پہلے وہاں بھیجا جا رہا ہے۔ اس کے بعد ان کو بڑے شہروں میں لایا جا رہا ہے۔۔۔

رائے محمد اسلم خان: جناب والا! میری بھی ایک ضروری بات ہے۔

جناب سپیکر: مجھے ان کی بات سننے دیں آپ کیا کر رہے ہیں آپ اپنا question مجھے دیں۔ ایسے نہ کریں پلیز جن کا سوال ہے انہیں ضمنی سوال پر بات کرنے دیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب والا! ہمارا جو DHQ ہسپتال ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اس وقت آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ سے بعد میں پوچھوں گا۔ آپ کی مہربانی۔

رائے محمد اسلم خان: جناب والا! آپ ہمارے ضلع کا حال بھی دیکھ لیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں چار سال سے ڈاکٹر نہیں ہیں۔ ہمارا ایم ایس تک نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ انہیں بات کرنے دیں۔ حضرت! اب آپ جانے دیں۔ آپ کی مہربانی۔ محترمہ ثمینہ نوید!

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آپ کی مہربانی۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ بھی جلدی کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہم House میں اپنے حلقے کے مسائل آپ کو سنانے کے لئے آتے ہیں۔ آپ کو بتانے کے لئے آتے ہیں کہ آپ کی حکومت میں پنجاب میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ ہماری بات کو سنا کریں اور اس کا جواب بھی واضح طور پر آنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ آپ فرمائیں!

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! دو سال پہلے سوال کیا تھا اور آج جواب آ رہا ہے اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتا رہے ہیں کہ ۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: اتنی اہم بات ہو رہی ہے اور آپ پتا نہیں کیا کر رہے ہیں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! یہ تیاری کر کے آتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس جواب ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، محترمہ! وہ تیاری کر کے آتے ہیں۔ ایسے نہ کہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): محترمہ! ایسے ہی ناراض ہو گئی ہیں۔ میں نے گزارش کی ہے کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: ان کو ناراض نہ ہونے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جی، میں ناراض نہیں ہونے دوں گا۔

جناب سپیکر: ابھی میں ان کو راضی کرتا ہوں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! میں کوشش کرتا ہوں کہ یہ ناراض نہ ہوں اور ان کی ساری خواہشات پوری ہو جائیں۔ اس میں، میں نے یہ گزارش کی ہے کہ پچھلے چار مہینے میں سترہ سو ڈاکٹروں کو بھرتی کیا گیا ہے۔ دو سو سپیشلسٹوں کے لئے اشتہار دے دیا گیا ہے اور جہاں پر ضرورت ہو وہاں پر سپیشل بورڈ کے ذریعے select کر کے ان کو ہم وہاں بھیجتے ہیں۔ جہاں جہاں ڈاکٹروں کی کمی ہے ان کو مرحلہ وار پورا کیا جا رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ڈاکٹر دور دراز کے علاقوں میں نہیں جاتے کیونکہ ان کو وہاں پر وہی مشکلات ہیں جو ایک عام آدمی کو ہیں۔ ہمارے معزز ممبران اپنے علاقے کا کوئی ڈاکٹر لے آئیں تو ہم اسی وقت ان کو وہاں پر لگا دیں گے۔

جناب اللہ رکھا: جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز آپ تشریف رکھیں۔ محترمہ اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔ جلدی کریں، معاملہ خراب ہو رہا ہے۔

جناب اللہ رکھا: جناب والا! میرے حلقہ کی بات ہے، مجھے بھی موقع دیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ان کے سوال پر آپ نہیں بول سکتے۔ اللہ رکھا صاحب پلیز آپ تشریف رکھیں۔ محترمہ جلدی کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): سوال نمبر 2352 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

مشرقی / شمالی لاہور میں بڑے ہسپتال کا قیام

*2352: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے جنوبی اور غربی حصہ میں بہت سے اور جدید سہولتوں سے لیس ہسپتال موجود ہیں جو کہ حکومت پنجاب کے زیر کنٹرول ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور کے مشرقی اور شمالی حصہ میں شالامار ٹاؤن اور واہگہ ٹاؤن میں حکومت پنجاب کے زیر کنٹرول ایک بھی بڑا ہسپتال نہ ہے، بلکہ کوئی ضلعی یا تحصیل لیول کا ہسپتال بھی نہ ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت لاہور کے مشرقی / شمالی حصہ میں بھی کوئی جدید سہولتوں سے لیس ہسپتال قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) ہاں! یہ درست ہے کہ جنوبی لاہور میں جناح ہسپتال جدید سہولتوں کا حامل ہے اور حکومت پنجاب کا ہی ادارہ ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ بلکہ حکومت پنجاب کے زیر کنٹرول شالامار ٹاؤن میں گورنمنٹ کوٹ خواجہ سعید ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال۔II جدید سہولتوں کا حامل ہے جس میں مہیا کی جانے والی سہولتوں کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور چوبیس گھنٹے کام کر رہا ہے۔ واہگہ ٹاؤن میں بھی حکومت پنجاب کے زیر کنٹرول ایک دیہی مرکز صحت، برکی اور 6 بنیادی مراکز

صحت جو کہ i۔ کرول، ii بھسین، iii ڈوگرائے کلاں، iv مناواں، v منہالہ اور vi ہڈیارہ کام کر رہے ہیں۔

(ج) لاہور کے مشرقی اور شمالی حصہ میں حکومت کے زیر کنٹرول جدید سہولتوں سے آراستہ ہسپتال کام کر رہے ہیں۔ ان میں شالامار ٹاؤن میں گورنمنٹ کوٹ خواجہ سعید DHQ-II ہسپتال اور واہگہ ٹاؤن کے دیہی علاقہ میں آر ایچ سی برکی اور 6 بنیادی مراکز صحت شامل ہیں۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال؟

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! جز (الف) میں کہا گیا ہے کہ لاہور کے جنوبی اور غربی حصہ میں جدید سہولیات سے لیس ہسپتال موجود ہیں میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ پنجاب کے دوسرے حصوں کا کیا قصور ہے کہ ان کو ignore کیا جا رہا ہے وہاں پر وہ ہسپتال جہاں پر جدید سہولیات ہوں وہ کیوں نہیں بنائے جا رہے۔ اس کا جواب انہوں نے کیا دیا ہے کہ ہاں یہ درست ہے کہ جنوبی لاہور میں جناح ہسپتال جدید سہولتوں کا حامل ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہاں پر ایک ہی ہسپتال ہے، کیا یہاں پر اور ہسپتال نہیں ہیں یا ان کے علم میں نہیں ہے یا یہ جاننا نہیں چاہتے۔ پنجاب کے دوسرے حصوں کو آپ دیکھیں کہ وہاں پر کوئی جدید ہسپتال نہیں ہے۔ ہسپتال بہاولپور میں ہیں ملتان میں ہیں راولپنڈی میں ہیں لاہور میں ہیں کیا عوام یہیں پر بستی ہے باقی لوگوں کا اس پر کوئی حق نہیں ہے ان کو مفت میڈیکل سہولیات دی جائیں؟

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! اس میں سوال کچھ اور تھا اور معزز ممبر نے کچھ اور پوچھ لیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ میں ان کے علم میں یہ بات لے آؤں کہ پنجاب حکومت نے پچھلے دو سال میں ہیلتھ بجٹ کو چار گنا بڑھایا ہے اور فری میڈیسن کے لئے 6۔ارب روپے رکھا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس کے علاوہ پنجاب بھر کے 87 ہسپتالوں میں ائر کنڈیشنڈ اور جنریٹر لگائے گئے ہیں سوا دو بلین اس پر خرچ کیا گیا ہے۔ حکومت کی جو پالیسی ہے بالکل واضح ہے۔ ہم پاکستان کے پنجاب کے ہر شہر میں، ہر گاؤں میں اور ہر قصبے میں یہ کوشش کر رہے ہیں کہ بنیادی طبی سہولتیں فراہم کریں۔

جناب سپیکر: اچھا ایک بات بتائیں یہ سپیکر کہاں جائے؟ (قہقہے)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! حکم فرمائیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب رہنے دیں، بعد میں بات کروں گا۔ محترمہ! آپ کا سوال آگیا ہے اب مجھے انہیں کچھ سمجھانے دیں۔ آپ منسٹر ہیں میں آپ کے لئے ایک آخری بات کرنا چاہتا تھا لیکن میرے خیال میں مجھے خاموشی ہی اختیار کر لینی چاہئے۔ سوال نمبر 2359 ہے اس کا جواب آنا تھا۔ آرڈر پلیز۔ آپ بیٹھیں گی یا نہیں؟ پہلے میری بات سنیں۔ چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کا سوال ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! سوال نمبر 2359 ہے۔ 22 ماہ ہو گئے ہیں لیکن اس کا جواب ہی نہیں آیا۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! چیمہ صاحب کا سوال نمبر 2359 ہے۔ کیا آپ کے پاس اس کا جواب آگیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس کی انکوائری ہو رہی ہے جونہی مکمل ہوتی ہے اس سے ایوان کو آگاہ کیا جائے گا۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! کیا دو سالوں میں انکوائری ہی نہیں ہوئی؟

جناب سپیکر: میں قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب کے قاعدہ (2)54 کے تحت حاصل شدہ اختیارات کے تحت انکوائری کا حکم دیتا ہوں۔ اس کی انکوائری کی جائے اور اس کی رپورٹ اس ایوان میں بھی پیش کی جائے۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

فیصل آباد کے سرکاری ہسپتالوں میں قائم ایچ آئی وی ایڈز کلینکس کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1387: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا فیصل آباد کے سرکاری ہسپتالوں میں ایچ آئی وی ایڈز کلینک یا یونٹ موجود ہیں، اگر ہیں تو اس کی تفصیل بتائی جائے نیز یہاں آنے والے مریضوں کی اوسط تعداد اور انہیں دی جانے والی طبی سہولیات کی تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

فیصل آباد کے سرکاری ہسپتال میں HIV/AIDS کے سنٹر/یونٹ موجود ہیں، پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام (PACP)، محکمہ صحت، پنجاب کے مختلف شہروں میں 12 تشخیصی سنٹروں میں سے ایک سنٹر الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں موجود ہے جو کہ ہسپتال کے Pathology Lab کے ساتھ منسلک ہے اس سنٹر کے انچارج ہسپتال کے پتھالوجسٹ ڈاکٹر محمد احمد شاہ صاحب ہیں۔ مذکورہ سنٹر میں HIV Test کی سہولت مفت فراہم کی جاتی ہے، پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام (PACA) اعلیٰ کوالٹی کی HIV Kits بذریعہ WHO/UNICIEF کے تعاون سے خرید کر مہیا کرتا ہے سنٹر کی رپورٹ کے مطابق رواں سال 08۔2007 میں اس سنٹر میں 536 HIV ٹیسٹ کئے گئے ہیں جن میں سے 104 خون کے نمونے Positive HIV پائے گئے۔

الائیڈ ہسپتال، فیصل آباد میں ایڈز کے ٹیسٹ اور کونسلنگ کے لئے Voluntary Counseling & Testing (VCT) سنٹر ایک مقامی سوشل تنظیم کے تعاون سے کام کر رہا ہے اس سنٹر میں فری ٹیسٹ کی سہولت کے علاوہ ایڈز کے بارے میں آگاہی کا مواد اور Kits پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام (PACA) فراہم کرتا ہے۔ اس سال کی کوارٹرلی رپورٹ (July-September 2008) کے مطابق 144 لوگوں سے رابطہ کیا گیا 81 لوگوں کا HIV ٹیسٹ کیا گیا جن میں سے کوئی ٹیسٹ +ve نہیں تھا۔

اس کے علاوہ، کیونکہ HIV/AIDs ایک جنسی بیماری ہے الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں Sexually transmitted Infections(SITs) کلینکس کام کر رہے ہیں مردوں کے لئے یہ سہولت Dermatology ڈیپارٹمنٹ جبکہ عورتوں کے لئے گائنی ڈیپارٹمنٹ میں موجود ہے۔ STIs کے علاج کے لئے ان ڈیپارٹمنٹس میں پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام(PACP)ادویات خرید کر بلا معاوضہ فراہم کرتا ہے تاکہ یہ سہولت مریضوں کو مفت دی جائے۔

فیصل آباد میں الائیڈ ہسپتال اور سول ہسپتال میں بلڈ بنکس Blood Banks موجود ہیں جن کو بذریعہ ادارہ برائے انتقال خون پنجاب Hepatitis-B & HIV کی سکریننگ کے لئے Kits پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام(PACP) خرید کر مفت فراہم کرتا ہے۔

مزید برآں کہ تشخیصی سنٹر میں اگر کوئی شخص Positive آتا ہے تو اس کے لئے اس کو (HIV/AIDs Treatment & Care Center) سپیشل کلینک میں ریفر کر دیا جاتا ہے جو کہ میو ہسپتال لاہور، شوکت خانم ہسپتال لاہور، سروسز ہسپتال لاہور، ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا اور حال ہی میں جناح ہسپتال لاہور میں بنائے گئے ہیں یہاں ایڈز کا علاج ماہرین کرتے ہیں، کیونکہ اس کا علاج خاص تربیت یافتہ ڈاکٹروں کے ذریعے ممکن ہے۔ یہاں ایڈز کے علاج کی مخصوص دوائیاں اور دیگر ادویات موجود ہیں جو کہ مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام(PACP)اس طرح کے سنٹروں کی تعداد مرحلہ وار بڑھا رہا ہے اور عنقریب فیصل آباد اور ملتان میں اس طرح کے سنٹر بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

ضلع بہاولپور میں بی ایچ یو، آر ایچ سیز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2442: حاجی ذوالفقار علی: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع بہاولپور میں کتنے بی ایچ یوز، آر ایچ سی اور تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں کے نام مع جگہ کی تفصیل بتائیں؟

(ب) ان میں ڈاکٹر کی کتنی اسامیاں کس کس جگہ اور کتنی کس کس گریڈ کی خالی ہیں؟

(ج) خالی اسامیوں پر تعیناتی کب تک متوقع ہے؟

وزیر اعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع بہاولپور میں 71 بی ایچ یوز، 10 آر ایچ سیز اور 4 تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتال ہیں جن کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع بہاولپور کے تحصیل ہسپتالوں، رورل ہیلتھ سنٹروں اور بنیادی طبی مراکز میں سپیشلسٹ ڈاکٹرز کی گریڈ 18 کی (23)، میڈیکل آفیسرز کی (50) وومن میڈیکل آفیسرز کی (3)، جبکہ ڈینٹل سرجن کی (1) اسامی خالی ہے جن کی تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) چونکہ ڈاکٹروں کی کنٹریکٹ پر تعیناتی کا سلسلہ فی الحال بند کر دیا گیا ہے اسی لئے ان کی مزید بھرتی اب بذریعہ PPSC ریگولر بنیادوں پر کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر کی میرٹ سے ہٹ کر ترقی کی تفصیلات

*2533: ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایسوسی ایٹ پروفیسر (بیکٹریالوجی) انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ لاہور میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر میڈیکل انٹیالوجی اینڈ پیرا سائیکالوجی کی 2001 میں بھرتی ہوئی تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ 2004 میں موصوفہ کو سیکرٹری ریگولیشن کی مخالفت کے باوجود اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے رولز ریلیکس کرتے ہوئے اس کا کیڈر تبدیل کر کے اسسٹنٹ پروفیسر بیکٹریالوجی تعینات کر دیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ موصوفہ بیکٹریالوجی کے شعبہ کی نہ تو ڈگری کی حامل ہیں اور نہ ہی تجربہ رکھتی ہیں، اس کے باوجود اور بغیر ہارڈشپ کے اس کا کیڈر تبدیل کیا گیا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایسوسی ایٹ پروفیسر ترقی کے لئے متعلقہ شعبہ میں سات سال تجربہ بطور اسسٹنٹ پروفیسر ہونا ضروری ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ موصوفہ کا بیکٹریالوجی کے شعبہ میں صرف چار سال کا تجربہ ہونے کے باوجود اس کو 2004 میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر پروموٹ کر دیا گیا؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کو پروموٹ کرنے کے لئے دو مختلف شعبہ جات کا تجربہ اکٹھا کر کے اس کا تجربہ 7 سال کیا گیا؟

(ز) کیا یہ بھی درست ہے کہ موصوفہ کے پاس اس وقت چار مختلف عہدوں کا اضافی چارج ہے حالانکہ اس کے پاس جن شعبہ جات کا اضافی چارج ہے، اس کا ان شعبہ جات کے بارے میں کوئی علم یا تعلیم نہ رکھتی ہے اور نہ ہی تجربہ کی حامل ہیں؟

(ح) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت موصوفہ کی رولز میں نرمی کر کے ترقی دینے اور کیڈر تبدیل کی تحقیقات کروانے اور اس سے اضافی شعبہ جات کا چارج واپس لینے اور اس کو اس کی اصل پوسٹ پر تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ڈاکٹر زرفشاں طاہر مورخہ 2001-12-03 کو انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ لاہور میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر میڈیکل اینٹالوجی اینڈ پیرا سائیکالوجی بھرتی کیا گیا۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ موصوفہ کے اسسٹنٹ پروفیسر میڈیکل اینٹامالوجی اینڈ سائیکالوجی سے بیکٹریالوجی کیڈر تبدیل کرنے پر سیکرٹری ریگولیشن نے مخالفت کی تھی۔ دراصل سیکرٹری ریگولیشن نے رائے دی تھی کہ رول 3 اور 16 آف دی پنجاب سول سرونٹس اپائنٹمنٹ اینڈ کنڈیشن آف سروس رولز 1974 میں نرمی کر کے متعلقہ آفیسر کا کیڈر تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے مجاز اتھارٹی کی منظوری سے کیڈر تبدیل کیا گیا۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ موصوفہ ڈاکٹر صاحبہ کے پاس ایم فل مائیکروبیالوجی کی ڈگری ہے جو کہ مطلوبہ قانونی معیار کے مطابق درست ہے۔

(د) یہ بھی درست نہ ہے۔ قانون کے مطابق ایسوسی ایٹ پروفیسر کی ترقی آن ریگولر بنیاد کے لئے سات سال کی بجائے پانچ سالہ ٹیچنگ تجربہ درکار ہے۔

(ہ) مذکورہ ڈاکٹر صاحبہ کو بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر ایکٹنگ چارج ترقی دی گئی نہ کہ ریگولر بنیاد پر یہ ایکٹنگ چارج ترقی Appointments & Condition Service Rules 1974 کے جز (10-A) کے تحت دی گئی۔ جس کے لئے تجربہ مطلوبہ سروس کا 75 فیصد درکار ہوتا ہے جو کہ مذکورہ ڈاکٹر صاحبہ پورا کرتی تھی۔

(و) ایضاً۔

(ز) حکومت نے متعلقہ ڈاکٹر کو صرف بیکٹر یالو جسٹ کے عہدے کا چارج دیا ہوا ہے کیونکہ متعلقہ شعبہ کا اور کوئی بھی موزوں ڈاکٹر موجود نہ ہے۔

(ح) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مجاز اتھارٹی کی منظوری کے بعد قانون میں نرمی کر کے سیکرٹری ریگولیشن کی رائے کے مطابق کیڈر تبدیل کیا گیا ہے۔ اضافی چارج کے متعلق جز(ز) میں بیان کر دیا گیا ہے۔

پنجاب میں ٹی ایچ کیو ہسپتال کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2563: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب میں کتنے ٹی ایچ کیو ہسپتال ہیں؟

(ب) کیا ٹی ایچ کیو ہسپتال کا ایم ایس گریڈ 19 کا ڈاکٹر لگنے کا اہل ہوتا ہے؟

(ج) کتنے ٹی ایچ کیو ہسپتالوں میں ایم ایس 19 گریڈ کے کون کون سے ہسپتالوں میں لگے ہوئے ہیں ان کے نام و تاریخ تعیناتی سے بھی آگاہ فرمائیں؟

(د) کتنے ٹی ایچ کیو ہسپتالوں میں 17 گریڈ کے ڈاکٹرز کو ایم ایس لگایا گیا ہے، ان کے نام و تاریخ تعیناتی سے بھی آگاہ فرمائیں؟

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ حکومتی پالیسی کی خلاف ورزی نہ ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب میں 75 ٹی ایچ کیو ہسپتال ہیں۔

(ب) ٹی ایچ کیو ہسپتال کا ایم ایس گریڈ 19 اور DPH ہوتا ہے۔

(ج) پنجاب کے 57 ٹی ایچ کیو ہسپتالوں میں ایم ایس گریڈ 19 کے کام کر رہے ہیں۔ تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) پنجاب کے 07 ٹی ایچ کیو ہسپتالوں میں ایم ایس گریڈ 17 کے تعینات ہیں۔ تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) حکومت پنجاب، محکمہ صحت THQ ہسپتالوں کے MS کے لئے اچھی شہرت کے حامل BS-19 کے آفیسران کو ترجیح دیتی ہے، تاہم گریڈ 19 کے DPH/MPH کے ڈاکٹرز کی

شدید کمی کی وجہ سے بعض اوقات اچھی شہرت کے حامل گریڈ17یا18کے ڈاکٹر صاحبان کو MSلگایا گیا ہے نیز حکومت پنجاب کی یہ کوشش ہے کہ ہرTHQہسپتال میں اچھی شہرت کے حامل اورDPH/MPHڈگریاں رکھنے والے ڈاکٹروں کوMSلگایا جائے۔

ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا کا بجٹ و دیگر تفصیلات

*2625:جناب محمد شفیق خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا کو مالی سال08۔2007اور09۔2008میں کتنی رقم حکومت کی طرف سے سالانہ فراہم کی گئی؟

(ب) کتنی رقم تنخواہوں پر اور ٹی اے/ڈی اے پر خرچ ہوئی کتنی رقم ادویات و طبی آلات کی خرید پر خرچ ہوئی؟

(ج) کتنی رقم ان سالوں کے دوران ایم ایس کی تنخواہ ٹی اے/ڈی اے اور دفتر کی تزئین و آرائش پر خرچ ہوئی، تفصیل سال وار بتائیں؟

(د) مذکورہ عرصہ کے دوران کتنی رقم سے ایل پی کے ذریعے ادویات خرید کی گئیں؟

وزیر اعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال 08۔2007 میں اس ہسپتال کو۔/2,33,50,000روپے دیئے گئے تھے۔ سال 09۔2008میں اس ہسپتال کو۔/2,05,99,185روپے دیئے گئے ہیں۔

(ب) سال08۔2007میں تنخواہ پر۔/1,13,24,625روپے خرچ ہوئے جبکہ سال09۔2008 میں تنخواہ پر۔/77,80,639روپے خرچ ہوئے ہیں۔

سال 08۔2007 میں ٹی اے/ڈی اے کا خرچہ -/91,208روپے رہا جبکہ سال 09۔2008میں ٹی اے/ڈی اے کا خرچہ کوئی نہیں ہوا۔

ادویات پر سال08۔2007میں۔/19,98,771روپے خرچ ہوئے اور سال09۔2008 میں اب تک ادویات کا خرچہ۔/20,40,000روپے ہوا ہے۔

طبی آلات کی خرید پر خرچہ سال08۔2007 میں۔/11,790روپے رہا جبکہ سال 09۔2008میں یہ خرچہ اب تک۔/90,000روپے ہوا ہے۔

(ج) ایم ایس کی تنخواہ کا سال 08۔2007 کا خرچہ۔/5,15,765روپے رہا ہے جبکہ سال 09۔2008 میں یہ خرچہ۔/2,57,888روپے رہا ہے جبکہ ٹی اے /ڈی اے پر ایم ایس کا خرچہ 08۔2007،-/80,559روپے جبکہ مالی سال 09۔2008 میں ابھی تک کوئی اس مد میں ایم ایس کو کوئی ادائیگی نہیں ہوئی۔

(د) 08۔2007 کے دوران ایل پی کی مد میں۔/3,59,000روپے سے ادویات خریدی گئیں۔
09۔2008 کے دوران ایل پی کی مد میں۔/15,990روپے سے ادویات خریدی گئیں۔

تحصیل بھلوال آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2630: محترمہ زوبیہ رُباب ملک: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل بھلوال میں کتنے اور کس کس جگہ آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان ہیلتھ سنٹرز کے لئے مالی سال 09۔2008 کے دوران کتنی رقم مختص کی گئی ہے، تفصیل سنٹر وار بتائیں؟

(ج) کس کس سنٹر میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(د) خالی اسامیاں کب تک پر کر دی جائیں گی؟

(ہ) کس کس سنٹرز کے پاس ایمبولینسز ہیں اور ان میں سے کتنی خراب ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل بھلوال میں ایک THQ، تین RHCs اور 19، BHUs ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

تفصیل آر ایچ سیز۔

نمبر شمار	نام آر۔ایچ۔سی	نام یونین کونسل
1	میانی	U/C No.4
2	بھیرہ	U/C No.8&9
3	پھلروان	U/C No.28

تفصیل بی۔ایچ۔یوز

نمبر شمار	نام بی۔ایچ۔یو	نام یونین کونسل	نمبر شمار	نام بی۔ایچ۔یو	نام یونین کونسل
1	چک سیدا	U/C No.2	11	پرانا بھلوال	U/C No.18
2	کلیانپور	U/C No.3	12	چک نمبر 18/NB	U/C No.19
3	حضور پور	U/C No.6	13	چک نمبر 10/NB	U/C No.20

4	ہاتھی ونڈ	U/C No.10	14	چبہ پرانا	U/C No.21
5	علی پور سیداں	U/C No.11	15	چک نمبر 8/ML	U/C No.21
6	نبی شاہ خورد	U/C No.12	16	دھوری	U/C No.27
7	چک مبارک	U/C No.13	17	سالم	U/C No.29
8	رتو کالا	U/C No15	18	دیوال	U/C No.30
9	رکھ چراگاہ	U/C No.16	19	چک نمبر 2/NB	U/C No.22
10	چک نمبر ML-10	U/C No.17			

(ب) 2008-09 کے دوران مختص کی گئی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام ہسپتال	مختص کردہ رقم
	تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال بھلوال	1,97,74,000/-روپے
1	آر ایچ سی میانی	81,10,000/-روپے
2	آر ایچ سی پھلروان	77,30,000/-روپے
3	آر ایچ سی بھیرہ	88,37,000/-روپے
	19 بی ایچ یوز کے لئے	3,22,30,004/-روپے
	فی کس بی۔ایچ۔یو	16,96,316/-روپے

(ج) تحصیل بھلوال میں بنیادی مرکز صحت رتو کالا ، حضور پور ، چک رمداس ، ہاتھی ونڈ ، 10ML،10/SB،18/NB، ہجن اور دھوری پر میڈیکل آفیسرز کی اسامیاں خالی ہیں۔

RHCs میں درج ذیل اسامیاں خالی ہیں:۔

نام آر۔ایچ۔سی	چارج نرس	ڈینٹل ٹیکنیشن	لیب ٹیکنیشن
پھلروان	1	1	1
بھیرہ	5	1	1
میانی	3	1	1

(د) بی ایچ یوز چک نمبر 18/NB & 10/SB،10/ML پر میڈیکل آفیسرز کی بھرتی کا کام مکمل ہو چکا ہے اور جلد ہی ان کو تقرری کے آرڈرز جاری کر دیئے جائیں گے۔ اس طرح سٹاف نرسز کی بھرتی آر ایچ سی پھلروان، بھیرہ اور میانی پر مکمل ہو چکی ہے اور اسی ہفتے تقرری آرڈرز جاری کر دیئے جائیں گے۔

تاہم لیب ٹیکنیشن اور ڈینٹل ٹیکنیشن کی اسامیوں کے لئے کسی بھی امیدوار نے درخواست نہ دی ہے لہذا ان اسامیوں کی دوبارہ تشہیر کی گئی ہے اور موزوں امیدواروں کی دستیابی کی صورت میں ان اسامیوں کو پُر کر لیا جائے گا۔

(ہ) تحصیل بھلوال میں ایمبولینسز کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام ہسپتال	تعداد ایمبولینسز
ٹی ایچ کیو ہسپتال، بھلوال	2
RHC میانی	2
RHC بھیرہ	2
آر۔ایچ سی پھلروان	1

تمام ایمبولینسز کام کر رہی ہیں اور کوئی بھی خراب نہ ہے۔

ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال میں بستروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2631: **محترمہ زوبیہ رُباب ملک:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ب) مالی سال 08-2007 اور 09-2008 میں اس ہسپتال کے لئے کتنی رقم سالانہ مختص کی گئی کتنی رقم عمارات کی تعمیر پر خرچ ہوئی؟

(ج) کتنی رقم سے طبی مشینری اور آلات خرید کئے گئے؟

(د) کتنی رقم سے اس ہسپتال کے لئے گاڑیاں /ایمبولینسز خرید کی گئیں؟

(ہ) اس وقت اس ہسپتال میں کون کون سی طبی مشینری کب سے خراب ہے اور خراب مشینری کو چلانے کے لئے کتنی رقم درکار ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال 60 بیڈز پر مشتمل ہے۔

(ب) مالی سال 08-2007 کے لئے -/1,84,89,000 اور 09-2008 کے لئے -/1,97,74,000 روپے رقم فراہم کی گئی۔ مزید ضلعی حکومت سرگودھا نے ٹراما سنٹر کی بلڈنگ تعمیر کرنے کے لئے 19.435 ملین روپے کی منظوری دی جس میں عمارت کی تعمیر کے لئے 17.435 ملین روپے اور۔/2.000 ملین روپے برائے طبی مشینری اور آلات فراہم کرنے کے لئے مختص کئے گئے۔ محکمہ ضلعی تعمیرات سرگودھا نے جون 2008 تک 9.312 ملین روپے عمارت کی تعمیر پر خرچ کئے ہیں۔ اب ضلع حکومت سرگودھا نے رواں مالی سال میں 6.450 ملین روپے عمارت کی تعمیر کے لئے فراہم کئے ہیں۔ کیونکہ عمارت کی چھتیں مکمل ہو گئی ہیں، اس

لئے تقریباً 4.000 ملین روپے کا بل زیر غور ہے۔ رواں مالی سال میں بلڈنگ مع 40 مزید بستروں کی مکمل ہو جائے گی۔ مزید یہ کہ THQ ہسپتال بھلوال کے ملازمین کی 5 عدد رہائش گاہیں زیر تعمیر ہیں۔ کل رقم 11.123 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں اور ان میں سے 8.392 ملین روپے خرچ ہو گئے ہیں۔

(ج) 2007-08 اور 2008-09 میں 1.995 ملین روپے کی مشینری اور طبی آلات خریدے گئے تھے۔

(د) کوئی گاڑی / ایمبولینس نہ خریدی گئی ہے۔

(ہ) کوئی بھی مشینری خراب نہ ہے۔

پرائیویٹ ہسپتالوں میں فیسوں میں اضافہ کی تفصیلات واقدامات

*2635: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پرائیویٹ ہسپتال کمروں کے کرائے، ٹیسٹوں کی فیس اور ڈاکٹروں کی فیس وغیرہ کے ریٹ جب چاہیں اپنی مرضی سے بڑھا دیتے ہیں؟

(ب) اگر ہاں تو کیا حکومت ایسی اتھارٹی بنانے کو تیار ہے جو مذکورہ ہسپتالوں کو چیک کر سکے تاکہ عوام کو علاج معالجے کی سہولیات مناسب ریٹ پر دستیاب ہوں؟

(ج) کیا حکومت ہیلتھ کمیشن کو یہ اختیار دینے کا ارادہ رکھتی ہے کہ وہ پرائیویٹ ہسپتالوں کو اچانک چیک کر سکے اور وہاں مناسب فیس اور علاج معالجے کی سہولیات کا جائزہ لے سکے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پرائیویٹ ہسپتال کمروں کے کرائے، ٹیسٹوں کی فیس اور ڈاکٹروں کی فیس وغیرہ مارکیٹ کے حساب سے خود تعین کرتے ہیں اور وصول کرتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بھی عرض ہے کہ ماضی میں پرائیویٹ ہسپتال کو ریگولیٹ کرنے کے لئے کوئی قانون سازی نہ کی گئی تھی، تاہم وزیر اعلیٰ پنجاب کی ذاتی کاوشوں سے اس ایوان نے ہیلتھ کیئر کمیشن ایکٹ 2010 منظور کیا ہے جس کے تحت ہیلتھ کیئر کمیشن قائم کیا جائے گا جس کو اس ضمن میں مناسب کارروائی کرنے کا اختیار ہو:

(ب) جی ہاں! حکومت کا پیش کردہ ہیلتھ کیئر کمیشن ایکٹ 2010 اس ایوان نے منظور کر لیا ہے۔ اس ایکٹ کے تحت رولز بنانے کا عمل جاری ہے جس کی منظوری اور نفاذ کے بعد پرائیویٹ ہسپتالوں اور لیبارٹریز کے ریٹ کا تعین کرنا اور اس بات کو یقینی بنانا کہ یہ سہولیات مناسب ریٹ پر عوام کو دستیاب ہوں، ممکن ہو جائے گا۔

(ج) جی ہاں! ہیلتھ کیئر کمیشن ایکٹ 2010 کے تحت قائم کردہ ہیلتھ کیئر کمیشن کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ مناسب قانون سازی کے ذریعے پرائیویٹ ہسپتالوں کو چیک کر سکے اور فیسوں کے تعین اور علاج معالجہ کی سہولیات کے معیار کا جائزہ لے سکے۔

صوبہ کے ہسپتالوں میں حکیموں اور ہیومیوپیتھک ڈاکٹرز کی تعیناتی و دیگر تفصیلات

*2688: چودھری ظہیر الدین خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت صوبہ کے ہسپتالوں میں حکیموں اور ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کو تعینات کرنے پر غور کر رہی ہے؟

(ب) ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے لئے تعلیمی معیار کیا ہو گا پریکٹس کے تجربہ کی مدت کیا ہو گی نیز دیگر شرائط ملازمت کیا ہوں گی، تفصیل بتائی جائے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ ڈاکٹروں اور حکیموں کی تقرری صوبائی پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تمام سرکاری ہسپتالوں میں حکیم اور ہومیو ڈاکٹر تعینات ہیں۔

(ب) پیرا میڈیکل سروسز رولز 2003 کے تحت ہومیو ڈاکٹر بھرتی کرنے کے لئے تعلیم کا معیار درج ذیل ہے۔

(i) ایف ایس سی، پری میڈیکل، منظور شدہ بورڈ

(ii) ڈپلومہ آف DHMS منظم ہومیوپیتھک میڈیکل کالج سے

(iii) رجسٹریشن ہومیوپیتھک پٹیشنز

(iv) کم از کم پانچ سالہ تجربہ متعلقہ فیلڈ اور تصدیق شدہ ہومیوپیتھک میڈیکل ایسوسی ایشن، منظور شدہ حکومت پنجاب

(ج) تمام ہومیوپیتھک ڈاکٹروں اور حکیموں کی تقرری پیرامیڈیکل سروس رولز 2003 کے تحت ضلعی سطح پر کی جاتی ہے۔ نیز حکماء اور ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے سروس سٹرکچر میں بہتری اور upgradation کے لئے سروس رولز میں ترامیم زیر غور ہیں۔ جس کے لئے کیس محکمہ S&GAD کو بھجوایا جارہا ہے ۔ سروس سٹرکچر میں بہتری کی ترامیم اور پوسٹوں کی upgradation کے بعد بھرتی کے لئے کیس پنجاب پبلک سروس کمیشن بھیج دیا جائے گا۔

صوبہ کے ہسپتالوں میں استعمال شدہ سرنجوں کی ری سائیکلنگ کی تفصیلات

*2689: میاں شفیع محمد: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت صوبہ کے ہسپتالوں میں استعمال شدہ سرنجوں کی recycling کرنے والی فیکٹریوں کے خلاف کارروائی کرنے کاارادہ رکھتی ہے؟

(ب) مذکورہ فیکٹریاں کن کن علاقوں میں واقع ہیں اور وہ کس نام سے کام کررہی ہیں اور کب سے اس دھندے میں ملوث ہیں، تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیاحکومت اس معاملہ میں کوئی قانون بنانے کاارادہ بھی رکھتی ہے، اگر ہاں توکب تک؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست نہ ہے۔ صوبہ پنجاب کے ہسپتالوں میں استعمال شدہ سرنجوں کی recycling کرنے والی کوئی بھی فیکٹری موجود نہ ہے۔ صوبہ پنجاب میں سرنجوں کی recycling کرنے والی کوئی بھی فیکٹری موجود نہ ہے لہذاان کے خلاف کارروائی کا کوئی جواز نہ ہے۔ محکمہ صحت حکومت پنجاب کی طرف سے واضح ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ استعمال شدہ سرنجوں کواس انداز سے ضائع کیاجائے کہ وہ دوبارہ استعمال کے قابل نہ رہیں۔ تاہم ہسپتالوں کے سینٹری سٹاف کے بارے میں یہ گمان پایاجاتا ہے کہ وہ تلف شدہ سرنجوں کوفروخت کرتے ہیں۔اس سلسلہ میں ہسپتال انتظامیہ خاطر خواہ اقدامات کرتی رہتی ہے۔

(ب) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ صوبہ بھر میں recycling کرنے والی کوئی فیکٹری موجود نہ ہے لہذاان کے نام اور جگہ کی کوئی تفصیل نہ ہے۔

(ج) حکومت پاکستان وزارت صحت نے بحوالہ لیٹر نمبر SRO.866(1)/2009 مورخہ 7۔اکتوبر 2009 کے تحت غیر رجسٹرڈ سرنجوں کی تیاری وفروخت پر پابندی لگائی تھی۔اس پر

عدالت عالیہ کی طرف سے فیصلے پر توسیع کر دی گئی البتہ حکومت پاکستان، وزارت صحت کی جانب سے جاری شدہ ہدایات کی روشنی میں محکمہ صحت پنجاب غیر رجسٹر شدہ سرنجوں کی فروخت وتیاری کی روک تھام کے لئے لائحہ عمل تیار کرلے گی۔

ٹی ایچ کیو ہسپتال میاں چنوں میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2741: رانا بابر حسین: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) T.H.Q ہسپتال میاں چنوں میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیاں گریڈ اور اسامی وار کتنی ہیں؟

(ب) اس ہسپتال میں کتنی اسامیاں کس کس گریڈ کی کب سے خالی ہیں؟

(ج) T.H.Q ہسپتالوں میں تعینات ڈاکٹرز کو مراعات کون کون سی دی جاتی ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ آر ایچ سی اور بی ایچ یوز میں تعینات ڈاکٹرز کو زیادہ مراعات دی جاتی ہیں؟

(ہ) کیا حکومت T.H.Q ہسپتال میں تعینات ڈاکٹرز کو بھی وہی مراعات الاؤنس دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جو آر ایچ سی اور بی ایچ یو میں تعینات ڈاکٹرز کو حاصل ہیں اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میاں چنوں میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیوں کی گریڈ وار تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام اسامی گریڈ	تعداد اسامی	نمبر شمار	نام اسامی گریڈ	تعداد اسامی
1	ایم ایس 19	1	9	ناک، کان، گلہ سپیشلسٹ 18	1
2	APMO 19	2	10	پتھالوجسٹ 18	1
3	APWMO 19	1	11	انستھیٹسٹ 18	1
4	سرجن 18	1	12	میڈیکل آفیسر 17	5
5	پیڈیاٹریشن 18	1	13	ایمرجنسی میڈیکل آفیسر 17	3
6	گائناکالوجسٹ 18	1	14	وومن میڈیکل آفیسر 17	3
7	آئی سپیشلسٹ 18	1	15	ڈینٹل سرجن 17	1
8	ریڈیالوجسٹ 18	1			

(ب) ہسپتال ہذا میں خالی اسامیوں کی گریڈ وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام اسامی	گریڈ	منظور شدہ اسامیاں	خالی اسامیاں	کب سے خالی ہیں
1	APWMO	19	1	1	05-12-2008
2	سرجن	18	1	1	15-11-2007
3	ناک،کان،گلہ سپیشلسٹ	18	1	1	20-10-2008
4	ریڈیالوجسٹ	18	1	1	01-07-2008
5	پتھالوجسٹ	18	1	1	01-07-2008
6	میڈیکل آفیسر	17	5	1	28-02-2009
7	وومن میڈیکل آفیسر	17	3	2	05-06-2008

(ج) ریگولر ڈاکٹرز کو درج ذیل الاؤنس دیئے جاتے ہیں:۔

1۔ بنیادی تنخواہ 2۔ ہاؤس رینٹ
3۔ سپیشل الاؤنس 15 فیصد 4۔ ریلیف الاؤنس 15 فیصد
5۔ سپیشل ایڈیشنل الاؤنس 20 فیصد 6۔ گزارہ الاؤنس 15 فیصد

کنٹریکٹ پر تعینات ڈاکٹرز کو درج ذیل الاؤنس دیئے جاتے ہیں:۔

1۔ بنیادی تنخواہ
2۔ ہاؤس رینٹ الاؤنس
3۔ سوشل سکیورٹی بینیفٹ الاؤنس 30 فیصد

(د) RHC اور BHUs میں تعینات ڈاکٹرز کو PHSRP کے تحت مبلغ۔/12,000 روپے جبکہ THQ ہسپتال میں تعینات ڈاکٹرز کو -/5,000 روپے ملتے ہیں اور RHC اور BHUs میں تعینات ڈاکٹرز کو PCA مبلغ -/1200 روپے جبکہ THQ ہسپتال میں تعینات ڈاکٹرز کو یہ الاؤنس نہیں ملتا۔

(ہ) حکومت پنجاب نے ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتال کے لئے پہلے ہی HSRP الاؤنس برائے سپیشلسٹ ڈاکٹرز مبلغ -/15,000 روپے ماہانہ کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا ہے۔

رحیم یار خان آر ایچ سی ظاہر پیر ٹاؤن تحصیل خانپور کی تعمیر کی گرانٹ و دیگر تفصیلات

*2744: میاں شفیع محمد: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ آر ایچ سی ظاہر پیر ٹاؤن تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان کی دوبارہ تعمیر کے لئے 4 ملین کی منظور شدہ گرانٹ پر این ایل سی کو تعمیر کا ٹھیکہ بھی دے دیا گیا ہے؟

(ب) کب مذکورہ گرانٹ کی منظوری ہوئی تھی اور کب ٹھیکہ الاٹ ہوا تھا، تفصیل سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

(ج) مذکورہ پراجیکٹ کی اصل مالیت کیا ہے اور اس کی تعمیر کب شروع ہو گی تعمیر شروع نہ ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا اس مفاد عامہ کے منصوبہ میں تاخیر کے ذمہ دار افسران واہلکاران کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) آر۔ایچ۔سی ظاہر پیر ٹاؤن، تحصیل خانپور، ضلع رحیم یار خان کی دوبارہ تعمیر کا کوئی بجٹ تاحال منظور ہوا ہے اور نہ ہی کسی کو ٹھیکہ دیا گیا ہے۔

(ب) آر ایچ سی ظاہر پیر ٹاؤن تحصیل خانپور، ضلع رحیم یار خان کی دوبارہ تعمیر کا کوئی بجٹ تاحال منظور ہوا ہے اور نہ ہی کسی کو ٹھیکہ دیا گیا ہے۔

(ج) مذکورہ پراجیکٹ کے لئے ابھی تک کوئی رقم مختص نہ ہوئی ہے۔ کیونکہ ای ڈی او (ہیلتھ) ای ڈی او ورکس اور این ایل سی نے اکٹھا معائنہ کیا اور اس بلڈنگ کو خطرناک قرار دیا جس کی وجہ سے اس سنٹر کی مرمت کا منصوبہ شروع نہیں ہو سکا۔

(د) اس پراجیکٹ کی ابھی تک کوئی رقم مختص نہ ہوئی ہے۔

میو ہسپتال لاہور میں چند فلورز (منزلوں) کو مسمار کرنے کا مسئلہ

*2753: انجینئر قمر الاسلام راجہ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت میو ہسپتال لاہور کے ایک بلاک کی کچھ منزلوں کو مسمار کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے، اگر یہ درست ہے تو اس بلاک کی تعمیر کس سال میں اور کتنی لاگت سے ہوئی تھی اور اس کو مسمار کرنے کا تخمینہ لاگت کیا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ وہ منزلیں ہسپتال کے لئے بیکار ہیں، اگر نہیں تو پھر اس کارآمد حصہ کو مسمار کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست نہیں ہے۔

(ب) یہ بھی درست نہیں ہے۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال ضلع ساہیوال کے مسائل

*2837: ملک جلال الدین ڈھکو: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال ضلع ساہیوال میں شعبہ ایمرجنسی میں ہاؤس جاب کرنے والے ڈاکٹرز کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے اور کوئی سینئر ڈاکٹر ڈیوٹی سرانجام نہیں دیتا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈی ایچ کیو کا کارڈک وارڈ جو کہ رحمت اللعالمین کے نام سے قائم ہے میں ایمرجنسی کے وقت اور چھٹی کے دن یا آفس ٹائم کے بعد کوئی ماہر امراض قلب نہیں بیٹھتا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کارڈک وارڈ ساہیوال میں بجلی جانے کی صورت میں کوئی جنریٹر دستیاب نہ ہے اگر دستیاب ہے تو تیل کی عدم دستیابی کا بہانہ کیا جاتا ہے؟

(د) کیا متعلقہ انتظامیہ مذکورہ بالا مسائل کو حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست نہ ہے شعبہ ایمرجنسی میں سینئر میڈیکل آفیسر / میڈیکل آفیسر ڈیوٹی کرتے ہیں اور ان کی ڈیوٹی شفٹ وار ہوتی ہے، کسی بھی ہاؤس آفیسر کی ڈیوٹی شعبہ ایمرجنسی میں نہیں لگائی جاتی۔

(ب) ہسپتال ہذا میں صرف ایک ماہر امراض قلب تعینات ہے جو کہ ہسپتال کے اوقات کے دوران ڈیوٹی پر موجود ہوتے ہیں جبکہ اس کے بعد وہ چوبیس گھنٹے آن کال ہوتے ہیں اور ہسپتال میں ہی رہائش پذیر ہیں اور ایمرجنسی کی صورت میں فوری طور پر دستیاب ہوتے ہیں جبکہ ان کے ساتھ کام کرنے والے دونوں میڈیکل آفیسرز بھی شعبہ امراض قلب میں پوسٹ گریجویٹ ہیں اور امراض قلب کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ ہسپتال ہذا کا جنریٹر کام کر رہا ہے اور بجلی بند ہونے کی صورت میں تمام ہسپتال بشمول دل وارڈ کو بجلی مہیا کی جاتی ہے جبکہ دل وارڈ کا اپنا سٹینڈ بائی جنریٹر بھی ہے جو کہ ایمرجنسی کی صورت میں کام میں لایا جا سکتا ہے۔

(د) ہسپتال ہذا کی انتظامیہ پوری تندہی سے ہسپتال کے مسائل حل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ ہسپتال ہذا کے کارڈک وارڈ کو اپ گریڈ کیا گیا ہے اور وارڈ ہذا میں ای سی جی، ایکو کارڈیو گرافی، ای ٹی ٹی اور ٹیلی مانیٹرنگ کی سہولیات مہیا کر دی گئی ہیں۔ ڈی ایچ کیو ہسپتال ساہیوال کے لئے مزید دو عدد 250KVA جنریٹر خریدے جا رہے ہیں تاکہ ہسپتال ہذا میں بجلی کی سپلائی میں کسی بھی قسم کا تعطل پیدا نہ ہو مزید برآں میڈیکل آفیسرز کی بھی بھرتی کی جا رہی ہے، تاکہ عوام کو معیاری صحت کی سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔

آر ایچ سی بارتھی تحصیل ٹرائیبل ایریا میں ایمبولینس کی فراہمی

*2840: سردار فتح محمد خان بزدار: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ آر ایچ سی بارتھی (Barthi) تحصیل ٹرائیبل ایریا کے لئے ایمبولینس خریدنے کے لئے 25 لاکھ کی گرانٹ منظور ہوئی تھی لیکن ابھی تک آر ایچ سی بارتھی کو منتقل نہیں ہوئی، اس کی کیا وجوہات ہیں؟

(ب) کیا حکومت ایمبولینس فوری فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) جی ہاں! آر ایچ سی بارتھی کے لئے 4x4 ائیر کنڈیشنڈ ایمبولینس کی خریداری کے لئے 25 لاکھ روپے کی گرانٹ منظور ہوئی تھی جس کے لئے متعدد بار ٹینڈر بھی ہوئے، تاہم 4x4 ائیر کنڈیشنڈ ایمبولینس کے لئے متذکرہ بالا رقم بہت کم تھی اس لئے ٹینڈر منظور نہیں ہو سکے۔ تاہم بعد ازاں حکومت پنجاب نے چار ایمبولینس (4x4wheel) کی خریداری کے لئے فنڈز جاری کئے ہیں جو کہ خرید لی گئی ہیں ان میں سے ایک آر ایچ سی بارتھی (Barthi) کے لئے ہے۔ جو کہ اس وقت موبائل میڈیکل یونٹ میں سیلاب متاثرین کے لئے فیلڈ ڈیوٹی پر ہے۔

(ب) ایضاً

تحصیل روجھان میں بنیادی مراکز صحت کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2841: سردار عاطف حسین مزاری: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل روجھان میں مرکز وار رورل ہیلتھ سنٹر اور یونین کونسل وار بنیادی مراکز صحت اور ڈسپنسریوں کی تفصیلات کیا ہیں نیز کیامرکز واراور یونین کونسل وار ہسپتالوں کی تعداد پوری ہے؟

(ب) درج بالامذکورہ ہسپتالوں میں تعینات سٹاف کی تعداد نام،عہدہ اور تاریخ تعیناتی کیا ہے؟

(ج) ان میں کل کتنی اسامیاں منظور شدہ ہیں اور اس وقت کتنی اسامیاں خالی پڑی ہیں؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ہسپتالوں کی کمی کو پورا کرنے اور خالی اسامیوں کو پُر کرنے کاارادہ رکھتی ہے،اگر نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل روجھان میں مرکز وار،ہیلتھ سنٹراور یونین کونسل وار بنیادی مراکز صحت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مرکز: رورل ہیلتھ سنٹر،بنگلہ اچھا،یونین کونسل کچہ میانوالی

بنیادی مراکز صحت:

1۔ سون میانی
2۔ شاہ والی
3۔ عمر کوٹ
4۔ میراں پور
5۔ کوٹلہ حسن شاہ
6۔ اوزمان،بنیادی مرکز صحت روجھان شرقی زیر تعمیر ہے۔

مرکز واراور یونین کونسل وار ہسپتالوں کی تعداد پوری ہے۔

(ب) ان ہسپتالوں میں تعینات سٹاف کی تفصیل بمعہ نام،عہدہ اور تاریخ تعیناتی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان میں منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد 96 ہے جن میں سے 29 اسامیاں خالی ہیں۔

(د) بھرتی پر گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے پابندی ہے۔ جیسے ہی پابندی ختم ہوگی خالی اسامیوں کو پُر کیا جائے گا۔

پنجاب میں پرائیویٹ میڈیکل کالجز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2857: ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب میں کتنے پرائیویٹ میڈیکل کالجز ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ پرائیویٹ میڈیکل کالجز کے مالکان اپنی مرضی سے فیس لیتے ہیں؟

(ج) پرائیویٹ میڈیکل کالج کے ایک طالب علم سے اوسطاً کتنی فیس وصول کی جاتی ہے؟

(د) اس وقت کتنے طلباء ان کالجز میں زیر تعلیم ہیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ پرائیویٹ میڈیکل کالجز تعلیمی معیار کو ایک طرف رکھ کر donation کی بنیاد پر داخلہ دیتے ہیں؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان کالجز کے داخلے پر حکومت کا کوئی مقرر کردہ معیار اور کنٹرول نہیں ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب میں اس وقت پرائیویٹ میڈیکل کالجز کی تعداد 19 ہے۔

(ب) پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کے قوانین اور ریگولیشنز کے مطابق پرائیویٹ میڈیکل کالجز پانچ لاکھ فی کس سالانہ کے حساب سے فیس وصول کرتے ہیں۔

(ج) پرائیویٹ میڈیکل کالج میں ایک طالب علم سے اوسطاً پانچ لاکھ بارہ ہزار روپے سالانہ فیس وصول کی جاتی ہے۔

(د) یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز سے ملحقہ کالجز میں اس وقت زیر تعلیم طلبہ کی تعداد 4,770 ہے۔

(ہ) یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے علم میں اس قسم کی کوئی بات نہ ہے۔ تمام میڈیکل کالجز بشمول پرائیویٹ میڈیکل کالجز میں داخلے کے لئے PMDC کے مقرر کردہ تعلیمی معیار کو ملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہے۔ اس مقرر کردہ تعلیمی معیار کے مطابق صرف وہ طالب علم جس کے FSC میں 60 فیصد سے زیادہ نمبر ہوں، داخلے کا اہل ہوگا۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کا مقرر کردہ entry test پاس کرنا بھی لازمی ہے۔

(و) یہ تمام کالجز PMDC کے وضع کردہ طریق کار اور تعلیمی قابلیت کے معیار پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

ضلع اٹک میں قائم ہسپتالوں آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز سے متعلقہ تفصیلات

*2861: جناب شیر علی خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ضلع اٹک میں کتنے ہسپتال، آر ایچ سی اور بی ایچ یو ہیں؟

(ب) ان کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی گرانٹ سالانہ فراہم کی گئی ہے؟

(ج) ان میں ڈاکٹرز کی کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

(د) ان میں کتنی طبی مشینری کس کس قسم کی ہے؟

(ہ) کتنی طبی مشینری کس کس سنٹرز کی کب سے خراب ہے؟

(و) حکومت ڈاکٹرز کی یہ خالی اسامیاں کب تک پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع اٹک میں ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال پانچ تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتال، پانچ آر ایچ سی اور ستاون بی ایچ یوز ہیں۔

(ب) 08۔2007 میں 49.800 ملین روپے اور 09۔2008 میں 27.912 ملین روپے کی گرانٹ فراہم کی گئی ہے۔

(ج) ضلع اٹک کے ہسپتالوں میں کل 48 ڈاکٹرز کی اسامیاں خالی ہیں جن کی ہسپتال وار تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ضلع اٹک کے ہسپتالوں میں طبی مشینری مندرجہ ذیل ہے۔

I۔ 13 ایمبولینسز

ii۔ 17 ایکسرے مشینیں

iii۔ 5 الٹرا ساؤنڈ مشینیں

Iv۔ 8 ای سی جی مشینیں ہیں۔ مشینری کی تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) ضلع اٹک کے ہسپتالوں میں مندرجہ ذیل طبی مشینری عرصہ دراز سے خراب ہے۔

I۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اٹک کی دو ایکسرے مشینیں عرصہ پانچ سال سے خراب ہیں۔ ایک ایکسرے مشین RHC رنگو سے عارضی طور پر DHQ ہسپتال منتقل کی گئی ہے۔

ii۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال فتح جنگ کی ایک ایکسرے مشین عرصہ نو سال سے خراب ہے۔

Iii۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال حضرو کی ایک ایکسرے مشین عرصہ سات سال سے خراب ہے۔

iv- آر ایچ سی 72 کی ایکسرے مشین عرصہ چار سال سے خراب ہے۔

V- آر ایچ سی گھیاں کی ایک ایکسرے مشین عرصہ تین سال سے خراب ہے۔

تمام ہسپتالوں کی مشینری کی مرمت کا کام HSRP/PDSSP کے فنڈز سے ہو رہا ہے۔

(و) محکمہ صحت کے سپیشل سلیکشن بورڈ کے ذریعے ڈاکٹروں کی ایڈہاک بنیادوں پر بھرتی کا کام جاری ہے جیسے ہی موزوں امیدوار دستیاب ہوں گے خالی اسامیاں پر کر دی جائیں گی۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال اٹک سے متعلقہ تفصیلات

*2862: جناب شیر علی خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال اٹک کب تعمیر کیا گیا تھا؟

(ب) یہ کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ج) اس میں کتنے شعبہ جات ہیں؟

(د) اس ہسپتال میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کتنی اسامیاں کس کس گریڈ کی خالی ہیں؟

(ہ) خالی اسامیاں حکومت کب تک پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال اٹک 1958 میں تعمیر ہوا۔

(ب) ڈی ایچ کیو ہسپتال اٹک 161 بیڈز پر مشتمل ہے۔

(ج) یہ ہسپتال مندرجہ ذیل شعبہ جات پر مشتمل ہے۔

(i) میڈیکل ڈیپارٹمنٹ (ii) سرجیکل ڈیپارٹمنٹ

(iii) گائنی ڈیپارٹمنٹ (iv) آئی ڈیپارٹمنٹ

v ای این ٹی ڈیپارٹمنٹ (vi) پیڈز ڈیپارٹمنٹ

(vii) یورالوجی ڈیپارٹمنٹ

(د) ہسپتال ہذا میں ڈاکٹرز کی 20 اسامیاں، نرسز کی 19 اسامیاں جبکہ پیرا میڈیکس کی 33 اسامیاں خالی ہیں۔ تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) ڈاکٹروں کی اسامیاں فوری طور پر پُر کرنے کے لئے ایڈہاک کی بنیاد پر بھرتی کا عمل جاری ہے، جونہی موزوں امیدوار دستیاب ہوں گے۔ خالی اسامیاں پُر کر دی جائیں گی جبکہ دیگر

بھرتیوں پر حکومت پنجاب کی طرف سے پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ جیسے ہی پابندی ختم ہو گی پیرامیڈیکس کی خالی اسامیاں پُر کر دی جائیں گی۔

ٹی ایچ کیو ہسپتال شاہپور سے متعلقہ تفصیلات

*2864: محترمہ شہزادی عمر زادی ٹوانہ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا میں ٹی ایچ کیو ہسپتال اگر ہے تو یہ کب تعمیر کیا گیا تھا؟

(ب) یہ کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ج) اس میں کس کس مرض کے وارڈز ہیں؟

(د) اس میں روزانہ کتنے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے؟

(ہ) اس میں کون کون سی اسامیاں کب سے خالی پڑی ہیں نیز یہ اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا میں موجود ٹی ایچ کیو ہسپتال 1940 میں بطور سول ہسپتال تعمیر ہوا تھا جو کہ بعد ازاں 2002 میں اپ گریڈ کر کے ٹی ایچ کیو ہسپتال بنا دیا گیا۔

(ب) یہ 40 بیڈز پر مشتمل ہے۔

(ج) اس میں بچہ وارڈ، سرجیکل وارڈ، میڈیکل وارڈ اور زچہ بچہ کی سہولت بھی موجود ہے۔

(د) اس میں اوسط روزانہ 200 مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

(ہ) خالی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔ APMO دو عدد APWMO دو عدد گائناکالوجسٹ ایک عدد اور M.O کی سات عدد اسامیاں گزشتہ ایک سال سے خالی پڑی ہیں، جبکہ سنٹری ورکرز کی 5 اسامیاں خالی پڑی ہیں تاہم ان کے فنڈز موجود نہ ہیں۔ باقی تمام خالی اسامیاں جلد ہی پُر ہو جائیں گی۔

تحصیل شاہپور میں قائم بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز سے متعلقہ تفصیلات

*2866: محترمہ شہزادی عمر زادی ٹوانہ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا کتنے آر ایچ سی اور بی ایچ یو کس کس جگہ کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان میں ڈاکٹرز اور پیرامیڈیکل سٹاف کی کتنی اسامیاں کس کس سنٹرز میں کب سے خالی ہیں؟

(ج) خالی اسامیوں پر کب تک تعیناتی کر دی جائے گی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا میں ایک آر ایچ سی ہے جو کہ جھاوریاں کے اندر کام کر رہا ہے جبکہ گھنگوال ، خواجہ آباد ،کالرہ ،کوٹ بھائی جان، بکھر بار ، عاقل شاہ، کنڈان ، مانگوال، جہاں آباد، صابوال اور موچیوال کے اندر بی ایچ یو کام کر رہے ہیں۔

بی ایچ یو جلال پور جدید عمارت تعمیر ہو گئی ہے اور سٹاف کی منظوری کے لئے گورنمنٹ آف پنجاب کو لکھ دیا گیا ہے۔ معاملہ محکمہ خزانہ میں زیر غور ہے کاپی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

چاچڑ شریف میں ایک بی ایچ یو کی عمارت زیر تعمیر ہے جو کہ رواں مالی سال کے دوران مکمل ہو جائے گی جس کی تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) آر ایچ سی جھاوریاں میں WMO کی پوسٹ مورخہ 08۔11۔05 سے خالی ہے۔

بی ایچ یو موچیوال میں MO کی پوسٹ مورخہ 07۔10۔01 سے خالی ہے۔

پیرامیڈیکل سٹاف کی کوئی اسامی خالی نہ ہے۔

(ج) ڈاکٹروں کی کنٹریکٹ پر تعیناتی کا سلسلہ فی الحال بند کر دیا گیا ہے اور ان کی مزید بھرتی اب بذریعہ PPSC ریگولر بنیادوں پر شروع سے البتہ ایمرجنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایسی خالی اسامیوں پر adhoc تقرریاں کی جا رہی ہیں۔

ضلع سیالکوٹ میں ہسپتالوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2869: رانا آصف محمود: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں کتنے ہسپتال کس کس جگہ کام کر رہے ہیں ان کے نام اور یہ کتنے بیڈز پر مشتمل ہیں، تفصیل علیحدہ علیحدہ دی جائے؟

(ب) ان ہسپتالوں کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ج) کیا یہ رقم ان ہسپتالوں کی ضرورت کے مطابق تھی اگر کم تھی تو کیا حکومت ان ہسپتالوں کو آئندہ سالوں کے دوران ان کی ضرورت کے مطابق ان کو فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع سیالکوٹ میں چھوٹے بڑے کل 158 ہسپتال ہیں جو کہ 1109 بیڈز پر مشتمل ہیں، ان کے نام اور جگہوں کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان ہسپتالوں کو 08۔2007 میں -/40,96,55,000 روپے اور 09۔2008 میں -/45,56,96,000 روپے فراہم کئے گئے ہیں۔

(ج) جز (ب) میں دی گئی تفصیل سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ حکومت پنجاب نے ضلعی حکومت سیالکوٹ کو صحت کی مد میں سال 09۔2008 کے لئے جو بجٹ مختص کیا ہے وہ سال 08۔2007 سے 11.25 فیصد زیادہ تھا اور سال 10۔2009 میں مختص کیا گیا بجٹ سال 09۔2008 سے 22 فیصد زیادہ ہے۔

حکومت پنجاب کے اس اقدام سے صاف ظاہر ہے کہ ضلعی حکومت سیالکوٹ کو صحت کی مد میں ہر سال بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ کر کے دیا گیا ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

ضلع رحیم یار خان میں ڈسپنسریوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

166: محترمہ مائزہ حمید: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع رحیم یار خان کے دیہی علاقوں میں کتنی ڈسپنسریاں قائم ہیں؟

(ب) کیا ان تمام ڈسپنسریوں میں سٹاف موجود ہے، اگر ہاں تو اس کی تعداد کتنی ہے؟

(ج) رحیم یار خان کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں ہیپاٹائٹس (بی) اور (سی) کے کتنے کیس رپورٹ کئے گئے ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع رحیم یار خان کے 56 علاقوں میں ڈسپنسریاں قائم ہیں۔

(ب) جی ہاں! تمام ڈسپنسریوں میں سٹاف موجود ہے۔ تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جنوری2008 سے ستمبر2010 تک ضلع رحیم یار خان کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں ہیپاٹائٹس (بی) اور (سی) کے مریضوں کی تعداد درج ذیل ہے:-

سال	ہیپاٹائٹس "سی"	ہیپاٹائٹس "بی"
2008	392	12
2009	892	20
2010	893	40

جناح ہسپتال اور میو ہسپتال میں کنٹینوں کی آمدنی کی تفصیلات

169: میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) جناح ہسپتال لاہور اور میو ہسپتال لاہور کو سال 2006-07 اور 2008 میں اپنی اپنی کنٹینوں کے ٹھیکوں کی مد میں کتنی کتنی آمدنی حاصل ہوئی ہے؟

(ب) سال 2009 میں ان ہسپتالوں کی کنٹینوں کے ٹھیکے کن کو دیئے گئے اور ان سے کتنی آمدن حاصل ہوئی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) جناح ہسپتال لاہور کی کنٹین کے ٹھیکے کی مد میں سال 2006-07 میں مبلغ -/3910000 روپے اور مالی سال 2007-08 میں مبلغ -/4301000 روپے آمدن ہوئی۔

میو ہسپتال لاہور کو کنٹینوں کے ٹھیکوں کی مد میں سال 2006-07 میں مبلغ -/3232924 روپے اور مالی سال 2007-08 میں ٹھیکوں کی مد میں مبلغ -/4031350 روپے کی آمدن ہوئی۔

(ب) جناح ہسپتال لاہور کی کنٹین کا ٹھیکہ 2009-10 میں منصور اینڈ کمپنی کو دیا گیا اور ٹھیکے کی مد میں مبلغ روپے -/5826000 روپے کی آمدن ہوئی۔

میو ہسپتال لاہور کو سال 2009-10 میں کنٹینوں کے ٹھیکے مندرجہ ذیل ٹھیکیداران کو دیئے گئے:

I) محمد شہزاد ٹھیکیدار ایمر جنسی وارڈ کنٹین
II) شیراز بٹ، ٹھیکیدار چلڈرن وارڈ کنٹین
III) خرم شہزاد، ٹھیکیدار ڈاکٹرز کیفے ٹیریا
IV) عبدالقیوم، ٹھیکیدار، آئی وارڈ کنٹین

ان کنٹینوں کی مد میں مبلغ۔/4996095روپے کی آمدن ہوئی۔

راولپنڈی، ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں جعلی ڈگریوں پر بھرتی کئے گئے ڈاکٹرز کی تفصیلات

194: **چودھری سرفراز افضل:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں تقریباً5ڈاکٹرز جعلی ڈگریوں پر بھرتی کئے گئے،اگرہاں توان ڈاکٹرز کے خلاف کیاکارروائی کی گئی؟

(ب) جورقم سرکاری خزانے سے ان کوبطور تنخواہ اورالاؤنس دی گئی کیاان کی ریکوری ہوگئی ہے؟

(ج) جن لوگوں نے یہ جعلی بھرتیاں کیں ان کے خلاف کیااقدامات اٹھائے گئے؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال راولپنڈی میں جعلی ڈگریوں پر بھرتی ہونے والے ڈاکٹروں کے خلاف تھانہ انٹی کرپشن راولپنڈی میں مقدمہ نمبر24 مورخہ 17-10-09کودرج کروادیاگیاہے۔ملزمان کے خلاف قانونی کارروائی ہورہی ہے اور ملزمان کو گرفتار کرلیاگیاہے۔

(ب) ان ملزمان سے مبلغ۔/487512روپے کی ریکوری کرکے سرکاری خزانہ میں جمع کروادی گئی ہے۔

(ج) جعلی بھرتیاں کرنے والوں کے خلاف انٹی کرپشن میں مقدمہ نمبر09/24درج کیاگیاہے جبکہ باضابطہ کارروائی PEEDA ACT 2006کے تحت ہورہی ہے اوران کی گرفتاری عمل میں لائی جاچکی ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر!آج کے "Dawn" daily میں ایک بہت ہی alarming report چھپی ہے کہ Three millions weapons go missing from government stores اس کے اندر انہوں نے تفصیل دی ہے کہ 3454 گرنیٹس ، 4490کلاشن کوف ،43954 رائفلز،

66695 گنز اور اس کے علاوہ 30 لاکھ اور weapons گورنمنٹ سٹور سے غائب ہو گئے ہیں-یہ بہت ہی alarming situation ہے-انہوں نے یہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ چھاپی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ گورنمنٹ کے سٹور سے 31 لاکھ weapons غائب ہو گئے ہیں-

جناب سپیکر: کیا غائب ہو گیا ہے؟

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! اسلحہ غائب ہو گیا ہے-

جناب سپیکر: کہاں سے گم ہوا ہے؟

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! گورنمنٹ کے سٹور سے گم ہوا ہے- 31 لاکھ weapons ہیں ان میں ساڑھے چار ہزار کلاشن کوفیں ہیں-پہلے ہی دہشت گردی بہت زیادہ ہے-

MR. SPEAKER: Minister for Law be care full please. Be attentive.

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! ان کی رپورٹ کے مطابق 31 لاکھ اسلحہ غائب ہے جس میں ساڑھے چار ہزار کلاشن کوفیں ہیں اور ساڑھے تین ہزار گرنیٹ ہیں-پہلے دہشت گردی کی کیا حالت ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: منسٹر صاحبان جا کر آفیشل گیلری میں بات کر سکتے ہیں؟

MR. SPEAKER: Order please.

جناب محمد محسن خان لغاری: منسٹر صاحب کو واپس ان کی سیٹ پر بلائیں-

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے- رانا صاحب! ان کی بات سنئے گا یہ آپ کے سننے کی ہے- جی، شیر علی صاحب! کیا مسئلہ ہے؟

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! اگر ہوم ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ درست ہے تو اس کے متعلق لاء منسٹر صاحب کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں چونکہ 31 لاکھ weapons غائب ہو گئے ہیں؟

جناب سپیکر: 31 لاکھ؟

جناب شیر علی خان: جی، یہ اتنی موٹی خبر ہے-

جناب سپیکر: پہلی بات تو یہ ہے کہ اخبار اندر کیسے آیا ہے؟ اب مجھے یہ بھی سوچنا پڑے گا اور action لینا پڑے گا-

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میں نے یہ پڑھا نہیں بلکہ صرف ثبوت کے لئے رکھا ہے-

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آج ڈان میں یہ خبر چھپی ہے---

جناب سپیکر: آرڈر پلیز-آرڈر پلیز-ذوالفقار صاحب! This is not good for you. جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم شیر علی صاحب جس رپورٹ کا حوالہ دے رہے ہیں وہ روزنامہ "ڈان" میں چھپی ہے۔ میں اس سے متعلق ڈیپارٹمنٹ سے پوچھ لوں کہ آیا یہ درست بھی ہے یا نہیں لہذا میں اس پر کل ایوان میں عرض کروں گا-

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب اس پر ایوان میں کل جواب دیں گے-

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر-

جناب سپیکر: پہلے ادھر پوائنٹ آف آرڈر دینے دیں، وہ بڑی دیر سے تڑپ رہے ہیں-صدا صدا میرے پاس آئی ہے پانی پانی صدا محسن لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ ہمارے پنجاب اور پاکستان کی معیشت کا دارومدار ہماری زراعت پر ہے اور زراعت پانی پر dependent ہے-

جناب سپیکر: سینئر منسٹر راجہ صاحب کہیں ہیں تو مہربانی فرما کر ہاؤس میں تشریف لائیں-

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہماری non primal نہریں 15-اکتوبر تک بند ہو جائیں گی---

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہم سینئر منسٹر صاحب کا پتا کروا رہے ہیں جب وہ موجود ہوں اس وقت لغاری صاحب بات کریں تو یہ مناسب ہو گا- میں manage کر رہا ہوں وہ تشریف لے آئیں گے آپ ان کے آنے پر یہ بات کریں-

جناب سپیکر: لغاری صاحب! انشاء اللہ ان کے آنے پر آپ کی بات ضرور سنیں گے-

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! بہت اہم چیز ہے لہذا ان کو بلوا لیں-

رپورٹیں
(جو پیش ہوئیں)

جناب سپیکر: جی، بلوا لیتے ہیں-اب میں نے خود کہہ دیا ہے-آپ نے سنا نہیں ہے؟ مہر اشتیاق صاحب مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں- میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) لوکل گورنمنٹ پنجاب مصدرہ 2010 اور نشان زدہ سوال نمبر 334 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر!

Punjab Local Government amendment Bill 2010 Bill No 21 of 2010 and Starred question No 334 asked by Syed Hassan Murtaza MPA PP-74.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب سپیکر: جی، اب چودھری جاوید احمد صاحب مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں- میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

نشان زدہ سوال نمبر 279 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر!

Starred Question No 279 asked by Miss Arifa Khalid Pervez MPA

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں-

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب سپیکر:اب جناب اعجاز احمد خان صاحب مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ تحریک پیش کریں اوراس کے بعد فیصلہ ایوان کرے گا۔

مسودہ قانون(ترمیم)استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ2008 نمبر15و17آف2008اور نمبر6آف2009کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب اعجاز احمد خان:جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2008 (Bill No 15 of 2008) moved by Ch Aamar Sultan Cheema MPA PP-32. The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2008 (Bill No 17 of 2008) moved by Mrs Amna Ulfat MPA W-356 and the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2009 (Bill No 6 of 2009) moved by Ch Muhammad Asad Ullah MPA PP-106

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر:یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2008 (Bill No 15 of 2008) moved by Ch Aamar Sultan Cheema MPA PP-32. The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2008 (Bill No 17 of 2008) moved by Mrs Amna Ulfat MPA W-356 and the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2009 (Bill No 6 of 2009) moved by Ch Muhammad Asad Ullah MPA PP-106

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2008 (Bill No 15 of 2008) moved by Ch Aamar Sultan Cheema MPA PP-32. The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2008 (Bill No 17 of 2008) moved by Mrs Amna Ulfat MPA w-356 and the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (amendment) Bill 2009 (Bill No 6 of 2009) moved by Ch Muhammad Asad Ullah MPA PP-106

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ پہلے بھی پوائنٹ آف آرڈر لے چکی ہیں-ڈاکٹر صاحبہ! آپ نے پوائنٹ آف آرڈر کہا تھا لیکن میں نے آپ سے کہا تھا کہ ذرا ٹھہر جائیں-

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ابھی توجہ دلاؤ نوٹس آرہے ہیں اس کے بعد آپ کی بات سنتے ہیں-پلیز میں پہلے ڈاکٹر صاحبہ کی بات سن لوں۔ جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر زمر دیا سمین رانا: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے time دیا۔ میں صرف یہ درخواست کرنا چاہتی ہوں کہ ابھی وقفہ سوالات میں ہمارے ایک بہت ہی محترم ممبر صاحب نے آج اور پہلے بھی بارہا مرتبہ female doctors کے بارے میں بات کی ہے۔off and on جب بھی ہمارے محترم ممبر اٹھتے ہیں تو female doctors کے بارے میں کوئی نہ کوئی غلط remarks دیتے ہیں۔ میں ان کی بہت عزت کرتی ہوں، احترام کرتی ہوں لیکن میں اس ہاؤس میں صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہ حقیقت ہے کہ female doctors ہمیشہ male doctors کی نسبت

زیادہ کام کرتی ہیں۔ یہ میری کوئی ذاتی رائے نہیں ہے۔ آپ سب لوگ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ female doctors ہمیشہ devoted اور dedicated ہوتی ہیں۔ اگر داخلے female کو زیادہ ملتے ہیں تو وہ بھی انہیں open merit پر ملتے ہیں۔ اگر ان کے نمبر زیادہ آتے ہیں تو یہ ان کی قابلیت کی وجہ سے آتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ ہم آپ خواتین کا بہت احترام کرتے ہیں، آپ فکر مت کریں۔ ایسی بات کوئی بھی نہیں کر سکے گا۔ اگر کسی نے کر دی ہے تو آپ اس کو چھوڑ دیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا صاحبہ کی بات میں ایک اضافہ کرنا چاہوں گی کہ اگر انہیں کام کرنے کا موقع نہیں ملتا تو وہ بھی husbands کی وجہ سے ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ نے کیا کہا ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے ڈاکٹر زمرد صاحبہ کی بات کی تائید کرتے ہوئے یہ عرض کیا ہے کہ اگر female کو کام کرنے کا موقع نہیں ملتا [*******] تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! مجھے یہ الفاظ اچھے نہیں لگے۔ ان کو کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں کسی اخبار کا حوالہ نہیں دوں گی بلکہ اپنا ایک personal experience on the floor of the House share کرنا چاہتی ہوں۔ تمام علاقوں میں سیلابی اور بارش کے پانی کے لئے drains بنائی جاتی ہیں تو میں اس حوالے سے اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ، اپنا personal experience بیان کرنا چاہوں گی۔ میں یہاں یہ بات بھی کرتی چلوں کہ اس میں کوئی exaggeration نہیں ہے، یہ ایک حقیقت پر مبنی بات ہے۔ میرے پاس اس کے ثبوت موجود ہیں اور اگر اس ہاؤس میں بیٹھا کوئی بھی معزز ممبر اس کو غلط ثابت کر دے تو میں یہاں resign کر دوں گی۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ resign کیوں کرتی ہیں؟ میں پھر یہاں کیا کروں گا، آپ سب resign کی طرف چل پڑے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ہمارے معزز سینئر منسٹر صاحب آبپاشی کے بھی منسٹر ہیں۔اسی وجہ سے ہی پنجاب کا پانی بند ہوتا ہے اور حقہ پانی بھی بند ہوتا ہے۔ان کے محکمہ کا یہ حال ہے کہ ابھی جو سیلاب آیا تھا تو ان کے محکمہ کے افسر صاحب اپنی بیگم کے ہمراہ وہاں پر drains کی صفائی اور maintenance کے کام کو monitor کرنے کے لئے گئے۔ میرے اپنے کزن کے پٹرول پمپ سے ان کی بیگم صاحبہ نے تین گاڑیوں میں پٹرول ڈلوایا۔اس کے بعد وہاں پر جو tuck shop تھی وہاں سے انہوں نے دودھ کے ڈبے اور دوسری جتنی بھی items وہ لے سکتی تھیں وہ انہوں نے حاصل کیں۔وہاں پر -/49985 روپے کا بل بنا۔ان کے ہمراہ جو ایس ڈی او صاحب تھے انہوں نے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے اور 20ہزار روپے ان سے cash مانگا۔ جس پر پٹرول پمپ والوں نے یہ کہا کہ وہ تو سامان ہے اس کے تو پیسے دینے ہیں،اس پر ہم کمیشن لیں گے اور ان کو پانچ ہزار روپے کمیشن ادا کی گئی۔اس طرح drains کی maintenance کے لئے جو کرین منگوائی گئی تھی اس کے ڈیزل کا 75ہزار روپے کا بل بنا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کرین میں ڈیزل ڈلوایا گیا ہے،اس کرین سے drain کی صفائی ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی maintenance کی گئی۔یہ تو ہمارے محکموں کا حال ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ!جب سینئر منسٹر صاحب یہاں آئیں گے تو پھر آپ یہ بات کیجئے گا تاکہ وہ اس کا نوٹس بھی لیں سکیں۔

محترمہ سیمل کامران: سینئر منسٹر صاحب کب آئیں گے؟

جناب سپیکر: اب آپ بیٹھیں،اس معاملے کو چھوڑ دیں۔جی، شاہ صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر

ضلع جھنگ کے ترقیاتی منصوبوں کو بند کرنا

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کی توجہ چاہوں گا۔ پچھلے دنوں بارشوں اور سیلاب سے تباہ کاریاں ہوئی ہیں۔یہ تباہی پنجاب کے جن اضلاع میں ذرا زیادہ تھی وہاں پر حکومت کی پوری توجہ ہے جبکہ ہمارے اضلاع،جہاں پر کم سطح پر تباہی ہوئی ہے وہاں پر تمام ترقیاتی کام روک دیئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ترقیاتی کام روکنے سے ان متاثرین کی بحالی عمل میں لائی جا سکتی ہے تو پھر ٹھیک ہے،ہمارے علاقے کے ترقیاتی کام بے شک رُکے رہیں۔ سیلاب سے

متاثرہ علاقوں کی بحالی کے لئے بھی کوئی خاص کام نہیں ہو رہا اور ہمارے اضلاع کے تمام ترقیاتی کام بھی روک دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہماری زندگیاں اجیرن ہو چکی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں ہاؤس میں اپنے ضلع اور حلقے کی محرومیوں کا اکثر ذکر کرتا ہوں لیکن میری یہ بات سنی ان سنی کر دی جاتی ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ ایک کمیٹی بنا دیں جو کہ ہمارے حلقے میں جا کر ترقیاتی کاموں کا جائزہ لے۔ یہ ہمارا کوئی جرم تو نہیں ہے کہ ہم پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں روزانہ اخبارات میں پڑھتا ہوں، ٹیلیویژن چینلز پر دیکھتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب مختلف ترقیاتی کاموں کا افتتاح کر رہے ہوتے ہیں۔ وہاں پر بورڈ آویزاں کئے جاتے ہیں کہ اتنے سکول upgrade ہو گئے ہیں، ان ہسپتالوں کو upgrade کر دیا گیا ہے اور اتنی پکی سڑکیں بن گئی ہیں۔ کیا ہمارا ان ترقیاتی سکیموں پر کوئی حق نہیں ہے اور کیا میرے علاقے کے لوگ ٹیکس نہیں دیتے؟ ہم بھی اس حکومت کا حصہ ہیں اور ہم بھی ٹیکس دیتے ہیں۔

جب قائد ایوان منتخب کیا گیا تھا تو میں نے بھی انہیں ووٹ دیا تھا۔ جب میں اپنے ووٹرز کی قدر کرتا ہوں تو پھر ہماری قدر کیوں نہیں کی جاتی؟ میں آج آپ کی وساطت سے آخری دفعہ اس حکومت کو ہاتھ باندھ کر کہہ رہا ہوں کہ ہماری محرومیوں پر نظر ڈالی جائے۔ خدا کی قسم ہے فیصل آباد کا گندا پانی میرے حلقے سے ہوتا ہوا دریائے چناب میں جاتا ہے۔ اور اس گندے پانی کی وجہ سے میرے حلقے کے ہزاروں بچے، مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہیپاٹائیٹس کا شکار ہو چکی ہیں۔ ہمارا نیچے والا جو میٹھا پانی ہے اس کا انہوں نے ایک ایک قطرہ نچوڑ کر فیصل آباد کو دے دیا ہے۔ آج تک ہمیں اس حوالے سے ایک پائی کی royalty نہیں ملی۔ میرے چناب کا پانی، میرے حلقے کا پانی واسا والے فیصل آباد کو دے رہے ہیں لیکن میرے حلقے کا واسا میں ایک آدمی Sweeper کے طور پر بھی بھرتی نہیں کیا گیا۔ میری حکومت سے استدعا ہے کہ ہماری ان محرومیوں کا ازالہ کیا جائے۔ آج اگر بلوچستان کے حالات ٹھیک نہیں ہیں تو اس کے پیچھے بھی اسی قسم کے کارنامے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ Central Punjab جو جنت کا سماں پیش کرتا ہے بلوچستان بن جائے تو پھر یہ زیادتی ہمارے ساتھ ہوتی رہے۔

جناب سپیکر! میں بالکل serious ہو کر بات کر رہا ہوں۔ کل بھی میں نے یہاں پر بیوروکریسی کے حوالے سے بات کی تھی۔ وزیر قانون صاحب موجود ہیں۔ میرے لئے سارے بیوروکریٹس انتہائی محترم ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میری کسی کے ساتھ کوئی دشمنی یا grudge ہے۔ میں نے کل بھی اصول کی بات کی تھی کہ اگر کمشنر لاہور کے پاس dual charge ہو تو مجھے اس

پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کمشنر لاہور اگر کسی project کی نگرانی کرے تو مجھے کیا اعتراض ہے ؟اس سے توکام بہتر ہو گا لیکن اگر وہ Project Director کی حیثیت سے تین، ساڑھے تین یا چار لاکھ روپے تنخواہ لے اور 40ہزار روپے والی سیٹ کا charge additional بھی رکھے تو پھر مجھے اعتراض ہے۔اگر میں غلط کہہ رہاہوں تووزیر قانون صاحب تشریف فرماہیں وہ اٹھ کر کہہ دیں۔ میں نے بات کی تھی کہ ایک 19 گریڈ کے پی۔ سی۔ ایس افسر کو دفتر میں جوتیوں سے مارا گیااور وہاں پر گریڈ20 کے افسر کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ میں نے تو اصول کی بات کی تھی۔ یہ ہماری حکومت ہے، یہ عوامی حکومت ہے۔اس حکومت کو لانے کے لئے ہم نے ڈکٹیٹروں کے جوتے کھائے ہیں۔ رانا صاحب گواہ ہیں، یہ ہمارے ساتھی ہوا کرتے تھے۔ خدا کی قسم ان لاہور کی سڑکوں کی تپش کو ہم نے اپنے خون اور پسینے سے ٹھنڈا کیا تھا، ہم political workers ہیں ہم نے ان آمروں کے خلاف لڑتے ہوئے پھانسیاں قبول کی ہیں۔ ہمارے قائدین نے جلاوطنیاں برداشت کی ہیں، کیا یہ سب کچھ اسی لئے کیا تھا کہ جب ہم برسر اقتدار آئیں گے تو یہاں پر حکمران بیوروکریٹس ہوں گے۔ میں اصول کی بات کر رہا ہوں، آپ خدارا یہاں وزیر قانون کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائیں اگر کسی گنہگار کو سزا ملے گی تو یہاں پر حالات بہتر ہوں گے اور ہم بہتری کی طرف جائیں گے۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور میں آج توقع کرتا ہوں کہ آپ اس پر ضرور کوئی نہ کوئی کمیٹی بنا کر کارروائی فرمائیں گے۔

جناب سپیکر: جی، ابھی وزیر قانون صاحب سے پوچھتے ہیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! اس وقت ایوان میں جو topic under discussion ہے میں اس پر ایک معمولی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اگر تو کوئی serious matters ہیں تو انہیں کسی طریقے سے ایوان میں لایا جائے اس طرح سے نفرتیں پیدا کرنا کہ فیصل آباد ان کا میٹھا پانی پی گیا اور گندا پانی چنیوٹ کو بھیج دیا۔ شاہ صاحب بھی ہماری حکومت میں اس معزز ایوان کے ممبر ہیں ہم فیصل آباد والے چنیوٹ والوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اب میں یہ کہوں کہ جی، ان کے ٹرک گزرتے ہیں، ہماری ہوا جاتی ہے یہ معاملات کوئی اچھی بات نہیں ہے اگر کوئی serious issue ہے تو اسے لکھ پڑھ کر لے آئیں ہم تو چنیوٹ والوں کو اپنے سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ ادھر میٹھا پانی ہے اگر فیصل آباد کے اندر میٹھا پانی ہے، اب ہم نے نئے ٹیوب ویل اپنی نہروں پر لگانا شروع کر دیئے ہیں تاکہ خدانخواستہ کوئی ناراضگی پیدا ہو۔ کل یہاں پر میرے بھائی نے پوری CSP Class کو برا بھلا کہا میں نے اس House

میں کھڑے ہو کر صرف یہ کہا کہ اگر ان کے اندر کوئی ایک دو اشخاص کے اوپر آپ کو اعتراض ہے تو ہم بحیثیت جماعت کسی کو برا نہیں کہہ سکتے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! رانا صاحب میرے بھائی ہیں، محترم ہیں۔ میرے حلقے کے لوگ اکثر ان کے ہسپتال سے مستفید ہوتے ہیں اور یہ ہسپتال کے بل میں بھی کافی رعایت کرتے ہیں ہم پر ان کی بڑی مہربانیاں ہیں۔ فیصل آباد ہماری جان ہے ہمارا حصہ ہے مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ وہ چنیوٹ سے پانی کیوں لے رہے ہیں اگر وہ ہم سے اچھا پانی لیتے ہیں تو انہوں نے گندا پانی بھی تو ہمیں ہی دینا ہے لیکن کسی حساب کا تو دیں اگر ہم Hepatitis سے مر رہے ہیں تو رانا صاحب کو چاہئے کہ اس کا کوئی تدارک کریں۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ پینے والا پانی ہمارے سے نہ لیں لیکن وہ ہمیں جو بیماری دے رہے ہیں اس میں کچھ کمی ہو جائے۔ میں کب کہتا ہوں کہ فیصل آباد کو یہاں سے فارغ کر دو اور migrate کر کے کہیں اور بھیج دو۔

جناب سپیکر: وہ بیماروں کا علاج تو کر رہے ہیں اور کیا کریں۔ جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! حسن مرتضیٰ صاحب نے تین points اٹھائے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اس بات کو پورے دعوے سے کہتا ہوں کہ چنیوٹ بھی میرا شہر ہے اور فیصل آباد بھی میرا شہر ہے اور اسی طرح سے فیصل آباد بھی حسن مرتضیٰ صاحب کا شہر ہے اور چنیوٹ بھی ان کا شہر ہے اس میں قطعی طور پر کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے۔ اڑھائی سال سے حسن مرتضیٰ صاحب اس اسمبلی کے ممبر ہیں انہوں نے جو بات آج کی ہے اگر کسی قرارداد یا کسی Adjournment Motion کے ذریعے سے لائی ہوتی تو آج تک اس کا proper انتظام جو یہ چاہتے ہیں وہ ہو چکا ہوتا یا میں اس کی صورتحال کے متعلق حقائق ایوان کے سامنے رکھنے کی پوزیشن میں ہوتا۔ جس طرح سے یہ اس مسئلے کو seriously لے رہے ہیں اب بھی اگر یہ اس مسئلے کو لے آئیں تو اس پر WASA and Housing Department سے جواب لے کر اس پر انشاء اللہ تعالیٰ پیشرفت کریں گے اور ہم اس کو out of turn بھی take up کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر! انہوں نے اپنے حلقے سے متعلق جو دوسری بات کی ہے آج ان کو موجودہ حکومت سے کتنا گلہ ہے، جس دن انہوں نے چنیوٹ ضلع بنوایا تھا اور میرے ساتھ ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر وہاں پر گئے تھے اس دن انہوں نے وہاں پر کیا تقریر کی تھی اگر حسن مرتضیٰ اب وہ تقریر یاد کر لیں انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں تو ساری زندگی کوئی گلہ نہیں رہے گا۔ اب ایک نیا ضلع بننے کے اوپر جو اخراجات ہو

رہے ہیں میں اس کی مکمل تفصیل لاکر آپ کے سامنے رکھوں گا اور اس سے آپ کو اور اس معزز House کو یہ اندازہ ہوگا کہ چنیوٹ کو کس طرح سے فنڈز فراہم کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! حسن مرتضیٰ نے تیسری بات یہ کی ہے کہ ایک واقعہ ہوا اور اس واقعہ میں ایک آفیسر نے alleged کیا ہے کہ اس کے سینئر نے اسے مارا ہے جبکہ سینئر نے کہا ہے کہ جناب! آپ مجھے یہاں سے ہٹا کر اس معاملے کی inquiry کریں۔ اگر آپ ہٹاتے نہیں ہیں تو میں چھٹی پر چلا جاتا ہوں تاکہ inquiry میں کوئی رکاوٹ نہ آئے اور independent inquiry ہو۔ Secretary level کے تین لوگ، جن میں Secretary Law, Secretary Regulation and Secretary Literacy انتہائی دیانت دار لوگ اس معاملے کی inquiry کر رہے ہیں اور اس inquiry کا جو result ہوگا اس میں جو آدمی قصوروار ہوگا اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ کچھ لوگ اس مسئلے کو PCS and DMG کے درمیان لڑائی کا رنگ دے رہے ہیں۔

(اذانِ ظہر)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ دو ملازمین کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اس بات کے قطع نظر کہ ان میں سے کون پی سی ایس ہے اور ڈی ایم جی کون ہے اس واقعے کی انکوائری کروائی جا رہی ہے۔ اس میں جو آفیسر قصوروار ہوگا اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے گی لیکن اس مسئلے کے اوپر کچھ لوگ سیاست کر رہے ہیں اور پریس کانفرنسز کر رہے ہیں۔ میں on behalf of the Government انھیں warn کرتا ہوں کہ سروس رولز کے مطابق وہ اس قسم کی سیاست کرنے کے مجاز نہیں ہیں اور indiscipline کو قطعی طور پر برداشت نہیں کیا جائے گا۔ جہاں تک اس واقعے کا تعلق ہے اس کی انکوائری رپورٹ کے مطابق جو قصوروار ہوگا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! رانا صاحب نے بڑی تفصیل سے بات کی ہے اور بتایا ہے کہ انکوائری کمیٹی بھی بنادی گئی ہے۔ یہاں serious ہونے کے حوالے سے بات ہو رہی تھی تو میں واقعتاً serious ہوں۔ مجھے قسم ہے اس (چودھری عبدالغفور وزیر خوراک کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا) وزیر کے سر کی کہ اگر میں nonserious ہوں۔ یہ ہمارے بھائی ہیں اگر میں nonserious ہوں تو اللہ کرے یہ یہیں مر جائیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! رانا صاحب نے جیسے فرمایا ہے۔۔۔

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ پیر صاحب نے اس چیز کو proof کر دیا ہے۔آپ واقعی ٹھیک کہہ رہے تھے کہ ان کا نہ پتا لگتا ہے کہ یہ serious ہیں یا nonserious ہیں۔ I think its totally wrong کہ اگر کسی ایسے serious matter پر یہ بات کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ اسمبلی کا معزز ایوان ہے۔اس میں اس طرح کی joke کسی صورت مناسب نہ ہے۔ یہ پہلے تو کہہ رہے تھے کہ کسی ڈی ایم جی گروپ کے بندے نے پی سی ایس والے کو مارا ہے یا کیا کیا ہے۔ان کی کسی صحیح بات کا پتا لگتا ہے اور نہ غلط بات کا پتا لگتا ہے۔ یہ اب نئی طرف بات کو لے کر چل پڑے ہیں کہ کریں یہ اور بھگتے کوئی وزیر، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (قہقہے)

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر! آپ میرے serious ہونے کا اندازہ لگا لیں کہ سارے ہنسے ہیں لیکن میں نہیں ہنسا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! مجھے جو چیز دنیا میں اور کائنات میں پیاری ہے میں نے اس چیز کی قسم اٹھائی ہے۔ اگر اس پر انھیں اعتراض ہے تو ان کی مرضی ہے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! مجھے آپ کی توجہ چاہئے۔

جناب سپیکر: میرے کان آپ کی طرف ہی ہیں۔

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر! مجھے آپ کا چہرہ چاہئے۔ جب آپ دیکھتے ہیں تو قسم سے تھکاوٹ اتر جاتی ہے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب ہمارے نہایت محترم اور قائد ایوان ہیں۔ ان کی مہربانیاں ہیں کہ انھوں نے ضلع بنایا اور رانا صاحب نے جیسے فرمایا ہے ہم بالکل اس کی قدر کرتے ہیں۔ انھوں نے قطعاً ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ جو کام ہمارے رکے ہوئے ہیں اگر انھوں نے ہمارا ضلع بنا دیا ہے تو باقی ہمارے کام انڈین پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے تو نہیں کرنے وہ بھی انھوں نے ہی کرنے ہیں۔ میں اس کے لئے استدعا کر رہا تھا۔ رانا صاحب کی بڑی مہربانی ہے کہ انھوں نے یقین دلایا ہے کہ آپ کے باقی مسائل بھی انشاء اللہ جلد حل ہوں گے۔

جناب سپیکر: لکھنے پڑھنے کی ذمہ داری تو آپ کی ہے۔

میاں نصیر احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میاں نصیر احمد!

صوبہ میں پرائیویٹ سکولوں کا فیسوں میں سو فیصد اضافہ کرنے سے والدین کو مالی پریشانی کا سامنا

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں ایک اہم معاملے کی طرف ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ پچھلے سات دن سے میرے حلقے کے اندر سینکڑوں مجبور والدین اپنے بچوں سمیت پرائیویٹ سکولوں کے سامنے سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ یہ سراپا احتجاج صرف لاہور کے ایک حلقے میں نہیں ہے بلکہ پچھلے ایک مہینے سے لاہور کے مختلف علاقوں، سیالکوٹ، قصور، فیصل آباد اور دوسرے شہروں میں مجبور والدین جو اپنے بچوں کی محبت اور چاہت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ ان تمام پرائیویٹ سکولوں نے اپنی فیسوں میں سو فیصد اضافہ کر دیا ہے اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ بچوں کی فیسوں میں جو سو فیصد اضافہ کیا گیا ہے یہ mid of the session کیا گیا ہے تاکہ یہ والدین اپنے بچوں کو ہٹا کر نہ کسی اور سکول کے اندر لے جا سکتے ہیں اور وہیں پڑھانے پر مجبور ہیں۔ ان کی مجبوری کا فائدہ یہ اٹھایا جاتا ہے کہ اب ان کو تحریری نوٹس بھیجے جا رہے ہیں کہ آپ کے بچوں کو سکول سے نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ نے آپ کی تنخواہوں میں 70 فیصد اضافہ کیا ہے تو ہم نے بھی اساتذہ کی تنخواہوں میں سو فیصد اضافہ کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آج سے چند ماہ پہلے انہی پرائیویٹ سکولوں نے سکیورٹی کے نام پر بچوں سے لاکھوں کروڑوں روپے اکٹھے کئے۔ والدین کی جو یونین بنی انھوں نے بھی محکمہ تعلیم سے رابطے کئے لیکن محکمہ تعلیم کے افسران کے رشتہ داروں کے سکول ہیں اور خود بھی یہ کئی پرائیویٹ سکولوں کے مالک ہیں، انھوں نے اس کے خلاف کوئی action نہیں لیا۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ والدین کی محبت کا ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، ان کا معاشی قتل کیا جا رہا ہے اور ان کو mid of the session emotionally blackmail کیا جا رہا ہے کہ سو فیصد فیسیں بڑھا دی گئی ہیں۔ اگر آپ پچھلے دو سال کا ریکارڈ نکال کر دیکھیں تو ڈیڑھ سو فیصد سے زیادہ فیسیں بڑھائی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! ان حالات میں جہاں پر معاشی طور پر کمانا اور بزنس لانا مشکل ہو گیا ہے۔ ان پرائیویٹ سکولوں نے فیسیں بڑھا دی ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان کو پتا ہے کہ والدین بچوں پر کسی بھی طرح کا compromise نہیں کریں گے اور پرائیویٹ سکولوں کے مالکان اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ میری وزیر قانون سے یہی گزارش ہے کہ اس پر فوری طور پر action لیا جائے تاکہ جذباتی blackmailing کو بند کیا جائے۔

جناب سپیکر: محکمہ تعلیم کے منسٹر صاحب کہاں ہیں؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! وہ موجود نہیں ہیں لیکن وزیر قانون موجود ہیں اس لئے میں نے ان کا نام لیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں ایک تحریک التوائے کار بھی pending ہے۔ اس پر محکمہ جواب تیار کر رہا ہے کہ اس کے پاس کیا means ہیں کہ کس طرح سے اس صورتحال کو resolve کیا جا سکتا ہے۔ اس کا نوٹس پہلے ہی حکومت لے چکی ہے۔ اس کے اوپر ایک دو دنوں میں انشاء اللہ کوئی action لے لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

انجینئر شہزاد الٰہی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، انجینئر شہزاد الٰہی صاحب!

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! آج جب صبح اجلاس شروع ہوا تو سیکرٹری صاحب ایوان میں حاضر نہ تھے۔ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے ممبران کے تقدس کو پامال نہ ہونے دیا اور آپ نے ان کی سرزنش کی۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو کچھ نہیں کہا۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! آپ نے کہا اور تھوڑی دیر اجلاس رکا رہا۔ یہ ان کی سرزنش ہی ہے۔ اگر آپ نے ایک سیکرٹری کو تو یہ کہہ دیا لیکن جو آپ کی حکم عدولی کرے، جو اس ایوان کی حکم عدولی کرے تو اس کے لئے بھی آپ کچھ ارشاد فرما دیں کیونکہ پرسوں جو اجلاس ہوا اس میں محکمہ تعلیم کے سوالات والے دن وزیر صاحب نے کہا تھا کہ میں کل جواب دوں گا کہ جو ادارے واپس ہوئے ہیں۔ پنجاب

حکومت نے کہا تھا کہ ہم مشنری سکولوں کو واپس کر رہے ہیں۔ میں نے ایک سوال کیا تھا اور آپ نے بھی مجھے بٹھا دیا تھا کہ نہیں بھئی منسٹر صاحب نے جب کہہ دیا ہے تو آپ اس کا انتظار کریں۔ میں کل پورا دن انتظار کرتا رہا اور میں نے باقاعدہ اسلام آباد سے یہ فائل منگوائی ہے تاکہ منسٹر صاحب کو دکھا سکوں کہ سپریم کورٹ نے بھی یہ فیصلہ کیا ہوا ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ بات منسٹر صاحب کے سامنے ہی کی جائے تو آپ ایک دن مقرر کر دیں کہ کل اگر منسٹر ایجوکیشن آ جائیں تو میں بھی ان کے سامنے اور اس ایوان کے سامنے وہ بات کر سکوں۔ انھوں نے خود کہا تھا کہ میں کل ایوان میں وہ رپورٹ پیش کروں گا لیکن انھوں نے نہیں کی۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ایک دن محکمہ تعلیم پر بحث رکھیں گے۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر پر عام بحث pending ہے کیونکہ سیلاب پر بحث extend ہو گئی تھی۔ آج صحت سے متعلق عام بحث ہے اور آج آبپاشی سے متعلق بھی اپوزیشن کی طرف سے کافی stress دیا جا رہا ہے کہ اس کے اوپر بھی بات کرنی ہے۔ تعلیم پر بحث کے لئے اگلے ہفتے میں کوئی دن مقرر کرنے کے لئے کوشش کریں گے لیکن اگر انھوں نے منسٹر ایجوکیشن سے بات کرنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آج ہی ان کی میٹنگ manage کروا دیتے ہیں۔ یہ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لیں اور پھر ان کو بھی پتا چل جائے کہ یہ کس بات کا جواب چاہتے ہیں تاکہ جس دن یہ بات ہاؤس میں ہو تو کم از کم دونوں فریق اس کے لئے تیار ہوں۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! اسمبلی میں باقاعدہ سوال کیا گیا ہوا ہے۔ انھوں نے اس سوال کا جواب دینا تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! وہ question آج یا کل ایجنڈے پر تو نہیں ہے۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! ایجنڈے پر تو نہیں ہے لیکن منسٹر صاحب نے یہاں پر commit کیا تھا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا اور سپیکر صاحب نے باقاعدہ آرڈر کئے تھے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے یہ ان سے چیمبر میں مل لیں۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! یہ اسمبلی کا سوال ہے اس کے متعلق آپ نے منسٹر صاحب سے کہا تھا کہ اس کا جواب آپ نے اسمبلی میں دینا ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کو تو آنے دیں۔

انجینئر شہزاد الٰہی: وہ کب آئیں گے ؟میں توان کے انتظار میں صبح سے لے کر شام تک بیٹھا رہتا ہوں اور وہ نہیں آتے۔ مجھے بتادیں کہ وہ کب آئیں گے ؟آپ آرڈر کر دیں چاہے، وہ کل آ جائیں یا پرسوں آ جائیں میں اس دن حاضر ہو جاؤں گا۔

جناب سپیکر: ہم امید ہی کر سکتے ہیں کہ وہ کل آ جائیں گے۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! پھر اس صوبہ پنجاب کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ بیوروکریٹ ہیں تو وہ نہیں سنتے اور منسٹر ہیں وہ نہیں سنتے تو پھر غریب عوام کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ ہماری سننے والے صرف ایک آپ ہی ہیں۔

جناب سپیکر: وہ آ جائیں گے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! راجن پور پولیس کے تین افسران کو ایف سی کے 45آدمیوں نے پیٹا ہے۔ پنجاب پولیس کے ساتھ یہ انتہائی ظالمانہ سلوک ہوا ہے اور اس وقت پنجاب پولیس کے ان تین افسران کی حالت اچھی نہیں ہے۔ میں جناب کے توسط سے چاہوں گا کیونکہ لاء منسٹر صاحب کے علم میں یہ واقعہ ہو گا کہ ان تین افسران کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے ان لوگوں کو ایک عام شہری کو مارنے سے منع کیا تھا۔ میں اس پر آپ کی توجہ چاہوں گا کہ اسی طرح اگر پنجاب پولیس کے لوگوں کو مارا گیا تو پھر اس کا کیا action ہو گا؟

جناب سپیکر: آپ اس پر توجہ دلاؤ نوٹس وغیرہ لے کر آئیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یا تو آپ کہہ دیں کہ میں توجہ دلاؤ نوٹس لاؤں لیکن لاء منسٹر صاحب کو اس کا پتا ہے اور اس سے پولیس کا جو moral گرا ہے وہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر legal کارروائی ہو لیکن ہو تو سہی۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔ توجہ دلاؤ نوٹس اعجاز احمد کاہلوں صاحب کا ہے۔ جی، کاہلوں صاحب!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آج لاء منسٹر صاحب اور پولیس کے افسران بھی موجود ہیں۔

شیخوپورہ، پولیس کی فائرنگ سے نوجوان کی ہلاکت و دیگر تفصیلات

جناب اعجاز احمد کاہلوں: کیا وزیر اعلیٰ از راہ بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر مورخہ 11-10-2010 کے مطابق فاروق آباد شیخوپورہ میں میلاد شریف میں شرکت کے بعد گھر جاتے ہوئے نوجوان ظفر اقبال ملک کو پولیس اہلکار نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ علاقے کے لوگوں نے لاہور سرگودھا روڈ بلاک کر دی اور ہسپتال کے باہر مظاہرہ کیا؟

(ج) کیا متعلقہ پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا ہے۔ اگر ہاں تو اس سلسلہ میں آج تک جو کارروائی کی گئی ہے مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کریں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جواب یوں ہے کہ:

(الف) مورخہ 10-10-2010 کو بوقت 1:40 بجے رات ASI عبدالستار، شاداب اختر کانسٹیبل مسلح رائفل، انصر علی کانسٹیبل مسلح رائفل دوران گشت ظفر اقبال نامزد ملزم مقدمہ نمبر 257/10 مورخہ 1-10-2010 جرم 365/337H2/34 ت پ تھانہ سٹی فاروق آباد کو گرفتار کرنے کے لئے نوکھر قدیم ریڈ کیا جو ملزم پولیس کو دیکھ کر فرار ہونے لگا۔ جب پولیس پارٹی نے ملزم کو قابو کرنے کی کوشش کی تو ظفر اقبال نے پولیس پر فائرنگ کے لئے اسلحہ سیدھا کیا جس پر کانسٹیبل انصر علی نے فائر کیا جو ظفر اقبال کو ناف کے نیچے پیٹ پر لگا جس سے وہ مضروب ہو گیا اور بعدازاں سول ہسپتال شیخوپورہ میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ موقع سے پسٹل 13 بور اور بندوق 12 بور درآمد ہوئی جو قبضہ میں لی گئی۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) وقوعہ درج بالا رونما ہونے پر مقامی پولیس نے ریڈنگ پارٹی پولیس ملازمین جن کا اوپر ذکر ہے، کے خلاف مقدمہ نمبر 272/10 مورخہ 10-10-2010 جرم 302/34 ت پ تھانہ

سٹی فاروق آباد درج رجسٹر کر لیا ہے۔ مزید مدعی مقدمہ نے دوران تفتیش مورخہ 10-10-2010 کو اپنے تتمہ بیان میں غلام مرتضیٰ مقدمہ 257/10 اور رانا مظہر کو مقدمہ ہذا میں نامزد کیا ہے۔ ایس ایچ او کو ناقص supervision اور محرک تھانہ کو غفلت کی بناء پر معطل کر کے تبدیل لائن کر دیا گیا ہے اور اس مقدمہ کی تفتیش میرٹ پر کر کے چالان جلد عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! یہ آپ روزانہ اس قسم کے واقعات سنتے بھی ہیں، دیکھتے اور پڑھتے بھی رہتے ہیں کہ پولیس اور پارٹی کے درمیان فائرنگ کا سلسلہ ہوا اور اس دوران ملزم ہلاک ہو گیا۔

جناب سپیکر: اگر اس میں آپ کوئی ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں تو پوچھیں لیکن اس کے علاوہ کوئی تقریر نہیں کر پائیں گے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! اس میں پولیس کی دہشت گردی ہے کیونکہ اس قسم کا کوئی وقوعہ ہوا، موقع پر اس کو گرفتار کیا گیا اور نہ ہی تفتیش ہوئی ہے۔ یہ کورٹ کا معاملہ تھا اس کو گرفتار کر کے اور تفتیش کر کے کورٹ میں بھیجتے تو کورٹ ہی trial کر کے اس کو سزا دیتی لیکن پولیس نے خود ہی اس کا murder کیا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، اب آپ کی بات ختم ہو گئی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ایک چھوٹی سی گزارش کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں صرف ایک چھوٹی سی بات پوچھنا چاہتی ہوں may be میری عقل بڑی limited ہے۔ بدھ 6-اکتوبر 2010 کو آبکاری و محصولات کے جوابات دیتے ہوئے میرے سوال کے جواب میں منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ میں تھوڑی دیر میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ آج میری mother-in-law کی فوت ہونے کے بعد پہلی جمعرات تھی لیکن اس کے باوجود میں یہاں پر اس لئے آئی ہوں کہ شاید منسٹر صاحب کی وہ تھوڑی دیر آج پوری ہو گئی ہو لہذالاء منسٹر صاحب یا ہاؤس میں سے کوئی اور بتادے کہ اب مجھے کس طرح سے پتا چلے گا کہ منسٹر صاحب کی وہ تھوڑی دیر پوری ہو گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، یہ کن کے متعلقہ سوال ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!6۔اکتوبر2010 کو آبکاری و محصولات کے متعلق سوالات تھے۔

جناب سپیکر: محکمہ آبکاری و محصولات کن کے پاس ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! منسٹر صاحب کی وہ تھوڑی دیر میں آج 15 تاریخ ہو گئی ہے لیکن پتا نہیں وہ تھوڑی دیر کتنے سالوں بعد آئے گی؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ 15 تاریخ تک تھوڑی دیر تک انتظار ہی کرتی رہی ہیں۔ یہ مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب کا محکمہ ہے جب وہ آئیں گے تو ہم ان سے پوچھ لیں گے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! پتا نہیں وہ کب آئیں گے؟

جناب سپیکر: میں ہاؤس میں ہی پوچھ سکتا ہوں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ان کی ننھی سی جان پر جب اتنا زیادہ بوجھ پڑے گا تو وہ کیسے بتا پائیں گے؟ ایجوکیشن والے اگلے دن بتائیں گے تو کہتے ہیں پتا نہیں ہے۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: جی، آپ کے یہ ساتھی ان سے پوچھ کر آپ کو سب بتا دیں گے۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 33 محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ کی ہے۔

سیکرٹری سکولز کا معزز ممبر اسمبلی کا فون سننے سے انکار

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مفاد عامہ کے سلسلے میں بطور عوامی نمائندہ سیکرٹری سکول سے ملاقات مقصود تھی۔ بجٹ اجلاس اور جولائی اجلاس کے دوران متعدد بار سیکرٹری مذکور کے آفس گئی۔ عملہ نے ہر بار مجھے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ سیکرٹری موصوف میٹنگ میں مصروف ہیں یا دفتر سے باہر ہیں، ابھی تک دفتر نہیں آئے۔ ہر بار میں نے سیکرٹری آفس کے عملہ کو اپنا فون نمبر دیا مگر پھر بھی سیکرٹری موصوف نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ مورخہ 6۔اکتوبر2010 کو تقریباً 2:15 پر میں دفتر جانے کی بجائے سیکرٹری آفس فون کیا تو عملہ نے بتایا کہ سیکرٹری صاحب میٹنگ میں ہیں تو میں نے اپنا فون نمبر دے دیا۔ ایک گھنٹہ انتظار کے بعد پھر میں نے فون کیا تو عملہ نے بتایا کہ صاحب دفتر میں نہ ہیں، آپ کا

پیغام پہنچادیا گیا ہے۔ پھر میں نے ایڈیشنل سیکرٹری جناب غلام عباس سرگانہ سے بات کی اور انہیں بھی بتایا کہ سیکرٹری صاحب مجھ سے رابطہ نہیں کر رہے تو انہوں نے بھی کہا کہ رابطہ کریں گے۔ مورخہ 7-اکتوبر2010 کو دوپہر تک سیکرٹری کی طرف سے رابطہ نہ کرنے پر ایک بار پھر میں نے سیکرٹری آفس فون کیا تو معلوم ہوا کہ سیکرٹری صاحب میٹنگ میں مصروف ہیں۔ عملہ نے مجھ سے میرا فون طلب کیا اور میں نے فون نمبر دے دیا۔ مورخہ 8-اکتوبر2010 کو 11 بجے تک سیکرٹری کی طرف سے کوئی رابطہ نہ ہوا تو میں نے ایک مرتبہ پھر سیکرٹری آفس فون کیا تو دفتر کے عملہ نے بتایا کہ صاحب میٹنگ میں ہیں جبکہ میں نے کسی اور ذریعہ سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ وہ سیکرٹری آفس میں موجود ہیں۔ میں نے عملہ مسٹر حامد اور مسٹر عقیل سے دریافت کیا کہ میرا پیغام بھی سیکرٹری صاحب کو پہنچاتے ہو کہ نہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ کا پیغام مسلسل سیکرٹری صاحب کو پہنچا رہے ہیں مگر پھر بھی آپ اپنا فون نمبر دوبارہ دے دیں تو میں نے اپنا فون نمبر تحریر کروا دیا تھا۔ اس معزز ایوان میں متعدد بار میں نے بھی اور اس معزز ہاؤس کے معزز ممبران نے بھی حکومت پنجاب کے افسران خاص طور پر سیکرٹری سکول کے بارے میں کہا کہ وہ ہم سے ملتے ہیں اور نہ ہی رابطہ کرتے ہیں جس پر جناب نے ایوان کو یقین دہانی کروائی، حکومت کو بھی ہدایات جاری کیں کہ اس بات کو لازم کریں اور جب افسران اپنے آفس میں موجود نہ ہوں اور جب اپنے آفس آئیں تو سب سے پہلے معزز ممبران سے رابطہ کریں اور آپ نے یہ رولنگ بھی دی کہ آئندہ اس معزز ایوان میں کسی معزز ممبر نے افسران کے بارے میں شکایت کی کہ وہ ہم سے ملتے ہیں اور نہ ہی واپسی فون پر رابطہ کرتے ہیں تو میں خود ایکشن لوں گا اور مجھے ایکشن لینا آتا ہے۔ اس معزز ایوان میں، آپ کی یقین دہانی دلانے، حکومت کو ہدایات جاری کرنے اور رولنگ دینے کے باوجود، سیکرٹری سکول کے آفس میں میرے جانے، فون پر رابطہ کرنے اور پیغام موصول ہونے کے بعد بھی سیکرٹری صاحب کا مجھ سے رابطہ نہ کرنے سے نہ صرف میرا بلکہ اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میری شارٹ سٹیٹمنٹ یہ ہے کہ میڈیا سیاستدانوں کی کرپشن مع facts and figures تو بڑی واضح طور پر بتاتا ہے لیکن جب میں نے ہاؤس میں ایک محترمہ کے خلاف کرپشن کے cases کے ثبوت دیئے تو اس پر کوئی عمل نہ ہوا۔ اس کی فائل میں نے سیکرٹری سکولز کو دی تو اس نے کوئی action نہ لیا اور اسی سلسلے میں، میں مزید ان سے بار بار رابطے میں اسی لئے تھی اور پوچھنا چاہ رہی

تھی کہ آپ نے اس پر کیا action لیا ہے لیکن اس کے باوجود اس پر کچھ نہیں ہوا۔ آپ مزید دیکھیں کہ میں اسی بات پر وزیر تعلیم کے چیمبر میں تین بار گئی ہوں تو میں نے ان سے کہا کہ آپ متعلقہ سیکرٹری سے بات کریں لیکن منسٹر صاحب نے یہ کہا کہ وہ مجھ سے رابطہ نہیں کر رہے تو آپ سے کیا کریں گے؟ مزید زیادتی دیکھیں کہ پرسوں میں آپ کے چیمبر میں اسی تحریک کے سلسلے میں گئی ہوں تو آپ نے کہا کہ سیکرٹری سکولز کو بلائیں لیکن جواب آپ کو یہ ملا کہ وہ میٹنگ میں ہیں۔ مجھے بتائیں کہ آپ اس کے subordinate ہیں یا وہ آپ کا subordinate ہے، جب وہ آپ کے حکم کو disobey کر سکتا ہے تو ایک عام ممبر کی حیثیت کیا ہے؟ آپ نے کس طرح ان لوگوں کو سر پر چڑھایا ہوا ہے کہ وہ آپ کو بھی disobey کرتے ہیں، کیا آپ کی ان کے سامنے یہ حیثیت ہے؟ اگر آپ بیوروکریسی کی کانٹ چھانٹ اور احتساب نہیں کریں گے تو آپ حکومت اور یہ سسٹم کیسے چلائیں گے؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ جب تحریک استحقاق آئی ہے تو متعلقہ بندے کو اس وقت سامنے ہونا چاہئے تھا لیکن آپ اسے کمیٹی کے سپرد کر دیتے ہیں جو سالہا سال میٹنگیں ہی نہیں کرتے اور یہ پروا نہیں کرتے کہ کس آدمی کو بلانا ہے اور کس کو نہیں بلانا۔ جس ڈپٹی ڈی ای او کے خلاف میں نے کرپشن کے کیسوں کے ثبوت ہاؤس میں دیئے تھے اور جب اس بی بی کے خلاف انکوائری کی رپورٹ سامنے آئی تو اس کی فائل بھی میں نے سیکرٹری صاحب کو دی لیکن انہوں نے کوئی action نہ لیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سیکرٹری صاحب اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ کرپشن آپ کے اسی محکمہ میں ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو favour کرتے ہیں۔ اگر یہ ایک دوسرے کے خلاف action لیں تو میرے خیال میں پاکستان سے کرپشن ختم کی جا سکتی ہے لیکن جب تک آپ کی بیوروکریسی ان کو اسی طرح سے favour, oblige اور support کرتی رہے گی تب تک کبھی بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم پاکستان سے کرپشن ختم کر سکیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا notice مجھے ابھی موصول ہوا ہے لہذا آپ اسے next week تک pending فرما دیں اور ہم اس کا جواب منگوا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! مجھے اس میں ایسی تو کوئی بات نہیں لگتی کہ آپ ان سے کچھ پوچھیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں ویسے بھی تو کوئی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ اپنے مزاج ٹھیک کر لیں تو بہتر ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں بات تو ہے کوئی نہیں لیکن ایک طریق کار ہوتا ہے کہ جب کوئی تحریک پیش ہو تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے فریق سے جواب لیا جائے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! رانا صاحب کو بات کرنے دیں۔ آپ نے بہت لمبی بات کر لی ہے جو میں نے بھی سن لی ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اگر وہ آپ کو disobey کر سکتا ہے تو پھر ایک عام ممبر کی کیا حیثیت ہے اور کیا ابھی اس معاملے میں آپ کو کسی تصدیق کی مزید ضرورت ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ آپ نے بات کر لی ہے جو ہم نے سن لی ہے۔ رانا صاحب! اس کو ہم next week تک pending کرتے ہیں اور اس ہاؤس کے تقدس کو بحال رکھتے ہوئے آپ کی طرف سے اس کا بہتر اور positive جواب آنا چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر آپ مناسب سمجھیں اور اس واقعہ سے متعلق حکم فرمائیں تو متعلقہ officials کو بلا لیتے ہیں اور محترمہ کو بھی آپ کے پاس آپ کے چیمبر میں بیٹھ کر اس معاملے کو resolve کروا لیتے ہیں ورنہ next week میں جو جواب آئے گا وہ ایوان میں پیش کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: نہیں، میں نہیں سنوں گا۔ I don’t want to be biased۔ رانا صاحب! آپ اس کی تحقیق اپنے طور پر کریں اور پھر اس کی fate ہمیں بتائیں اس کے بعد جو فیصلہ ہاؤس کرے گا اس کے مطابق ہم چلیں گے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 641/10 محترمہ نگہت ناصر شیخ کی ہے۔ جی، محترمہ!

سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور میں قیدیوں کو دیئے گئے کھانے میں انسانی اعضاء کی موجودگی پر قیدیوں کا احتجاج

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق "سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور میں جیل میں سالن میں مبینہ طور پر انسانی پنجہ برآمد" تفصیل کچھ یوں ہے کہ سنٹرل جیل کوٹ لکھپت میں موجود قیدیوں نے افطاری کے وقت فراہم کئے جانے والے کھانے سے مبینہ انسانی ہاتھ کی انگلیاں برآمد ہونے پر جیل انتظامیہ کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے نعرے بازی کی، اس دوران انسانی اعضا ملا ناقص کھانا کھانے سے درجنوں قیدیوں کی حالت خراب ہو گئی اور قیدیوں نے احتجاجاً بھوک ہڑتال کر دی۔ اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام اور خصوصاً جیل کے قیدیوں میں شدید تشویش اور غم وغصہ پایا جارہا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس پر rule 83 C applicable ہے کیونکہ اس بارے میں پہلے بات ہو چکی ہے اور یہ واقعہ recent nature کا نہ ہے لہذا اسے rule out کرتا ہوں اور اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار بھی محترمہ نگہت ناصر شیخ کی ہی ہے۔

پنجاب حکومت کا کیٹل اینڈ پولٹری فیڈ ملز شاہ کوٹ کو سکریپ قرار دے کر فروخت کرنے کا فیصلہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق "پنجاب کا فیڈ ملز کو سکریپ قرار دے کر فروخت کرنے کا فیصلہ، سکریپ میں ملز 10 لاکھ کی بھی نہیں تاہم زمین کی قیمت ایک لاکھ روپے فی مرلہ ہے" پنجاب حکومت کو نقد رقم کی اشد ضرورت ہے اور یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے بالآخر پنجاب نجکاری بورڈ نے پاکستان کی پہلی خودکار کیٹل اینڈ پولٹری فیڈ ملز شاہ کوٹ فیڈ ملز کو سکریپ قرار دے کر فروخت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ شاہ کوٹ فیڈ ملز 1970 کی دہائی میں قائم کی گئی تھی اور یہ ایک گھنٹے میں 10 میٹرک ٹن کیٹل فیڈ تیار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب ملز ایک دن بھی نہیں چلی اور 26 سالہ زندگی کی مدت ختم ہونے

پر اس ملز کو سکریپ قرار دے کر فروخت کیا جا رہا ہے۔ اس ملز کا منصوبہ پنجاب لائیو سٹاک اینڈ پولٹری ڈویلپمنٹ بورڈ نے تیار کیا تھا اور جولائی 1977 میں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بورڈ پنجاب نے اس کی منظوری دی۔ منصوبے کے لئے دو کروڑ 28 لاکھ روپے کا نظر ثانی شدہ بجٹ مختص کیا گیا۔ جولائی 1978 میں کیٹل اور پولٹری کے دہرے مقاصد کے لئے پلانٹ ڈنمارک سے درآمد کیا گیا، منصوبے کے لئے پنجاب بورڈ آف ریونیو سے 34 کنال اور 5 مرلے زمین شاہ کوٹ کے مقام پر -/150 روپے فی کنال سالانہ لیز پر حاصل کی گئی۔ تمام ساز و سامان بشمول تین منزلہ ہاؤس، چار بڑے سٹوروں، ٹیوب ویل، پانی کی سپلائی کے سسٹم اور دیگر مشینری کا مکمل یونٹ 1984 میں نصب کر دیا گیا۔ اس پلانٹ کو قائم کرنے کا مقصد جانوروں اور پولٹری کی نشوونما کے لئے متوازن خوراک کی تیاری اور انسانوں کو ضروری پروٹینز فراہم کرنا تھا تاہم 8۔اگست 1985 کو پنجاب کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے یک جنبش قلم لائیو سٹاک بورڈ کو تحلیل کر دیا اور اس کے تمام اثاثے لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ پنجاب کے حوالے کر دیئے گئے۔ 1986 میں اس وقت پنجاب حکومت نے شاہ کوٹ فیڈ ملز کی نجکاری کا فیصلہ کیا۔ پنجاب نجکاری بورڈ کے چیئرمین کے مطابق ضلعی پرائس اسسٹنٹ کمیٹی کے سربراہ مقامی ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو نے زمین کی قیمت کا تخمینہ 3 لاکھ روپے فی مرلہ لگایا ہے جو علاقے میں مارکیٹ ریٹ سے بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جب میں نے ملز نیلامی کے لئے پیش کی تھی تو پارٹیوں نے زمین کی قیمت 80 ہزار روپے فی مرلہ لگائی تھی لیکن ضلعی پرائس کمیٹی کے بلند ریٹ کی بدولت وہ یہ سودا مکمل نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ ایک سرمایہ کار جو اب بھی یہ ملز خریدنا چاہتا ہے، نے اس ملز کا معائنہ کیا اور اربوں روپے کے نقصان کی وجہ سے اس ملز کو بطور سکریپ صرف -/60 روپے فی کلو کے حساب سے خریدنا چاہتے ہیں۔ نجکاری بورڈ کے تخمینہ کار کے مطابق اس ملز کو کبھی جدید ترین یونٹ شمار کیا جاتا تھا لیکن اب یہ سکریپ میں 10 لاکھ روپے سے زیادہ کی نہیں ہے تاہم شاہ کوٹ کے رہائشی علاقے میں زمین کی قیمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس ملز کی زمین ایک لاکھ روپے فی مرلہ تک فروخت ہو سکتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! میں دو باتیں کہنا چاہوں گی کہ اس مل کو قائم کرنے کے لئے بجٹ 28 کروڑ 86 لاکھ روپے تھا اور 1986 میں یہ منصوبہ مکمل ہوا تو اس وقت پولٹری کی demand اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن آج اگر ہم پولٹری کی demand اور موجودہ حالات کو دیکھیں تو اس ملز کو سکریپ میں معمولی

داموں پر فروخت کرنے کی بجائے حکومت پنجاب اگر اس پر خصوصی توجہ دے اور اس ملز کو دوبارہ چالو کرے تو یہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 642 کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ فیڈ ملز چونکہ ایک روز بھی نہ چل سکی اور چلائے جانے سے قبل ہی اسے فروخت کے لئے پیش کر دیا گیا۔ مزید برآں مختلف اوقات میں طلب کئے گئے ٹینڈرز کے جواب میں مناسب قیمت کی پیشکش نہ ہو سکی لہذا ملز مذکورہ کی تمام مشینری ناکارہ ہو چکی ہے اور اسے بطور سکریپ فروخت کئے جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہے۔ موجودہ حکومت کے آنے پر یہ مسئلہ دوبارہ پنجاب پرائیویٹائزیشن کمیشن کے سپرد کیا گیا۔ چیف سیکرٹری پنجاب نے یہ کیس 2009-05-06 کو دوبارہ پرائیویٹائزیشن کمیشن کو بھجوا دیا۔ Privatization Board نے محکمہ سے مزید معلومات حاصل کرنے کے بعد دوبارہ اس کیس پر کام شروع کیا اور موجودہ اشتہار دیا گیا۔ اس میں 6-اکتوبر 2010 کی تاریخ نیلامی مقرر کی گئی تھی لیکن کسی فرد یا فرم نے اس کی بولی نہیں دی۔ یہ ابھی status co ہی ہے جس طرح سے یہ Adjournment Motion میں بیان کیا گیا ہے۔ اب اس کو دوبارہ revive کرنا تو مشکل ہے لیکن اس کو دوبارہ فروخت کرنے کے لئے Privatization Commission سے کہا جائے گا کہ اس کو دوبارہ اس انداز سے اور اس کی ground realities assessment کے مطابق کی جائے تاکہ اس کی value کے مطابق رقم بھی گورنمنٹ کو ملے اور یہ نیلام ہو جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

محترمہ شگفتہ شیخ: جناب سپیکر! یہ کروڑوں روپے کی مل بنی تھی اور ایک دن بھی نہیں چل سکی۔ اب اس کو سکریپ کے طور پر فروخت کیا جا رہا ہے۔ یہ عوام کا پیسا ہے اور آج عوام کو ضرورت ہے۔ اگر حکومت پنجاب اس پر کوئی بجٹ کرتی ہے یا اس کو دوبارہ چالو حالت میں لاتی ہے تو پولٹری کی مصنوعات کی قیمتیں کم کرنے میں کافی اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے نوٹس لے لیا ہے Privatization Commission اس پر غور کر رہا ہے اس کے مطابق ہی اس پر عمل ہو گا۔ اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 643 سردار خالد سلیم بھٹی کی ہے۔

لاہور سے باہر ٹرانسفر ہونے والے افسران کو گھر رکھنے کی اجازت دینا، سول سیکرٹریٹ اور پنجاب اسمبلی وہائیکورٹ کے افسران کی الاٹمنٹ میں تضاد

سردار خالد سلیم بھٹی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ S&GAD نے ایک نوٹیفکیشن No.4EO(S7GAD)Misc.2000(Prov.)/ Allotment Policy-1719 مورخہ 19۔اگست 2010 کے ذریعہ سرکاری گھروں کی الاٹمنٹ پالیسی S&GAD 1997 میں یہ ترمیم کر دی ہے کہ کوئی بھی سرکاری آفیسر جس کا عہدہ سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری یا ڈپٹی سیکرٹری ہو وہ لاہور سے باہر ٹرانسفر ہو گیا ہے تو اس کے پاس سرکاری رہائش دو سال کے عرصہ تک رہ سکتی ہے یا اتنے عرصہ کے لئے جتنا اسے درکار ہے۔ سرکاری رہائشوں کی صورتحال یہ ہے کہ پہلے ہی لاہور شہر میں سالہا سال سے سرکاری گھر خالی نہیں ہوتا اور ہزاروں آفیسر وملازمین لائنوں میں لگے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں اور ان کو کوئی سرکاری رہائش نہیں مل رہی اور اب محکمہ S&GAD نے افسر شاہی کو خوش کرنے کے لئے بدنیتی پر مبنی ایسا نوٹیفکیشن کر دیا ہے کہ جس سے ایک افسر کے پاس لاہور میں بھی رہائش رہے گی اور لاہور سے باہر بھی وہ رہائش لے سکتا ہے۔ اس نوٹیفکیشن کے جاری ہونے سے تمام سرکاری ملازمین /افسران میں سخت تشویش پائی جاتی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ فوری طور پر اس نوٹیفکیشن کو منسوخ کر دیا جائے اور محکمہ S&GAD کا یہ تضاد اور غیر منصفانہ سلوک بھی ختم کیا جائے کہ اسمبلی سیکرٹریٹ اور لاہور ہائیکورٹ کے ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری کو C-type گھر دیا جاتا ہے جبکہ صوبائی حکومت کے ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری، ممبر انسپکشن ٹیم کو B-type گھر دیا جاتا ہے جبکہ ایڈیشنل سیکرٹری / ڈپٹی سیکرٹری کے سکیل اور حیثیت ایک جیسی ہوتی ہے تو پھر محکمہ S&GAD پنجاب اسمبلی اور لاہور ہائیکورٹ کے ساتھ یہ ناانصافی کیوں کرتا ہے؟ یہ تضاد بھی ختم کیا جائے اور اسمبلی کے افسران کو بھی B-type گھر الاٹ کئے جائیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ 643 اور 644 دونوں تحاریک کا ایک ہی subject ہے۔ اس میں جس نوٹیفکیشن کو انہوں نے ہدف تنقید بنایا ہے وہ اس طرح سے نہیں ہے کہ یہ کوئی سہولت دی گئی ہے بلکہ قبل ازیں الاٹمنٹ پالیسی کے پیرا 33 سب کلاز (g) کے تحت وفاقی حکومت کے ملازمین کو یہ سہولت میسر تھی کہ وہ پنجاب سے تبادلہ کی صورت میں پانچ سال تک گھر رکھ سکتے تھے مگر موجودہ حکومت نے اس سہولت کو کم کر کے دو سال کر دیا ہے۔ اسی طرح تمام ملازمین جو لاہور یا پنجاب سے باہر تبدیل ہو جائیں اور محکمہ جات سے تعلق رکھتے ہوں یکساں طور پر دو سال کے لئے سرکاری گھر رکھ سکتے ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ سرکاری رہائش گاہوں کی سہولت سرکاری ملازمین کے اہل خانہ کی فلاح و بہبود اور بچوں کی تعلیم جیسے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر مہیا کی گئی ہے تاکہ لاہور سے باہر تعینات آفیسر اور ان کے بچے اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ نیز اسی دوران اگر ان کی تبدیلی واپس لاہور ہو جائے تو ان کو سرکاری گھر دوبارہ ڈھونڈنے اور الاٹ کروانے کی پریشانی نہ ہو تاکہ وہ اپنی تعیناتی کی جگہ پر اطمینان سے سرکاری فرائض انجام دے سکیں۔

جناب سپیکر! یہ پہلے پانچ سال تھی اس کو اب کم کر کے دو سال کیا گیا ہے۔ یہ کوئی نیا نوٹیفکیشن جاری نہیں کیا گیا بلکہ پہلے سے جاری نوٹیفکیشن کو modify کیا گیا ہے اور اس عرصہ کو کم کیا گیا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! اس میں دو باتیں ہیں۔ اگر کوئی آفیسر ملک سے باہر چلا جاتا ہے ایک تو اس سے recovery ناممکن ہو جاتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ جو ملک سے باہر چلے گئے ہیں ان کے گھر یہاں پر موجود ہیں اور ان سے House Rent وصول نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ ہے کہ اسمبلی سیکرٹریٹ اور لاہور ہائیکورٹ کے ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری کو C-type گھر دیا جاتا ہے جبکہ اس کے مقابل میں پنجاب صوبائی حکومت کے ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری ممبر انسپیکشن ٹیم کو B-type گھر دیا جاتا ہے جبکہ سکیل دونوں کے ایک ہی ہیں۔ اس کی ایک اور مثال بھی ہے کہ ہمارے یہاں پنجاب اسمبلی کے تین ایڈیشنل سیکرٹری ہیں۔ ایک ایڈیشنل سیکرٹری کو انہوں نے B-type گھر دیا ہوا ہے اور باقی دو کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جا رہا ہے کہ ان کو C-type گھر دیا جاتا ہے۔ اس تضاد کو ختم کرنا چاہئے یہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 25 کی خلاف ورزی بھی ہے۔

جناب سپیکر: بھٹی صاحب! آپ کی بات انہوں نے سن لی ہے اور انہوں نے نوٹیفکیشن کی بات بھی کر دی ہے---

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! وہ تو انہوں نے دو سال کی بات کی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ ایک تو وہ جو ملک سے باہر چلے جاتے ہیں ان سے House Rent وصول کرنا مشکل ہو جاتا ہے، دوسرا یہ ہے کہ ---

جناب سپیکر: حضور! میری بات سنیں ---

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میں نے main بات تو یہ عرض کی ہے ---

جناب سپیکر: آپ کی بات انہوں نے سن لی ہے اب اس پر discussion کرنا تو میرے خیال میں قاعدے میں موجود ہی نہیں ہے۔ انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے اور اس پر نوٹس لے لیا ہے۔ جو بات ہو سکتی تھی وہ انہوں نے کر لی ہے۔ اس کے علاوہ اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 25 کی خلاف ورزی بھی ہے ---

جناب سپیکر: پہلے تو آپ 6 کی کہہ رہے تھے اب 25 پر آ گئے ہیں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! چلیں، اس پر بات کر لیں۔ میں آپ کو آرٹیکل 25 پڑھ کر سنا دوں؟

جناب سپیکر: وہ پڑھ لیں گے، بیٹھ کر مشترکہ طور پر پڑھ لیں گے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! اس پر پھر کوئی فیصلہ دیں۔ پنجاب اسمبلی کے ایک ایڈیشنل سیکرٹری کو تو B-type کی رہائش دی جاتی ہے اور بقایا دو کو C-type گھروں کی رہائش دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، اب میرے نوٹس میں بھی آ گیا ہے اور ان کے نوٹس میں بھی آ گیا ہے۔ اب اس کو چھوڑ دیں، مہربانی کریں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! پھر اس کا کچھ فیصلہ کر دیں۔

جناب سپیکر: ہم کریں گے جو کرنا ہو گا اور اچھے طریقے سے کریں گے۔ اس کو چھوڑ دیں یہ 644 بھی یہی ہے اس کو بھی چھوڑیں۔ اگلی تحریک 646 ہے اور اس میں تقریباً 22 ممبران ہیں۔ آگے محترمہ ثمینہ خاور حیات کی بھی تحریک آ رہی ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میری تحریک بھی ہے وہ بھی لے لیں۔

جناب سپیکر: اگر ٹائم ہوا تو۔ ابھی نہیں کیونکہ آٹھ دس تحاریک انہوں نے اور دے دی ہیں۔ میں کیا کروں بتائیں؟

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! تین چار دن سے یہ postpone ہو رہی ہے یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ یہ دو تین ارب روپے کی کرپشن کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، اس کو بھی ابھی دیکھتے ہیں۔ جی۔

ڈاکٹر فائزہ اصغر: شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 28-اگست 2010 کی خبر کے مطابق سنٹرل جیل کوٹ لکھپت میں قیدیوں کو سحری میں دیئے گئے کھانے میں سے انسانی ہاتھ برآمد ہونے پر خوف وہراس پھیل گیا اور قیدیوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ معلوم ہوا کہ گزشتہ صبح سحری کے لئے جیل میں بڑا گوشت پکایا گیا۔ نئی جیل کی بیرک نمبر C-10 میں جیسے ہی لانگری نے قیدی فہیم رضا کی پلیٹ میں سالن ڈالا تو بوٹی کی جگہ ایک انسانی ہاتھ آ گیا۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے تو اس کو dispose of کر دیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 649 بھی dispose of کی جاتی ہے۔ جی، اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 655 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میری تحریک نمبر 655 ہے؟

جناب سپیکر: جی، اب تحریک التوائے کار نمبر 655 ہے۔

سیالکوٹ میں 15 سالہ نوجوان سے اوباشوں کی زیادتی اور رسیوں سے باندھ کر نہر میں پھینکنا

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 11-اگست 2010 کے روزنامہ "خبریں" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ سیالکوٹ میں 15 سالہ لڑکے سے تین اوباشوں کی زیادتی رسیوں سے باندھ کر نہر میں پھینک دیا۔

تفصیل یوں ہے کہ تین اوباشوں نے پندرہ سالہ لڑکے کے ساتھ زیادتی کرنے کے بعد اسے رسیوں سے باندھ کر نہر میں پھینک دیا اور متوفی کی لاش ابھی تک نہیں مل رہی۔ لاش کے حصول کے لئے متوفی کے لواحقین نے مقامی پولیس سے متعدد مرتبہ رابطہ کیا لیکن ٹال مٹول سے کام لیا جا رہا ہے۔ متوفی کے والد نے درخواست دی جس پر پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے لیکن ایک ماہ سے زائد گزر جانے کے باوجود ابھی پولیس نے کوئی مثبت کارروائی کی ہے اور نہ ہی متوفی کی لاش کو برآمد کیا ہے۔ لواحقین کے اصرار پر پولیس اپنی تفتیش کا دائرہ کار بڑھا کر اس معاملہ کو حل کرے لیکن متعلقہ ایس ایچ او کا کہنا ہے جتنی دیر تک لاش نہیں مل جاتی مزید کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جا سکتی ہے۔ آپ کا کام صرف مقدمہ درج کروانا تھا، وہ ہو گیا ہے آگے ہم اپنی مرضی سے کریں گے۔ آپ خاموش بیٹھ جائیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ماں اپنے بیٹے کی لاش دیکھنے کے لئے ترس گئی ہو اور متعلقہ تھانہ اور پولیس متوفی کے لواحقین کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر رہے ہیں اس لئے ضروری ہے یہ معاملہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ لاش نہ ملنے کی وجہ سے اہل علاقہ میں سخت غم و غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس واقعہ میں بشارت علی شاہ کی درخواست پر ملزمان کے خلاف مقدمہ نمبر 426 مورخہ 10/08/10 بجرم 364 ت پ تھانہ صدر سیالکوٹ درج رجسٹرڈ ہوا اور اس کی تفتیش ہو رہی ہے۔ ان کے شبہ کے مطابق ملزمان ناصر، ثاقب رضا اور عامر جو کہ ابتدائی رپورٹ میں نامزد ہیں ان کو گرفتار کر کے interrogation کی گئی جنہوں نے جرم تسلیم کیا اور نہر مرالہ راوی لنک کی اس جگہ کی نشاندہی بھی کی جہاں انہوں نے عاقب عباس متوفی کو نہر میں پھینکا تھا۔ ان ملزمان کو گناہ گار پایا گیا اور ان کا چالان عدالت میں بھیجا جا رہا ہے تاہم لاش کی تلاش کروائی گئی ہے لیکن فی الحال متوفی کی لاش نہیں مل سکی۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں ان کے جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: جی، اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 657 بھی آپ کی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 2- ستمبر 2010 کو ایک نجی ٹی وی چینل نے یہ خبر نشر کی کہ حویلی لکھا ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں---

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار پہلے ہو گئی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ نے کہا ہے تو میں پڑھ رہی تھی---

جناب سپیکر: اس پر کافی لمبی چوڑی بات اور بحث ہو چکی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میرے خیال میں، میں نے اس پر پہلے کبھی بات نہیں کی۔

جناب سپیکر: آپ کی بات نہیں ہوئی لیکن یہاں ہاؤس میں اس بارے میں مکمل بات ہوئی ہے اس کو بھی dispose of کیا جاتا ہے اور آپ فکر مت کریں ہم جو بھی کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں مطمئن ہوں۔ آپ Custodian of the House ہیں، آپ جو کہہ رہے ہیں وہ صحیح کہہ رہے ہیں اور جو آپ کہیں گے وہ ٹھیک ہو گا کیونکہ آپ میرے father figure ہیں۔

جناب سپیکر: مہربانی اور بہت شکریہ۔ جی، شیخ صاحب! تحریک التوائے کار نمبر 658 پڑھیں۔

لاہور والڈ سٹی پراجیکٹ سے سر آغا خان ٹرسٹ کی علیحدگی سے منصوبہ ختم ہونے کا خدشہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سر آغا خان ٹرسٹ نے Lahore Walled City Project سے خود کو مکمل طور پر علیحدہ کر لیا ہے جس کی وجہ سے ایک انتہائی اہم اور ضروری منصوبہ ہمیشہ کے لئے ختم ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ سر آغا خان ٹرسٹ نے Lahore Walled City Project کے لئے دو سو ملین ڈالر دس سالہ منصوبہ بندی کے لئے دینے کا وعدہ کیا تھا جو کہ ایک قابل فخر قومی اثاثہ کی بہتری اور بچاؤ کے لئے بہترین موقع تھا۔ آغا خان ٹرسٹ نے دنیا بھر سے پانچ شہروں کو ان کی اصل شکل میں بحالی کے لئے منتخب کیا تھا جن میں سے

FEZ جو مراکو میں واقع ہے، مصر کا قاہرہ، شام کا دمشق، بھارت کا دہلی اور پاکستان سے لاہور کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اندرون لاہور کو اپنی اصل شان و شوکت سے ہمکنار کرنے کے لئے منصوبہ پر فوری عمل نہایت ضروری ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ آغا خان ٹرسٹ برائے ثقافت نے معاہدہ کے تحت کوئی رقم حکومت پنجاب کو دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا تاہم انہوں نے چند بنیادی سروے اپنے خرچے پر کروائے ہیں۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ آغا خان ٹرسٹ برائے ثقافت نے دمشق میں تاریخی ورثہ کی بحالی کا کوئی کام نہیں کیا البتہ دہلی اور قاہرہ میں چند مخصوص تاریخی عمارتوں کی درست حالی کی اور قاہرہ میں انہوں نے الاظہر پارک بنایا۔ آغا خان ٹرسٹ برائے ثقافت اور پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹ نے مل کر تمام مطلوبہ سروے اور سرچ مکمل کر لی ہیں۔ عالمی بنک نے اس کوشش کو سراہتے ہوتے پراجیکٹ کی میعاد میں دو سال کی توسیع کر دی ہے۔ حکومت پنجاب اور آغا خان ٹرسٹ کے درمیان معاہدہ کی میعاد ختم ہونے پر عالمی بنک اور حکومت پنجاب نے آغا خان ٹرسٹ کو یہ تحریر کیا کہ جب تک یہ پراجیکٹ مکمل نہیں ہو جاتا وہ تکنیکی معاونت کے لئے ساتھ رہیں۔ جس پر آغا خان ٹرسٹ نے آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ اس وقت یہ صورتحال ہے اس میں مزید ان کے ساتھ بات چیت جاری ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر انہوں نے ان کو ٹیکنیکل اسسٹنٹ دینے کا وعدہ کیا ہے تو جو وہ فنانشل اسسٹنٹ دے رہے تھے، میری صرف اس میں آپ سے یہ گزارش ہے کہ فنانشل اسسٹنٹ جس وجہ سے انہوں نے discontinue کی ہے تو گورنمنٹ کو چاہئے کہ وہ اس کو continue کروائے کیونکہ اس کے بغیر یہ منصوبہ نہیں چل سکتا۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بھائی! جو discontinue ہو گیا ہے اس کو continue کرانے کا طریقہ بنا لیں اور اس کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ جی، اگلی تحریک نمبر 666 چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔

جناب شیر علی خان: بہت dangerous number ہے۔

جناب سپیکر: dangerous ہے یا lucky ہے؟ (قہقہے)

پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سرگودھا کا فنڈز ملنے کے باوجود بند رورل واٹر سپلائی سکیموں کو بحال نہ کرنا

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کردی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سال 10-2009 میں حکومت پنجاب نے تمام ممبران صوبائی اسمبلی کو چار سیکٹر پروگرام کے تحت 25 ملین روپے فراہم کئے جن کے لئے سکیموں کی نشاندہی کی گئی۔ پبلک ہیلتھ سیکٹر میں چار رورل واٹر سپلائی سکیموں کی بحالی کے لئے فنڈز مختص کئے گئے کیونکہ یہ چاروں واٹر سپلائیاں بند تھیں اور عوام کو پینے کے پانی کے حصول میں سخت دشواری تھی لہذا ان سکیموں کی بحالی عوام کے وسیع تر مفاد میں تھی۔ ان رورل واٹر سپلائی سکیم چک نمبر 96 جنوبی، چک نمبر 86 جنوبی، چک نمبر 31 جنوبی اور چک نمبر 87 جنوبی شامل تھیں۔ ان سکیموں کی ایڈمنسٹریٹو منظوری کے بعد محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سرگودھا کو فنڈز بھی ضلعی حکومت سرگودھا کی جانب سے بروقت جاری کر دیئے گئے جس پر محکمہ نے ٹینڈر وغیرہ بھی طلب کر لئے لیکن صرف ایک سکیم پر کام شروع کیا گیا اور تین سکیموں پر کوئی کام نہیں ہوا۔ اب سال 11-2010 کے بھی تین ماہ گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک ان بقایا سکیموں پر کام شروع نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے عوام پانی کے حصول میں سخت دشواری کا سامنا کر رہے ہیں اور ان میں بہت زیادہ تشویش واضطراب پایا جاتا ہے۔ محکمہ سے رابطہ پر کوئی تسلی بخش جواب یا کارروائی ابھی تک عمل میں نہیں لائی جارہی ہے۔ عوام کو پانی کے حصول میں مزید انتظار کی زحمت سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اسمبلی دخل اندازی کرے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جو محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ نے جواب بھیجا ہے اس کے مطابق انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ مورخہ 23- فروری 2010 کو محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ نے 5 ملین روپے ان سکیموں کی بحالی کے لئے ایم پی اے پی پی-32 کی گرانٹ میں سے مختص کئے تھے اور محکمہ خزانہ پنجاب کو فنڈز جاری کرنے کے لئے کہا تھا جبکہ چک نمبر 96 جنوبی کی واٹر سپلائی سکیموں کے لئے بقایا فنڈز 4.962 بلین روپے پہلے سے ضلعی حکومت کے پاس موجود فنڈز میں سے خرچ کرنے کو کہا تھا۔ ان سکیموں پر 30- جون 2010 تک 1.418 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں۔

جبکہ چک نمبر 96جنوبی کے بقایا فنڈز ضلعی حکومت کے پاس موجود ہیں اور محکمہ خزانہ کو بھی فنڈز کے اجراء کے لئے لکھا گیا ہے جو نہی فنڈز دستیاب ہوتے ہیں توان سکیموں پر کام شروع کیا جائے گا۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! آپ نے مجھے اجازت دی تھی۔

جناب سپیکر: میرے بھائی! ابھی آپ کا اجازت نامہ دور ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں گزارش کر سکتا ہوں؟

جناب سپیکر: جی۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! ابھی منسٹر صاحب نے خود کہا ہے کہ فنڈز ضلعی حکومت کے پاس دستیاب ہیں۔ فنڈز تو ضلعی حکومت کے پاس ہیں، ضلعی حکومت وہاں پر کام نہیں کر رہی تو یہ گزارش ہے کہ ضلعی حکومت کو کوئی ہدایت جاری کر دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، ضلعی حکومت کو ہدایت جاری کر دی جائے۔It is disposed of رانا محمد افضل صاحب آپ کی تحریک التوائے کار کل آ رہی ہے آج نہیں آ رہی۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر ! میری گزارش یہ تھی آپ نے کہا تھا کہ جب تک وزیر اریگیشن صاحب نہیں آتے، پانی کے سلسلے میں بات کرنے کے لئے آپ نے اس بات کو مؤخر کر دیا۔ وہ ابھی بھی نہیں آئے اور میری اطلاع کے مطابق شاید ان کی پارٹی کی اسلام آباد میں کوئی میٹنگ ہے وہ کل بھی نہیں آئیں گے۔ لہذا میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کو یہ direct تو کر دیں کہ وہ ہمیں اعداد و شمار بتادے کہ ہمیں کتنے ملین ایکڑ فٹ اپنے خریف والے share میں سے ملا ہے، 34.9 ملین ایکڑ فٹ پنجاب کا حصہ بنتا ہے۔ ہمیں کتنا پانی ملا ہے اور ہمارے پانی کا کتنا balance رہتا ہے، مہربانی کر کے اریگیشن ڈیپارٹمنٹ ہمیں کوئی تفصیل دے دے کہ ہمیں کتنا پانی ملنا ہے؟

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! آپ سُن لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں کل سیکرٹری اریگیشن سے محسن لغاری صاحب کی میٹنگ arrange کروا دیتا ہوں یہ ان کے ساتھ بیٹھ کر جو facts and figures

انہیں چاہیئں یہ بالکل لیں اور اس پر اپنا case، اپنی speech تیار کریں اور غالباً سینئر منسٹر صاحب اس وقت لاہور میں موجود نہیں ہیں میں نے پتا کروایا ہے۔ کل اگر وہ موجود ہوئے تو۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آج میں نے ان سے لابی میں request کی تھی انہوں نے کہا تھا کہ میں ہوں گا، پھر وہ نکل گئے۔ اس بات کا بہت افسوس ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ ایسے ہی وہ نہیں نکل گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی اسلام آباد میں کوئی اہم میٹنگ ہے۔ Somebody called him.

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ اسمبلی بھی بہت اہم ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے وہ آتے ہیں ایک سیاسی قسم کی نعرہ بازی کر کے چلے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: اب اس بات کو چھوڑ دیں۔ وہ سیکرٹری کو کل بلوا رہے ہیں۔ صبح آپ کی ان کے ساتھ میٹنگ کروائیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرا اپنا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ سارے پنجاب کی نمائندگی کریں گے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! اگر آپ مرحمت فرمائیں تو میں اس کے بارے میں عرض کر لوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب کی توجہ چاہتا ہوں۔ لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ سیکرٹری اریگیشن تشریف لے آئیں گے اور معزز ممبران کے ساتھ بیٹھ جائیں تو وہ ان کو یہ اطلاع کر دیں۔ یہ جو اطلاع ہے اگر یہ کل معزز وزیر کے ہوتے ہوئے یا پارلیمانی سیکرٹری تشریف لے آئیں تو ہم اپنی معروضات ہاؤس کے اندر پیش کر دیں گے۔ ہماری استدعا ہمیشہ یہی رہی ہے کہ اس ایوان کو مطلع کیا جائے اور یہ ایک دو چیزیں جو لغاری صاحب نے فرمائی ہیں، انہوں نے چونکہ short بات کی ہے ایک تو جتنا پانی کا حصہ ہے، دوسرا اس دفعہ ربیع کے لئے چاروں صوبوں کو cut لگ رہا ہے، اس cut کے بارے میں بتایا جائے۔ ہمارے سندھی بھائی جن کو اس وقت تک reservoirs ہوتے تو کبھی cut نہ لگتا اب ان کو بھی cut لگ رہا ہے۔ سارا کا سارا وہ کل

بتائیں گے۔آپ کی وساطت سے میری جناب لاء منسٹر صاحب سے یہ استدعا ہو گی کہ یہ بات ہاؤس میں کرنے کی اجازت دی جائے اور گیلری میں بیٹھ کر سیکرٹری صاحب سُنیں اور اس پر عملدرآمد کریں۔

جناب سپیکر: اس طرح کر لیں کہ جب منسٹر صاحب یہاں ہوں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں مناسب یہ ہو گا، پانی کا مسئلہ واقعی بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس پر بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں بھی بات ہوئی تھی تو اس پر ایک دِن کے لئے discussion رکھ لیتے ہیں۔اس دن سیکرٹری صاحب بھی موجود ہوں گے، منسٹر صاحب بھی ہوں گے تو اس پر بات ہو جائے گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ہمیں کوئی اعتراض نہیں، لاء منسٹر صاحب کی جو تجویز ہے اس پر ایک دِن رکھ لیا جائے۔

سرکاری کارروائی

بحث

صحت پر عام بحث

جناب سپیکر: جی، صحت پر بحث شروع کرتے ہیں۔گورنمنٹ کی طرف سے کون پالیسی سٹیٹمنٹ دے گا، رانا صاحب آپ پالیسی سٹیٹمنٹ دیں گے یا منسٹر صاحب کہیں سے آ رہے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی نہیں ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کوئی بھی نہیں ہے۔یہ ہمارے صاحبِ اقتدار لوگوں کی seriousness ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ کوئی تو متعلقہ آدمی ہوتا، اس پر آپ کہہ دیں گے کہ collective responsibility ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کہیں چھپے بیٹھے ہوں گے۔ مجھے لگتا ہے کہ ابھی آ جائیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہم ان کا انتظار کر لیں گے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ اپنے طور پر جاری رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جب وہ ہیں ہی نہیں، ہیلتھ کا کوئی وزیر ہی نہیں ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری ابھی recently appoint ہوئے ہیں۔ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا بھی کوئی بندہ نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں ایک تجویز عرض کر دیتا ہوں کہ کسی نہ کسی طریقے سے جب Chair کی طرف سے انتظامی decision لیا جاتا ہے اور لاء ڈیپارٹمنٹ جب اسے vet کرتا ہے تو پھر منسٹر صاحبان اس پر عملدرآمد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ آج جب میں نے افتتاحی کلمات کہنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو handover کرنا تھا، یہ کہہ دیا جانا کافی نہیں ہے کہ یہاں پر ایک منسٹر جو لاء منسٹر صاحب ہیں وہ All in one ہیں جو متعلقہ وزیر وہ یا پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ تو موجود ہوں۔

جناب سپیکر: امرت دھارا کس کو کہتے ہیں؟

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں اپنی معروضات پیش کر لوں۔ ایک تو کورم بھی بہت تھوڑا ہے لیکن ہم یہ point out نہیں کرتے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی ذمہ داران کا سیکرٹری بھی یہاں پر بیٹھا ہونا چاہئے تھا۔ سیکرٹری ہیلتھ بھی یہاں پر تشریف نہیں لائے۔ یہ آپ کل پر رکھ لیجئے گا ہم کل تک رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح بحث کرنا تو بے کار ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں معاملہ یہ ہے کہ آج چونکہ محکمہ صحت سے متعلقہ وقفہ سوالات بھی تھا، اس میں سیکرٹری صحت بھی موجود تھے، پارلیمانی سیکرٹری بھی موجود تھے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری تشریف لے آئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): انہوں نے ان سوالات کے جواب بھی دیئے۔ معاملہ یہ ہے کہ وہ دونوں چیمبر میں موجود تھے تشریف لے آئے ہیں وہ آپ کو ابتدائی statement بھی دے دیتے ہیں اس کے بعد آپ اپنی بات کریں، آپ کی بات کو take care کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ کے محکمے پر آج discussion ہے۔ آپ اس پر policy statement دینا چاہیں گے؟ سیکرٹری صاحب میرے خیال میں پھر موجود نہیں ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): اصل میں ان کو روکا نہیں گیا تھا۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو روکنا تھا؟

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! آج کا دن محکمہ صحت پر عام بحث کے لئے declared تھا اور کل ایجنڈا بھی issue ہو چکا تھا کہ محکمہ صحت پر عام بحث ہے اور ایجنڈا ہر محکمے کو چلا جاتا ہے۔ میں ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ایک تو آپ ڈاکٹر ہیں اور پھر سعید الٰہی، ہم تو سفارش کرتے ہیں کہ آپ کو وزیر بنا دیا جائے۔ آپ اپنے محکمے میں دلچسپی لینا شروع کریں۔ جس محکمے کا وزیر ہی نہیں ہے اس کا سیکرٹری کیوں آئے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ بات نوٹ کر لی گئی ہے، اگر آپ حکم کریں گے تو سیکرٹری صاحب کو دوبارہ بھی یہاں پر بلا لیں گے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ بھی کسی پر کوئی احسان کرنا ہے؟ بلائیں ان کو۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! احسان والی بات نہیں ہے، آپ کا حکم ہے۔

جناب سپیکر: تماشا بنایا ہوا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): ابھی بلاتے ہیں۔

جناب سپیکر: بڑے افسوس کی بات ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! آپ کے حکم کی تعمیل کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: آپ ایجنڈا نہیں پڑھتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! ان کو پیغام دے دیا ہے۔ وہ واپس آ رہے ہیں۔ میری گزارش یہ بھی ہے کہ آج کی مختلف آراء اور سفارشات پیش کی گئی ہیں ان کو میں نے نوٹ کر لیا ہے اور اس سلسلے میں ممبران اسمبلی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہماری رہنمائی کی ہے اور ان کے مشوروں پر عملدرآمد کرتے ہوئے انشاء اللہ اس سلسلے میں جو بھی کہا گیا ہے اور مشورہ دیا گیا ہے اس کو نوٹ کیا گیا ہے اس پر عمل بھی کیا جائے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کہا ہے کہ انہوں نے جو سفارشات کی ہیں ان پر عمل کیا جائے گا۔ ابھی تو اس پر discussion شروع ہی نہیں ہوئی، کیا انہوں نے ہمارے دلوں کے حال پڑھ لئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): میں اس سے پہلے کی بات کر رہا ہوں، جو بھی باتیں صبح ہوئی ہیں ان کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: وہ تو وقفہ سوالات تھا۔

جناب سپیکر: بات یہ ہے کہ آپ پہلے اپنا پالیسی بیان دیں، آپ کا ڈیپارٹمنٹ کیا کر رہا ہے، وہ پالیسی بیان دیں گے تو اس کے بعد discussion شروع ہو گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب والا! اجازت ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! آج چونکہ محکمہ صحت پر عام بحث تھی۔ یہ زیادہ appropriate ہو گا کہ متعلقہ افسران بھی آفیشل گیلری میں آئیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سیکرٹری صاحب کو اطلاع دے دی گئی ہے اور وہ تھوڑی دیر میں آ جائیں گے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس کو مؤخر کر لیں تا کہ وہ بھی آ جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں بحث شروع کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! دیکھیں اس میں معاملہ یہ ہے کہ آفیشل گیلری میں لوگوں کا موجود ہونا اتنا ضروری نہیں ہے۔ جن لوگوں نے جواب دینا ہے پارلیمانی سیکرٹری ہے یا منسٹر ہے ان کو assist کرنے کے لئے وہ ہوتے ہیں۔ آج عام بحث ہے اور عام بحث میں دونوں طرف کے ممبران جو کچھ فرمائیں گے ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں اس رہنمائی کو اس guidance کو وہ نوٹ کریں گے اور محکمے کو بھی پہنچائیں گے کیونکہ Chair نے یہ حکم دیا تھا کہ سیکرٹری صاحب کو آپ بلائیں، ان کو پیغام بھیج دیا گیا ہے، وہ بھی تشریف لے آئیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ House کا وقت ضائع نہیں ہونا چاہئے، آپ حکم کریں اور شروع کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دوسری بات یہ ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس debate کو open کون کرے گا؟

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! ہم کر دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، پہلے تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب کریں گے اس کے بعد پھر باقی لوگ کریں گے۔ ممبران اپنے نام دیتے جائیں، پانچ منٹ کا وقت ہے پانچ منٹ کے اندر اپنی بات مکمل کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! وقت کی قدغن نہ لگائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب نام آتے ہیں تو پھر سب کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! منتخب نمائندوں پر وقت کی قدغن نہ لگائیں۔ ہم یہاں پر بیٹھے ہیں، آپ بھی تشریف فرما ہیں، تھوڑی دیر کے لئے چائے پی آئیے گا، دوبارہ اور سہ بارہ بھی پی آئیے گا۔ یہاں پر جو بات کرنے والے ہیں ان کو بات کرنے دیں۔ ان debates پر قدغن نہ لگائیں، اگر لگائیں گے تو ہم اس کی تعمیل کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں! میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ بات یہاں پر وہ ہونی چاہئے جو to the point ہو اور جس کا کوئی مقصد ہو صرف بحث نہیں ہونی چاہئے۔ پانچ منٹ مختص کرنے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ floor پر معیاری بات ہو اور وہ سامنے آ جائے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! اچھی باتیں ہوں گی۔ اتنے تھوڑے سے ہم لوگ بیٹھے ہیں اگر ہم سب بھی بولیں گے تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ کی اجازت سے پانچ منٹ کا ٹائم ہے اور پارلیمانی سیکرٹری صحت بحث کا آغاز کریں۔ جو ممبران بات کرنا چاہتے ہیں وہ سیکرٹری صاحب کے پاس اپنے نام لکھواتے جائیں جس طرح سے لسٹ بنے گی اسی طرح سے میں نام پکاروں گا کسی کا نام آگے پیچھے نہیں ہوگا اور پانچ منٹ کی قید ہے۔ کلو صاحب پانچ منٹ کی قید ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! پھر یہ قید سب پر لاگو ہونی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سب پر لاگو ہے۔ پارلیمانی لیڈران پر نہیں ہوتی آپ کو پتا ہے باقی سب پر ہے۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس حکومت کی اور ہمارے وزیر اعلیٰ کی جو پہلی ترجیح ہے وہ تعلیم اور صحت ہی ہے۔ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ ہیلتھ کا بجٹ جو 07-2006 میں تقریباً دس سے بارہ بلین تھا اسے ان دو سالوں میں بڑھا کر ہم 45 بلین پر لے گئے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا جو ہیلتھ بجٹ تھا وہ GDP کا 0.50 فیصد تھا جو تقریباً اب ایک فیصد ہو گیا ہے۔ ہم نے اس کو انشاء اللہ تین فیصد تک لے جانا ہے۔ اس میں ہر سال اضافہ کر رہے ہیں، 12 سے پہلے 24 ہوا تھا پھر 24 سے 36۔ اب 46 بلین ہے اور اس میں جو ہمارے 36

incentives ہیں وہ بڑے اہم ہیں۔ میں ان کو بیان کر دیتا ہوں۔ سب سے پہلے تو تمام ٹیچنگ ہسپتالوں میں، ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں میں اور THQs میں یہ یقینی بنایا گیا ہے کہ دو سالوں میں ان کو مفت ادویات فراہم کی جائیں۔ اس کے لئے ہم نے 6- ارب روپے کا بجٹ مختص کیا تھا جو utilize کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام ہسپتالوں میں جن کی تعداد 87 ہے وہاں پر جنریٹر اور ائر کنڈیشنرز لگائے گئے ہیں جن کی ٹوٹل amount 2.25 billion rupees ہے، اس وقت 7600 اے سی اور 87 جنریٹرز کام کر رہے ہیں۔ یہ تمام کے تمام عوام کو سہولت فراہم کرنے کے لئے لگائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ Dialysis جو پچھلی حکومت میں بند کر دیا گیا تھا اس وقت ہماری 44 sites پر Dialysis ہو رہا ہے اور اس میں 67 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے علم میں ہو گا کہ اس وقت ہمارے پاس دو Mobile Health Units آ گئے ہیں جو South میں 30- اکتوبر سے اپنا کام شروع کر رہے ہیں۔ پچھلے دو سالوں میں جو سب سے بڑی achievement ہوئی تھی کہ ہمارے محکمہ صحت نے 1994 کے بعد permanent basis پر ملازمتیں فراہم نہیں کی تھیں، contract پر ملازمتیں دی گئی تھیں اس کی وجہ سے یہاں پر بے یقینی تھی، ڈاکٹر کام نہیں کر رہے تھے اور ورکرز ناخوش تھے۔ اس حکومت نے تقریباً چار ہزار میڈیکل آفیسرز کو دو ہزار Consultants کو ساڑھے سات ہزار نرسوں کو regularized کیا ہے اور ان کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا ہے، نرسوں کی کمی ہے اس کمی کو دور کرنے کے لئے دو نئے کالج قائم کئے گئے ہیں اور پرائیویٹ سیکٹر سے بھی joint venture کی گئی ہے اور نرسوں کی تنخواہیں گریڈ 14 سے 16 میں بڑھائی گئی ہیں۔ پوسٹ گریجویٹ ڈاکٹر بھی اس وقت ہمارے ہسپتالوں میں ایک بہت بڑی force ہیں۔ آج سے دس سال پہلے ان کی تعداد چند سو تھی اب وہ تقریباً تین ہزار ہے۔ ان کی تنخواہ 15 ہزار روپے تھی جس کو بڑھا کر اب 22 ہزار اور 24 ہزار کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ تنخواہ کے بغیر بھی کام کر رہے تھے وہ بھی اب تنخواہ پر کام کر رہے ہیں۔ میڈیکل کالجوں میں پوسٹ گریجویٹ جو ہماری seats تھیں اس میں بھی 30 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور اس کی distribution پورے پنجاب میں برابری کی بنیاد پر کی گئی ہے، اس سے پہلے لاہور میں زیادہ تھیں ملتان میں کم تھیں اور ان کو اب برابر کر دیا گیا ہے، سب کو برابر مل رہی ہیں۔ پہلے یہاں ایک سوال raise ہوا تھا کہ پچھلے دس سالوں میں کوئی نیا میڈیکل کالج قائم نہیں کیا گیا۔ اس وقت پبلک سیکٹر میں اس سال ہم نے چار نئے میڈیکل کالج قائم کئے ہیں اس سے ایک ہزار نشستوں کا اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے میڈیکل کالجوں کی سیٹیں دو ہزار سے بڑھ کر تین ہزار ہو گئی ہیں۔ یہ ایک incentive دیا گیا

ہے اور اگلے سال چار اور میڈیکل کالج قائم کئے جا رہے ہیں جس سے 1200 سیٹوں کا اضافہ ہوگا۔ اس سے ہماری ڈاکٹروں کی جو کمی ہے اور جو international requirement ہے وہ ایک ہزار یا بارہ سو مریضوں کے لئے ایک ڈاکٹر ہے۔ ابھی ہم اس سے کچھ پیچھے ہیں لیکن ہم اس کو پورا کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے نرسوں کی بھی کمی ہے، نرسوں اور ڈاکٹروں کی کمی پوری دنیا میں ہے۔ اس وقت امریکہ میں بھی نرسوں کی کمی ہے اور چند شعبہ جات ڈاکٹروں کے بھی ایسے ہیں ان کی بھی کمی ہے اس کے لئے بھی ہم پوسٹ گریجویٹ کلاسز، نئے کالج، سیٹوں میں اضافہ اور تنخواہوں میں اضافہ یہ سارے اقدامات کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری میرٹ پالیسی ہے کہ نرسنگ میڈیکل کالجوں کے داخلے اور ملازمتیں تمام کام میرٹ پر ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں آج تک کوئی شکایت نہیں آئی۔ جعلی ادویات کے سلسلے میں پچھلی گورنمنٹ میں بھی اور اس دفعہ بھی چیف منسٹر کی بڑی special directions تھیں۔ پورے صوبہ میں ہم نے جعلی ادویات کے خلاف operation launch کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں ساڑھے چار کروڑ روپے کی جو spurious drugs تھیں وہ ceased کی گئی ہیں اور 75 کروڑ روپے کا جو illegal raw material تھا برآمد کیا گیا ہے اور ہماری حکومت نے جرمانے کی مد میں تقریباً 27 کروڑ روپے وصول کئے ہیں۔ میں نے یہ چند چیزیں بیان کی ہیں۔ ہمیں موجودہ سیلاب میں بہت بڑی مشکل پیش آئی ہے، حکومت پنجاب نے اپنے فنڈز سے ایک مہینے میں ایک ارب روپے کی ادویات وہاں بھیج کر تقسیم کی ہیں۔ سیلاب کے دوران ہماری تقریباً 1800 ٹیمیں وہاں کام کرتی رہی ہیں، سیکرٹری ہیلتھ تیس دن تک ملتان اور مظفر گڑھ میں رہے ہیں، ڈی جی ہیلتھ آج بھی ڈیرہ غازی خان میں بیٹھے ہوئے ہیں، ہمارا ہیلتھ ڈائریکٹوریٹ اور سیکرٹری آفس ساؤتھ میں رہا ہے اور اب تک وہاں کام کر رہے ہیں۔ اس کے بارے میں میرے پاس تفصیل موجود ہے لیکن آپ نے مجھے پانچ منٹ دیئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کے لئے ٹائم کی کوئی قید نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہیٰ): جناب سپیکر! میں سیلاب کے متعلق عرض کرتا چلوں کہ حکومت پنجاب نے اپنے sources سے ایک ارب روپے کی ادویات generate کی ہیں اور تقریباً 7۔ارب روپے کی ادویات donation ملی ہیں اور 12۔ ارب روپے کی international donors کی ادویات آئی ہیں جو روزانہ جا رہی ہیں اور ہم اس کا پورا آڈٹ کر رہے ہیں، اسے transfer کر رہے ہیں اور اس کی شفاف تقسیم کو یقینی بنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس وقت ہم نے جو نئے میڈیکل کالجز قائم کئے ہیں ان کے ساتھ ساتھ نرسنگ سکول اور پوسٹ گریجویٹ کالجز بھی قائم کر رہے ہیں۔ اس وقت اللہ کے فضل سے پاکستان میں اٹھارہ ہزار لوگ کالج آف فزیشن میں پوسٹ گریجویشن کر رہے ہیں۔ اس وقت سعودی عرب نے ہم سے تقریباً ایک ہزار کے قریب ڈاکٹر لئے ہیں اور ان کی مزید demand بھی آئی ہوئی ہے، آسٹریلیا سے demand آئی ہوئی ہے انہیں بھی ہمارے ڈاکٹر چاہئیں اور وہ ہمارے ڈاکٹر کو سات ہزار ڈالر ماہانہ تنخواہ offer کر رہے ہیں۔ ہمارے میڈیکل ایجوکیشن سٹینڈرڈ، حکومت کی کوششوں اور ہم for the Undergraduate and Postgraduate Medical Education میں جو facilities provide کر رہے ہیں یہ ان کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ میری یہی چند گزارشات تھیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، چودھری صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! نہایت ہی اہمیت کے حامل شعبے پر یہاں ایوان میں بحث کرنے کے لئے آج کا دن مقرر کیا گیا تھا۔ اس بات کے باوجود کہ یہ اپوزیشن کا حق ہوتا ہے اور اس کے پاس ایک ہی weapon ہوتا ہے کہ وہ ہم اپنے اپنے علاقوں اور اپنے اپنے حلقوں کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں حکومتی ذمہ داران وہ سنیں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کورم پورا تو کیا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے اس کے باوجود ہم بغیر کورم کے ہی اپنی معروضات پیش کریں گے اور میرے ساتھی بھی اس ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں اپنی ٹیکنیکل باتیں کرنا چاہیں گے۔ ابھی لاء منسٹر صاحب نے کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ کوئی گیلری میں بیٹھا ہو۔ 1935 میں جب یہ بلڈنگ معرض وجود میں آئی تو فالتو نہیں بنائی گئی تھی، یہ آفیشل گیلری ہے ہی اسی لئے اور خصوصاً جب 1974 کے rules frame کر دیئے گئے تو ان میں منسٹر کے ہاتھ کاٹ کر سیکرٹری کو دے دیئے گئے ہوئے ہیں۔ منسٹر ہے، نہیں سیکرٹری کا آنا ضروری نہیں تو کسے وکیل کریں، کس سے منصفی چاہیں اور کس کے ساتھ بات کریں؟ لیکن پھر بھی آپ کی ذات کو غنیمت جانتے ہوئے اس کرسی کو غنیمت جانتے ہوئے جو ہمارے پاس Custodian of the House ہے ہم اپنی معروضات آپ کو پیش کریں گے۔

جناب سپیکر! دنیا کے اندر چند ایک ویلفیئر سٹیٹس ہیں اور بقیہ جو اس طرف بڑھ رہی ہیں وہ اپنے عوام کے لئے دو شعبے free کر دیتی ہیں ایک ایجوکیشن اور دوسرا ہیلتھ۔ آپ سب ہمیشہ باہر تشریف لے جاتے رہتے ہوں گے وہاں پر کم از کم دو بنیادی چیزیں ایجوکیشن اور میڈیکل free ہوتی ہیں۔ میڈیکل free ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسپرین، ڈسپرین یا کسی بی ایچ یو کے ایک کمپاؤڈر کی حد تک

محدود ہوتی ہے بلکہ نوع انسانیت میں جو بیماری بھی قابل علاج ہے اس کا اس ویلفیئر سٹیٹ کے اندر سرکاری ہسپتالوں میں free علاج ہوتا ہے لیکن اگر کوئی اپنے طور پر پرائیویٹ اداروں سے کرانا چاہے تو وہ اور بات ہوتی ہے لیکن ہم نے ابھی اس طرف قدم نہیں بڑھایا۔ ہم ایجوکیشن میں میٹرک تک تعلیم free کر کے قدم بڑھا چکے ہیں اور ایک step آگے جا چکے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ continuity ہونی چاہئے۔ ہم نے بھی چارج لیا تھا تو اسے آگے بڑھایا تھا تو پچھلی حکومت نے جو کچھ کیا اس کا چارج لینے کے بعد آگے بڑھاوا ہونا چاہئے تھا۔ پہلے ایک کارڈیک سنٹر تھا لیکن ہم نے چارج لینے کے بعد یہاں پر دو کارڈیک سنٹر functional کر کے اور دو کو تقریباً مکمل کر کے چھوڑ دیا انہیں آگے جانا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! ایک دو ہسپتالوں میں برن یونٹ تو تھے لیکن برن سنٹر ایک بھی نہیں تھا ہم نے فیصل آباد میں ایک برن سنٹر بنایا تھا جس کی بلڈنگ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے، اب تیسرا بجٹ expire ہونے کو ہے لیکن اس پر کچھ کام نہیں ہو رہا اور اس پر کام نہ ہونے کی بھی کچھ وجوہات ہیں شاید نیت ٹھیک ہو لیکن اگر کسی گاڑی کا کوئی instrument موجود ہو تو اسے چلانے کے لئے ڈرائیور چاہئے۔ کچھ لوگ محاورتاً کہتے ہیں کہ اگر انڈا ابالنے کا طریقہ سکھایا جانا ہے تو اس میں انڈے کا ہونا ضروری ہے۔ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو run کرنے کے لئے ہیلتھ منسٹر کا ہونا ضروری ہے، پہلے وہ تو ہو۔ پتا نہیں اس کو اتنا غیر ضروری کیوں سمجھا گیا ہے اور ہم اس پر تین بار بحث بھی کر چکے ہیں اور ہر دفعہ کہتے ہیں کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ ایک بہت بڑی empire ہے لیکن اسے ایک make shift arrangement کے ذریعے چلایا جا رہا ہے کبھی کسی کو کہتے ہیں کہ تم جا کر ایک ضلع کے BHUs دیکھو دوسرے کو کہتے ہیں کہ تم دوسرے ضلع میں جا کر دو چار suspend کر کے آؤ اور تین چار dismiss کر دو، اس سے کام نہیں چلتا۔

جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں پونے تین سال ہونے کو ہیں ہزاروں کی تعداد میں flight of medical talent ہو چکی ہے وہ باہر جا رہے ہیں، یہاں پر بھرتیاں نہیں کھولی جاتیں۔ ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا کہ ہمارے ہاں نرسوں اور ڈاکٹروں کی کمی ہے اور باہر بھی بہت کمی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی باہر بہت فراوانی ہے لیکن وہ یہاں پر بالکل نہیں ہیں۔ ان کے پاس کمی اس لئے ہے کہ ان کے پاس manpower کی کمی ہے لیکن ہمارے پاس تو manpower کی کمی نہیں ہے۔ ہم نرسز اور کمپاؤڈرز کے لئے ٹریننگ سنٹرز کھول سکتے ہیں اور یہاں پر جو ڈاکٹرز بنتے ہیں ان کے لئے ایک بہت ہی handsome salary ہونی چاہئے۔ یہاں پر ڈاکٹر کو جو

salary offer کی جاتی ہے وہ یہاں رہنا بھی چاہے تو باہر سے جو offers ہوتی ہیں وہ اسے رہنے نہیں دیتیں۔یہ بات توجہ طلب ہے۔میں آپ کی وساطت سے نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ اس وقت ایوان میں جو معزز حاضرین یہاں پر تشریف فرما ہیں ان کی بہت مہربانی ہے کہ وہ ہیلتھ کے مسائل میں دلچسپی لیتے ہوئے یہاں تشریف فرما ہیں۔میری استدعا ہے کہ اس پر خصوصی توجہ دی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! چولہے سے خواتین کے جلنے والے معاملات پر میڈیا نے بہت زیادہ کام کیا ہے۔ میڈیا ہمیشہ ایک vibrant media کے طور پر ان issues کو سامنے لاتا ہے اور میڈیا ہیلتھ پر بھی بہت کام کرتا ہے۔ برن سنٹرز بنانے کے لئے بجٹ میں کوئی چیز نہیں آتی حالانکہ یہ چیزیں آنی چاہئیں اور ہمیں on ground یہ چیزیں نظر آنی چاہئیں۔پچھلے ماہ ہسپتالوں کے انتظامی سربراہان کو ایک مراسلہ جاری کیا گیا ہے جو کہ black and white میں ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ financial crisis کی وجہ سے آپ کچھ بھی نہیں خرید سکتے austerity drive کی بات تو کی جاتی ہے لیکن وہ نظر بھی آنی چاہئے۔ابھی اجلاس کچھ دن اور چلے گا ہم اس میں اپنی معروضات بتائیں گے کہ rules 1974 کے تحت کون کون سے ڈیپارٹمنٹ portfolios میں fall ہی نہیں کرتے لیکن ان پر کتنا پیسا لگایا گیا ہے ان چیزوں کو بند کیا جائے لیکن یہ دوائیاں بند نہ کی جائیں۔اگر وہ انتظامی سربراہ کچھ بھی purchase نہیں کر سکتے تو ان میں دوائیاں بھی ہیں۔یہ جو مراسلہ جاری کیا گیا ہے یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اس پر دوبارہ غور کیا جائے کیونکہ جو life saving drugs آفس سے خصوصی چٹوں کے ذریعے جاری ہونا شروع ہو گئی ہیں۔لوگ کب تک کسی دوائی کو لینے کے لئے سمٹتے، سمٹتے امیر المومنین کے جھروکے تک پہنچیں گے؟ اس کی بجائے یہ جو modern governance ہے اس کو spread کر کے district level پر یا BHU کے level پر چلا جانا چاہئے۔اس وقت کسی BHU اور RHC کے اندر کوئی دوائی نہیں مل رہی۔آبادی کی شرح میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے نئے ہسپتال قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔آپ ضلع فیصل آباد کو دیکھ لیں کہ اس کی آبادی بلوچستان کے صوبے کے برابر ہو چکی ہے جبکہ وہاں پر پچھلے تین سالوں کے اندر on ground کوئی نیا ہسپتال شروع نہیں ہو سکا۔اگر یہ کہا جائے کہ چوتھے سال کے سالانہ بجٹ میں نئے ہسپتال کے لئے پیسے رکھے جائیں گے تو پھر مہربان یہ مہربانی کرتے کرتے بہت دیر ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ پنجاب میں مفاد عامہ اور health کے بہت سے کاموں اور منصوبوں کے حوالے سے باقاعدہ مہنگی مہنگی تشہیر کرنے کے بعد، اعلانات کرنے کے بعد

ان کو cap کر دیا گیا ہے۔ ان میں سستی روٹی سکیم، انکم سپورٹس سکیم، ہیپاٹائٹس پروگرام اور گرین ٹریکٹر سکیم شامل ہیں۔ یہ سارے پروگرام شروع کئے گئے، ان کے حوالے سے بہت زیادہ تشہیر کی گئی لیکن اب وہ سب سکیمیں cap کر دی گئی ہیں۔ ابھی اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ financial مجبوری کی وجہ سے ہیپاٹائٹس کے علاج کو بھی cap کر دیا گیا ہے۔ مالی سال 11-2010 کے بجٹ کے موقعے پر بھی میں نے یہ بات بتائی تھی کہ سرکاری ہسپتالوں میں Senior Doctors کی ستائیس سو اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ ان خالی اسامیوں کو fill نہیں کیا گیا اور اب ان خالی اسامیوں کی تعداد تین ہزار کے قریب ہو چکی ہے۔ ہسپتالوں میں صرف مریض نظر آتے ہیں، ڈاکٹرز نظر نہیں آتے۔ یہ اسامیاں خالی پڑی ہوئی ہیں حالانکہ ڈاکٹر موجود ہیں لیکن ان کو بھرتی نہیں کیا جا رہا۔ اس skill پر اتنا زیادہ قومی سرمایہ خرچ کرنے کے بعد ان کو ہسپتالوں میں کام کرنے کا موقع کیوں نہیں دیا جاتا؟

جناب سپیکر! چار دن پہلے میڈیا کے اوپر، دنیا ٹیلیویژن پر میں نے ایک رپورٹ دیکھی تھی کہ جھنگ میں 46 ہزار جعلی انجکشن برآمد ہوئے ہیں۔ اس واقعے کو چار پانچ روز ہو چکے ہیں لیکن اس حوالے سے وہاں پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ میں گزارش کروں گا کہ اس حوالے سے ضرور کارروائی کی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! محکمہ صحت کو بہتر طریقے سے منظم کیا جائے۔ آپ جتنی قانون سازی کرتے ہیں اس میں سقم بھی ہوتے ہیں، میرے ساتھی اس حوالے سے نشان دہی بھی کرتے رہتے ہیں لیکن قانون سازی بھی تب ہی آگے بڑھ سکتی ہے جب Administratively اس کو کوئی support حاصل ہو۔ administrative steps کے علاوہ قانون سازی اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ محکمہ صحت بہت زیادہ توجہ کا متقاضی ہے۔ ایک صحت مند جسم ہی صحت مند دماغ مہیا کرتا ہے، صحت مند دماغ ہی ایک صحت مند قوم کو تشکیل دیتا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ Chief Executive of the Province اس پر خصوصی توجہ دیں۔ صحت کے حوالے سے اپنی policies کو کاغذوں اور اپنی تقریروں کی حد سے نکال کر on ground لے کر آئیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب میں اس list کے حساب سے معزز ممبران کو تقریر کے لئے کہوں گا۔ ہر معزز ممبر کے لئے پانچ منٹ کا وقت مقرر ہے اور جو ممبر موجود نہیں ہوں گے ان کی پھر آخر میں باری آئے گی تو سب سے پہلے میاں محمد اعظم چیلا صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بہت شکریہ

ہم جیسا مفلس جہاں بھر میں کوئی نہ ہوگا
ہر اک جذبے سے کر گئی تہی اُداسی
بکھر کے سمٹا، سمٹ کے بکھرا مگر نہ سنبھلا
دل شکستہ پر وار کرتی رہی اُداسی

جناب سپیکر! یہ ہمارے تمام نظام کا بکھر بکھر کر سمٹنا اور پھر سمٹ کے دوبارہ بکھر جانا ہی ایک المیہ بنتا جارہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم اپنے وسائل اور اپنی abilities کو اس قدر اچھا کر لیتے کہ یہ بکھرنے اور سمٹنے کا جو عمل تھا یہی ہمارے credit میں جاتا مگر ہم نے اپنی qualities کو improve کرنے کی بجائے اپنی ساری energy کو بیان بازی، بکھرنے اور سمٹنے پر لگا دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے سیکرٹری صحت، فواد صاحب کی تعریف کروں گی، سیلاب کے حوالے سے پچھلے تین ماہ میں اس حکومت کی طرف سے فواد صاحب کی زیر نگرانی جو efforts ہوئی ہیں ان کو میں سچے دل کے ساتھ بہت زیادہ appreciate کروں گی۔ صرف اس لئے کہ ان کی قیادت میں ان کے محکمے نے دن رات ایک کر کے سیلاب زدگان تک پہنچنے کی جو کوششیں کی ہیں، re-appropriations کی ہیں ان میں Health کو prioritized کیا گیا ہے وہ سب قابل ستائش ہے۔ اگر میں اس کی تعریف نہیں کروں گی تو یہ صریحاً زیادتی ہو گی۔ یہ effort اس چیز کو prove کرتی ہے کہ نیت موجود ہے، کاش وسائل بھی ہمارے پاس موجود ہوتے۔ اس کے علاوہ میں Health Sector Reforms Programme کے تمام ڈاکٹروں کی خصوصاً شکر گزار اس لئے بھی ہوں کہ انہوں نے اپنی personal pocket سے تین سے چار لاکھ روپے کی ادویات اکٹھی کیں اور بذات خود مظفر گڑھ اور خانیوال میں جا کر ان ادویات کے عطیات دیئے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اس چیز کی گواہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ دوسری جگہوں پر جہاں جہاں ڈاکٹر بیٹھے ہیں انہوں نے بھی ایسی ہی efforts کی ہیں۔ اس کے علاوہ Pakistan Academy of Family Physicians کی تنظیم نے ڈاکٹر طارق میاں کی سربراہی میں تقریباً 92 کے قریب general practitioners نے سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی خدمت کی ہے۔ جن کے لئے اس حکومت کے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے جس کا ثبوت Health Care Bill سے ملتا ہے۔ اس حکومت نے ان ڈاکٹروں کی دشمنی مول لی ہے۔ انہوں نے اس پر بڑا protest کیا لیکن حکومت نے ان کی کوئی بات نہیں مانی۔ ان ڈاکٹروں نے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر سیلاب سے

متاثرہ لوگوں کی خدمت کی ہے۔ چالیس ہزار general practitioners,doctors نے voluntarily جتنی خدمت کی ہے وہ قابل ستائش ہے۔ ان ڈاکٹروں کی اگر تعریف نہ کی گئی تو یہ زیادتی ہوگی۔ میں ایک بات پر بار بار emphasize کر رہی ہوں کہ جب تک آپ اپنے general practitioners کو، وطن سے محبت کرنے والے ان ڈاکٹروں کو جو کہ ملک میں موجود ہیں، یہاں سے جانے کو تیار نہیں ہیں اپنے national and international programmes کے pool میں نہیں کھینچیں گے تو اس وقت تک آپ کے Health Sector Reforms کی ریڑھ کی ہڈی مضبوط ہوگی اور نہ ہی یہ sector کامیاب ہو سکے گا۔

جناب سپیکر! آج اس تھوڑے سے وقت کے اندر رہتے ہوئے میں اپنی بات point wise کروں گی۔ محکمہ صحت نے مختلف مدات میں تقریباً ایک ارب روپے سے زیادہ کی رقم ادا کرنی ہے۔ تنخواہیں، ادویات اور دوسری مختلف مدات کے زمرے میں محکمہ صحت کی طرف اس وقت ایک ارب روپے کی payments due ہیں لیکن محکمہ صحت کے بجٹ میں صرف 18 کروڑ روپے باقی ہیں تو اس رقم کا انتظام کیسے ہوگا، کہاں سے ہوگا؟ جب تک یہ حکومت، وفاقی حکومت یا donors اس طرف توجہ نہیں کریں گے اس وقت تک محکمہ صحت deliver کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جب تک ان کو یہ وسائل مہیا نہیں کئے جاتے اس وقت تک وہ عوام کو صحیح deliver نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹرز اور دوسرے staff کی بھرتی پر ban لگنے کی بات ہو رہی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت 25 فیصد اسامیوں پر ban لگا ہوا ہے۔ ان میں ڈاکٹرز، Specialists اور Paramedics کی اسامیاں بھی شامل ہیں۔ اس کا جواز یہ بنایا جاتا ہے کہ ہم ان کو regularize نہیں کر سکے۔ بات یہ کی جاتی ہے کہ یہ ban اس لئے لگایا گیا ہے کہ پہلے ہم contract پر رکھے گئے ڈاکٹروں کو regularize کر لیں پھر یہ نئی بھرتی کی جائے گی۔ میں کہتی ہوں کہ contract پر رکھے گئے ڈاکٹروں کو regularize کرنے کا مرحلہ ساتھ ساتھ چلتا رہے اور ان 25 فیصد اسامیوں کی بھرتی پر جو ban لگایا گیا ہے اس کو فوری طور پر ختم کئے جانے کی ضرورت ہے کیونکہ جو نئے ڈاکٹر بن کر نکل رہے ہیں ان میں سے کافی زیادہ باہر کے ممالک میں جا رہے ہیں۔ پچھلے دنوں میں ایک ہزار یا پندرہ سو کے قریب ڈاکٹر سعودی عرب جا چکے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب نے کہا ہے کہ آسٹریلیا والے ڈاکٹرز مانگ رہے ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق U.K والے بھی ہمارے ڈاکٹرز کی demand کر رہے ہیں۔ ہم اپنی 25 فیصد اسامیوں پر ban اٹھانے کے لئے تیار نہیں

ہیں اور وہ ڈاکٹرز جن کو یہاں نوکریاں نہیں مل رہیں وہ باہر کے ممالک میں better pay package پر جانے کے لئے تیار ہیں۔ سعودی عرب میں جا کر ایک Specialist آٹھ لاکھ روپے تنخواہ لیتا ہے۔ ان کو یہاں کی تنخواہوں میں کیا interest ہو سکتا ہے؟ اس لئے اس کو review کرنا اور اس کو روکنے کے لئے بہت سارے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے اور again وہی بات ہے کہ پیسے ہوں گے تو بات بنے گی۔ میں نے آپ سے time اس لئے ضرور لینا ہے کہ میرے پاس points ¾ ہیں جو بہت important ہیں البتہ میں انہیں short کر کے ضرور کہوں گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ 16۔ ستمبر کو ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے expenditures کے 14 heads پر ban لگایا ہے ان میں repair of buildings, purchase of medical lab equipments, purchase of computers, چلو ٹھیک ہے۔ کاریں نہ خریدو، purchase of transport ambulances پر ban لگا دیا گیا ہے، newspapers and books, research, seminars and workshops پر بھی ban ہے۔ یہ تو میں نے سات heads بتائے ہیں، فرنیچر وغیرہ کے بغیر تو گزارہ ہو جاتا ہے لیکن یہ وہ مدات ہیں جن کے اوپر قطعاً destructive ban ہے۔ نشتر میڈیکل کالج میں ابھی خبریں تھیں کہ الٹراساؤنڈ مشینیں کام نہیں کر رہیں لیکن ان کی repairing or repurchase پر ban لگا ہوا ہے۔ اسی طرح cardiology and life saving کی مشینیں ہیں جن میں میو ہسپتال کی مشینیں ہیں ان کی لسٹ میرے پاس ہے لیکن میں time short ہونے کی وجہ سے تفصیل میں نہیں جا رہی، اس ban کو left کیا جائے اور revise کر کے اس کی priority کو دوبارہ set کریں۔ ہم نے اپنے بجٹ میں ADP کے تحت سو سکیموں کی announcement کی تھی۔ ہمارے first quarter میں 13۔ ستمبر تک 3.2 ملین روپے release کئے گئے ہیں لیکن ان سو میں سے صرف سات سکیموں پر کام شروع ہو سکا ہے۔ اتنا ambitious budget دے کر اتنا کچھ کہنے کے باوجود ان سو سکیموں کو کس طرح proprieties کیا گیا ہے اور وہ کون سی سات lucky schemes ہیں جن کے اوپر اس first quarter میں پیسا release کیا گیا ہے اور وہ بھی ان سکیموں کو شروع کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ شروع تو سب کچھ ہو جائے گا، افتتاح کی تختیاں لگ جائیں گی لیکن These schemes will go down the drain. اس کا خیال کرنا بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں بہت ہی جلدی یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے بھی cheques clear نہیں ہو رہے۔ میں نے پہلے بھی contractors کے cheques کی بات کی تھی

کہ 30۔ارب روپے کے contractors کے clear cheques نہیں ہو رہے اور assignments کیا ہیں کہ ایک Accounts Officer, Treasury Officer سے اجازت لیتا ہے اور اس کے بعد فنانس ڈیپارٹمنٹ کا ایڈیشنل سیکرٹری فون کرتا ہے تو وہ cheque clear ہوتا ہے۔ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں بھی یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس سے بہت زیادہ complications پیدا ہو رہی ہیں۔ہمیں چاہئے کہ ہم جو ایک بہت سستی فیکٹری جس کی ابھی سعید الہیٰ صاحب boast کر رہے تھے کہ تین ہزار ڈاکٹر increase ہو گئے اور بارہ سو اور increase ہو جائیں گے کہ یہ پرائیویٹ میڈیکل کالجوں پر گورنمنٹ آج credit کس طرح لے رہی ہے؟ اچھا تو یہ ہوتا کہ یہ جو بڑے بڑے white elephants بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سیٹیں increase کی جاتیں اور وہ ڈاکٹر پبلک کی reach تک ہوتے۔ ہم نے نہ صرف پرائیویٹ میڈیکل کالج کھول کر کچھ احباب کو بہت زیادہ facilitate کر دیا کہ فی سٹوڈنٹ 50/50 لاکھ روپیہ لوگوں کی جیبوں سے جھاڑیں بلکہ ہم اس پر boast بھی کر رہے ہیں میں تو حیران ہوں کہ اس میں credit کی کون سی بات تھی ہم نے کیا increase کیا ہے، ایک cheap فیکٹری لگائی ہے جس میں ہم چالیس پچاس لاکھ روپے میں ایک ڈاکٹر بنائیں گے اور آسٹریلیا کو بھیج دیں گے مجھے ان کے ان الفاظ پر دکھ ہوا ہے It is not fair گورنمنٹ کو اپنے میڈیکل کالجوں میں سیٹیں increase کر کے اپنے teaching standards کو increase کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ علی اصغر منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! صحت کے بارے میں ہماری حکومت کی priority کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے اپنی پہلی بجٹ تقریر میں Education and Health کو اپنی پہلی ترجیح قرار دیا اور اس کو پورا کرنے میں اپنے تمام ذرائع اور عملی طور پر اپنی تمام تر کوششیں کرتے ہوئے اس target کو کافی حد تک حاصل بھی کیا۔ آج آپ کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں، کسی بھی DHQ، کسی بھی teaching hospital یا کسی بھی THQ میں چلے جائیں تو میں دعوے سے یہ بات کروں گا کہ وہاں پر emergency and wards میں دوائیاں مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ جس طرح صحت کے لئے بجٹ کو بڑھایا گیا یہ ہماری حکومت کی دلچسپی کا منہ بولتا ثبوت ہے، جس طرح ہسپتالوں کی تمام وارڈوں کو ائر کنڈیشن کیا گیا اور load shedding کے باعث ان میں جنریٹر لگائے گئے جہاں پر doctors and paramedical staff کی کمی تھی اس کو کافی حد تک پورا کیا گیا۔ بہتری کی گنجائش ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے

کہ ہم نے اس میں تمام سہولیات مکمل طور پر پہنچادی ہیں، ہم کہتے ہیں کہ اس میں بہتری کے لئے جو چیزیں ابھی بقیہ ہیں ہم ان پر دن رات کام کر رہے ہیں۔ اچھے ڈاکٹر پیدا کرنے کے لئے اور ڈاکٹروں کی مطلوبہ ضرورت کو پورا کرنے کے لئے چار نئے میڈیکل کالجوں میں داخلے شروع ہیں اور کلاسوں کا اجراء کر دیا گیا ہے اور 2011 تک مزید چار نئے میڈیکل کالج کھول دیئے جائیں گے۔ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ میڈیکل کالجوں میں داخلے کا انتظام کیا گیا ہے اس طرح راولپنڈی میں Institute of Cardiology کا قیام اور میں آج Assembly floor پر اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ 2011 تک ایک بہت بڑا Institute of Cardiology راولپنڈی شہر اور گردونواح کے علاقوں کے لئے اپنا کام شروع کر دے گا۔ اسی طرح راولپنڈی، ملتان اور بہاولپور میں نئے DHQs کی بلڈنگ کا کام مکمل ہو جائے گا۔ میں جو عرض کر رہا ہوں وہ انشاء اللہ ہم کر کے دکھائیں گے اور جس طرح محکمہ صحت پنجاب نے سوات آپریشن اور سیلاب کی آفت کے دوران پنجاب کے محکمہ صحت کے ڈاکٹروں اور دوسرے عملہ نے اپنی خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ یقین کریں وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم پر میں سوات آپریشن کے لئے پنجاب حکومت کی طرف سے بھیجی گئی میڈیکل ٹیم کی خدمات کی inspection کے لئے مردان اور پختونخواہ گیا تو وہاں کے انتظام اور وہاں کی عوام کے تاثرات دیکھ کر میں حیران ہو گیا یقین کریں کہ میں وہاں پر لوگوں کے تاثرات کو اپنے الفاظ میں بتا نہیں سکتا۔ ان لوگوں نے یہ بات مانی کہ پنجاب کے محکمہ صحت نے یہاں آکر وہ خدمات سرانجام دی ہیں جو پختونخواہ صوبہ کے ڈاکٹر انجام نہیں دے سکے۔ اسی طرح سیلاب کے اندر وزیراعلیٰ پنجاب سے لے کر آخری worker تک اور سیکرٹری صحت سے لے کر محکمہ صحت کے آخری ملازم تک جو خدمات انجام دیں اور میں دعوے سے یہ بات کرتا ہوں، الزام برائے الزام اور مخالفت برائے مخالفت کی بات نہیں ہے محکمہ صحت پنجاب نے دکھی انسانوں کو صحت کی جو سہولت دی ہے وہ دوسرے صوبے provide نہیں کر سکے۔ میں وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم پر عید کے روز ضلع دادو سندھ گیا ہوا تھا اور جناب والا کو بھی پتا ہے کیونکہ آپ بھی وہاں پر تشریف لے کر گئے ہوئے تھے۔ سیلاب کے دوران دین پناہ اور احسان پور کے علاقہ مظفر گڑھ میں بھی گیا تھا یہاں کے صحت کے انتظامات اور سندھ کے اندر محکمہ صحت کے انتظامات میں زمین آسمان کا فرق تھا تو ہم کوشش کر رہے ہیں کہ پنجاب کی اس دکھی انسانیت کے لئے زیادہ سے زیادہ بہتر سہولیات بہم پہنچائیں اور آئیں ہمارے ساتھ تعمیری کام میں حصہ ڈالیں کیونکہ بہتری کی گنجائش ہر جگہ موجود ہے۔ ہم محکمہ صحت میں بہتری کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک دینے کے لئے تیار ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محمد محسن خان لغاری صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا محمد افضل خان صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! اس اعتراف کے ساتھ کہ حکومت پنجاب پوری کوشش کر رہی ہے کہ میڈیکل کے شعبے میں بہتر سہولیات مہیا کی جائیں۔ میرے شہر فیصل آباد کے دونوں ہسپتالوں DHQ and Allied Hospital ائر کنڈیشنڈ کر دیئے گئے اور وہاں پر ادویات کی دستیابی کے حوالے سے بڑا بہتر کنٹرول ہے جس کی میں تعریف کرنا چاہتا ہوں لیکن کسی تفصیل میں جائے بغیر میں چند چیزوں کی نشاندہی کرنا چاہوں گا اور سیکرٹری صاحب ان چیزوں کو نوٹ فرمالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! فیصل آباد میں ڈینٹل کالج اپنے دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہے اور میں چاہوں گا کہ وہاں پر staff and equipments کی کمی فوری طور پر پوری کی جائے کیونکہ اگر وہاں فوری طور پر اچھے پروفیسرز اور equipments مہیا نہ کئے گئے تو ان کا نقصان ہوگا۔ اسی طرح Leader of the Opposition نے بھی نشاندہی کی، میں بھی وہی نشاندہی کرنا چاہوں گا کہ Burn Centre کو فوری طور پر مکمل کیا جائے اور اس کے لئے staff بھی appoint کیا جائے۔

جناب سپیکر! ان floods کے دنوں میں میری ڈیوٹی میانوالی اور عیسیٰ خیل میں لگی اور میں نہایت دکھ کے ساتھ اس House کے علم میں یہ بات لانا چاہوں گا کہ کالا باغ کا اتنا بڑا نام ہے وہاں چوبیس beds کا بہت بُرے حالات میں ایک ہسپتال ہے جس کے اندر بارہ beds خواتین کے لئے اور بارہ beds مردوں کے لئے ہیں لیکن وہاں پر گائناکالوجسٹ بھی نہیں ہے۔ کالا باغ اتنا بڑا علاقہ ہے اور اگر وہاں پر 50 میل کا دائرہ بنایا جائے تو ہر طرف سے لوگ کالا باغ علاج کے لئے آتے ہیں اور وہاں چار posts of specialists پر صرف ایک young Eye Specialist ہے اور وہ ہسپتال کا MS ہے۔ وہاں پر اشد ضرورت ہے کہ اس ہسپتال کو upgrade کیا جائے، وہاں ڈاکٹرز کی رہائشیں بنا کر ڈاکٹرز مہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر! عیسیٰ خیل کا ہسپتال سڑک سے پانچ فٹ گہرا ہے اور flood سے تو اس نے ڈوبنا ہی تھا بلکہ وہ ہسپتال تو بارش میں ہی ڈوب گیا تو اس کو بند کر کے اس کے مریضوں کو ایک کالج کی عمارت میں shift کرنا پڑا۔ ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب سے میری گزارش ہے کہ اس کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ ایک بند بنایا جائے تاکہ flood کا پانی اندر داخل نہ ہو اور اس کے اپنے بارش کے پانی کو نکالنے کے لئے اس

کے اندر sewer لگا دیا جائے۔ میں اس ہسپتال کی عمارت کو پورا چیک کر کے آیا ہوں، عمارت اس قابل ہے کہ وہ ابھی گزارہ کر سکتی ہے تو اگر عیسیٰ خیل میں یہ دو چیزیں فوری طور پر کر دی جائیں تو وہ ہسپتال ابھی ہمارے کام آ سکتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ بات اخباروں میں اور بہت جگہ آئی کہ نئے پرائیویٹ میڈیکل کالج کھولنے پر پابندی لگائی جا رہی ہے اس پر لوگوں کی شکایات ہیں اور وہ جائز بھی ہوں گی حکومت جب میڈیکل کالج بناتی ہے تو وہ 100 کروڑ سے 200 کروڑ روپے میں بنتا ہے۔ آج بھی ہر سال ہزاروں طلبہ چائنا اور دوسرے ممالک میں میڈیکل کے شعبے میں جاتے ہیں اور اگر پاکستان میں پرائیویٹ میڈیکل کالج چار پانچ لاکھ روپے سالانہ فیس لیتے ہیں تو بیرون ملک اس سے بھی زیادہ خرچہ آتا ہے حکومت جہاں اپنی کاوشیں کر کے نئے میڈیکل کالج بنا رہی ہے وہاں میں سمجھتا ہوں کہ پرائیویٹ میڈیکل کالج جو اپنی رقم سے بن رہے ہیں اور وہ اپنے اخراجات پر قائم ہو رہے ہیں اور کسی کو ان کا نقصان بھی نہیں، انہیں حکومت regulate ضرور کرے لیکن ان کے بنائے جانے پر پابندی کو ختم کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں ایک بہت اہم معاملے کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا کہ trust hospitals فیصل آباد میں بھی بہت ہیں ہمارے دوسرے بڑے شہروں میں بھی بہت ہیں، نیک اور اچھے لوگ trust hospitals بناتے ہیں لیکن حالات یہ ہیں کہ وہ trust hospitals جو حکومت پنجاب یا حکومت پاکستان کی اربوں روپے کی ملکیت ہے وہ آج بغیر کسی کنٹرول اور چیک کے چل رہے ہیں۔ ان کی کروڑوں روپے کی sales ہیں، ان کے trustees ہیں۔ میں باوثوق طریقے سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ان ہسپتالوں کی آمدن کو چیک کیا جائے تو ان trust hospitals کے اندر اتنی جان ہے کہ وہ بہترین ہسپتالوں میں convert ہو سکتے ہیں، ان میں equipment آ سکتا ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ trustees کے boards کے اندر حکومتی نمائندے ہوں یا اگر حکومتی نمائندے لانا چاہتے ہیں تو اعلیٰ قسم کی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ فرموں کو ملوث کیا جائے تا کہ trust hospitals میں اکٹھا ہونے والا پیسا چوری نہ ہو کیونکہ وہی پیسا انہی ہسپتالوں میں لگنے سے عوام کی سہولیات میں بغیر کسی حکومتی اخراجات کے ایک بہت بڑی تبدیلی آ سکے گی۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر تھوڑا سا divert ہوتے ہوئے ایک بات کروں گا کہ امریکہ میں ایک ڈاکٹر مقبول ارشد صاحب specialist ہیں میں House کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے

اپنی جیب سے فیصل آباد الائیڈ ہسپتال کو تین ventilators donate کئے ہیں، یہاں سے میں ان کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! پنجاب میں floods کے بعد پولیو ایک دفعہ پھر سامنے آیا، ڈینگی بخار سامنے آیا میری خواہش تھی کہ اس حوالے سے سیکرٹری صاحب نے جو خصوصی کاوشیں کی ہوں گی اس کا ذکر آیا ہو گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ ضرور کاوشیں کر رہے ہوں گے لیکن یہ دو چیزیں فوری توجہ مانگتی ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس پر کام ہو گا۔

جناب سپیکر! فیصل آباد کے حوالے سے آخری بات کرتے ہوئے اور Leader of the Opposition نے بھی یہاں ذکر کیا کہ پنجاب میں کوئی نیا ہسپتال نہیں بنا میں ان کی اطلاع کے لئے بتانا چاہوں گا کہ فیصل آباد کے غلام محمد آباد کے area میں سو beds کا نیا ہسپتال تقریباً مکمل ہونے والا ہے اور میں محکمے سے درخواست کروں گا کہ اس ہسپتال کے لئے سٹاف اور دیگر ضروریات کے لئے پیسے مختص کئے جائیں۔ میں یہاں پر آخری بات کرتے ہوئے کہ فیصل آباد کا Institute of Cardiology جس کا پچھلے سال افتتاح ہوا آج پانچ سو سے زیادہ کامیاب open heart surgeries کر چکا ہے اور روزانہ out door میں ایک ہزار کے قریب دل کے مریضوں کا علاج ہو رہا ہے۔ میں یہاں پالیسی کے اوپر بات کرتے ہوئے صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ rural areas مثلاً کالا باغ اور عیسیٰ خیل جیسی جگہوں اور اسی طرح کے دوسرے علاقوں میں انہیں اہمیت دیتے ہوئے ان کے doors پر اگر services نہیں پہنچائیں گے تو ہم لوگوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ rural areas سے urban areas میں migrate کریں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری پالیسی کا ایک بنیادی نکتہ ہونا چاہئے کہ ہم دور دراز اور غریب علاقوں کے اندر طبی سہولیات کو مہیا کریں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! صحت کا محکمہ بہت ہی important ہے جس کے متعلق آج بات ہو رہی ہے اور جس طرح پہلے بھی نشاندہی کی گئی اس میں دلچسپی کی ستم ظریفی یہ ہے کہ official gallery میں تو ایک شخص بھی موجود نہیں ہے اور حکومتی لوگ جنہوں نے یہ پالیسیاں بنانی ہیں ان کی دلچسپی کا حال بھی آپ کے سامنے ہے۔ میں نے اس میں کچھ گزارشات کرنی ہیں اور ہر دفعہ چونکہ ٹائم کی قدغن لگتی ہے تو میں سب سے پہلے اپنے ضلع سے متعلق مختصراً بات کروں گا۔ ضلع اٹک کے حوالے سے میرا صحت پر ایک سوال تھا لیکن اس کی باری نہیں آسکی اور چونکہ یہ اسمبلی کے ریکارڈ کا حصہ ہے اس لئے

میں اسی سے quote کروں گا کہ 08-2007 میں ضلع اٹک کو 4 کروڑ 98 لاکھ روپے دیئے گئے اور 2008-09 میں وہ کم کر کے 2 کروڑ 79 لاکھ 12 ہزار یعنی 2 کروڑ 19 لاکھ روپے کم کر دیئے گئے اور ہمارے دور دراز کے اضلاع کے ساتھ اس طرح کا سلوک روا رکھا گیا۔Vacancies کی position ان کی شیٹ بتاتی ہے کہ کسی بھی Basic Health Unit میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہاں پر ستاون BHU's ہیں اور کسی میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ فتح جنگ میری تحصیل ہے تو وہاں پر female میڈیکل آفیسر کی تین اسامیاں ہیں جو تینوں ہی خالی ہیں، اسی طرح پورے ضلع میں ڈاکٹروں کی اڑتالیس اسامیاں خالی ہیں۔ آخر پر یہ بھی کہہ دیا گیا کہ پالیسی بنائی گئی ہے کہ بھرتیوں پر حکومت پنجاب کی طرف سے پابندی عائد کر دی گئی ہے جیسے ہی پابندی ختم ہو گی پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیاں پُر کر دی جائیں گی۔ اسی طرح ڈاکٹروں کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کی ایڈہاک بنیاد پر بھرتی کی جا رہی ہے اور جو نہی موزوں امیدوار دستیاب ہوں گے تو وہاں پر تعینات کر دیئے جائیں گے۔ جس طرح راناصاحب نے کالا باغ ڈیم کا ذکر کیا اس پر میں ان کا مشکور ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ جب لاہور میں بیٹھ کر یہ پالیسی بناتے ہیں تو یہ ذہن سے نکال دیتے ہیں کہ دور دراز علاقوں میں سہولیات دینی بھی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے ان دور دراز علاقوں میں ڈاکٹروں کے جانے کے لئے کہا کہ ہم نے میڈیکل کالج بڑھا دیئے ہیں تو کیا یہ بتائیں گے کہ یہ سارے میڈیکل کالج کہاں پر بنے ہیں؟ یہ کالج لاہور، فیصل آباد یا شیخوپورہ میں بنے ہوں گے لیکن ہمارے علاقوں میں میڈیکل کالج تو دور کی بات ہے کوئی اور بھی اس حوالے سے سہولت نہیں دی جاتی۔ میں نے پہلے بھی یہاں پر گزارش کی تھی کہ اگر یہ وہاں پر میڈیکل کالج نہیں بنا سکتے تو کم از کم ہمارے دیہاتوں میں نرسنگ سکول ہی بنا دیئے جائیں۔ آپ آج بھی یقین کریں کہ CMH کے پیرا میڈیکل سٹاف میں سے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد جب وہ ہمارے گاؤں میں آتے ہیں تو ہم انہیں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں اور لوگ انہی سے علاج کرواتے ہیں This is a hard fact of life. ان کو چاہئے کہ کم از کم نرسنگ سکولز تو ہمارے دور دراز کے اضلاع میں بنا دیں۔ ابھی یہاں پر منڈا صاحب نے کہا کہ کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ راولپنڈی میں بن رہا ہے۔ راولپنڈی میں تو سب سے اچھا Armed Forces کا انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی موجود ہے اور حکومت نے بھی وہیں پر بنانا شروع کر دیا ہے۔ راولپنڈی کی بجائے جہلم میں بنا دیتے، چکوال میں بنا دیتے یا اٹک میں بنا دیتے اور اگر اٹک میں بناتے تو فرنٹیئر اور خیبر پختونخواہ والوں کو بھی فائدہ ہو جاتا۔ اب وہ بے چارے علاج کے لئے اسلام آباد جاتے ہیں۔ آپ یقین کریں کہ Armed Forces کے انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی پر اتنا

pressure ہے کہ بندہ وہاں جا کر حیران ہو جاتا ہے کہ یہاں پر کیا صورتحال ہے۔ جب پالیسیاں بنتی ہیں تو تمام چیزوں کا خیال رکھا جانا چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس حوالے سے میں ایک اور مثال آپ کو دوں گا جسے پڑھ کر میں حیران ہوا۔ انہوں نے کہا کہ لاہور میں پبلک ہیلتھ نرسنگ سکول 14-اگست 1947 کو قائم ہوا اور اِس کی تفصیل میں کہتے ہیں کہ داخل ہونے والی طالبات کی تعداد 108 ہے، اس کی آگے والی تفصیل سب سے دلچسپ ہے کہ تمام پنجاب کے لئے اڑتالیس سیٹیں، لاہور اور گوجرانوالہ ڈویژن کے لئے ساٹھ سیٹیں ہیں، بتائیں کہ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ میں خود لاہور سے پڑھا ہوں اور لاہور کے پڑھے ہوئے تو شاید میرٹ پر بھی آ جائیں گے لیکن اٹک یا جنڈ کے کسی آخری کونے سے پڑھا ہوا میرٹ پر نہیں آئے گا۔ انہوں نے عجیب پالیسی بنائی ہے کہ پورے پنجاب جس میں جنوبی پنجاب سمیت چھتیس اضلاع ہیں اس میں دو اضلاع کو آپ ساٹھ اور باقیوں کو صرف اڑتالیس سیٹیں دے دیتے ہیں۔ جب تک پیرا میڈیکل سٹاف بنانے کے لئے کوشش نہیں کی جائے گی اور دو دو کروڑ روپے کا cut ہمارے اضلاع کے ہسپتالوں پر لگایا جائے گا تو ہم اسی طرح ہی رہیں گے۔ اس کے علاوہ میں مشینری کی حالت بھی یہاں پر بتا دیتا ہوں جس کی انہوں نے تفصیل دی ہے کہ ضلع اٹک کے ہسپتالوں میں مندرجہ ذیل طبی مشینری عرصہ دراز سے خراب ہے۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اٹک کی دو ایکسرے مشینیں عرصہ پانچ سال سے خراب ہیں اور رورل ہیلتھ سنٹر رنگو سے عارضی طور پر ایک ایکسرے مشین اٹھا کر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اٹک کو دی گئی ہے۔ رنگو والے لوگ تو ایسے ہی رہ گئے جن کی یہ مشین اٹھا کر لے آئے ہیں۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال فتح جنگ کی ایک ایکسرے مشین عرصہ نو سال، تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال حضرو کی میں ایک ایکسرے مشین عرصہ سات سال، رورل ہیلتھ سنٹر 72 کی ایک ایکسرے مشین عرصہ چار سال اور رورل ہیلتھ سنٹر مگیاں کی ایک ایکسرے مشین عرصہ تین سال سے خراب ہے۔ مشینری خراب رہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہاں پر تعینات ڈاکٹر سرکاری مشینری کو ٹھیک بھی نہیں ہونے دیں گے چاہے حکومت کوشش بھی کر لے کیونکہ اگر وہ مشینری ٹھیک ہو جائے گی تو ان کے پرائیویٹ کلینکوں پر ایکسرے کروانے کون جائے گا۔ ہمارے علاقے کا ایک بھی ڈاکٹر وہاں پر نہیں ہے سب باہر سے آئے ہیں۔ یہاں کے نالائق ڈاکٹر وہاں پر جا کر بہت بڑے ڈاکٹر شمار ہوتے ہیں اور انہوں نے وہاں اپنے ہسپتال بنا لئے ہیں۔ ایک ڈاکٹر صاحب ابھی بھی وہاں پر تعینات ہیں انہوں نے recently پچاس لاکھ روپے کی زمین خریدی ہے جس پر وہ باقاعدہ ہسپتال بنا رہے ہیں۔ ہمارے غریب لوگ جو دیہاتوں میں رہتے ہیں انہی سے ان

ڈاکٹروں نے پیسے کمائے ہیں۔ محکمہ ان ڈاکٹروں کو regulatory authority کے تحت regulate کرے اور کم از کم آپ اُن ہسپتالوں میں تو بٹھائیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم کروڑوں روپے کی مفت ادویات فراہم کر رہے ہیں اور اب سیلاب والوں کو دے دی ہیں لیکن وہ بھی بند ہو جائیں گی اور جو دوائیاں کاغذوں میں آتی تھیں وہ بھی نہیں ملیں گی۔ صحت کو جب seriously نہیں لیا جائے گا، اس کو بجٹ کی top priority list میں تیسرے یا چوتھے نمبر پر نہیں لایا جائے گا تب تک یہ مسائل ختم ہوں گے اور نہ ہی ہمارے دیہاتوں میں صحت کے معاملات بہتر ہوں گے۔ چونکہ اب وقت ختم ہو چکا ہے لہذا میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا اور آخر پر میری حکومت سے یہ استدعا ہے کہ لاہور میں بیٹھ کر جب آپ پالیسیاں بنائیں تو ہم دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا خیال ضرور رکھیں۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: ملک محمد وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب سے پہلے تو وہی شکوہ کہ اگر صحت پر عام بحث ہونی تھی تو آج یہ آفیسرز گیلری کا حشر دیکھ لیں کہ خالی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس وقت اس حال میں ہمارا یہاں بولنا بھی فضول ہے کہ جب ہمارے افسران ہی اس حد تک منہ زوری کا ثبوت دیں۔

جناب سپیکر! ریاست کی ذمہ داریوں میں سب سے اوپر صحت اور تعلیم آتی ہیں۔ ریاست ہمیشہ ٹیکس لگاتی ہے جن کی direct اور indirect بھرمار ہوتی ہے اور ٹیکس اسی لئے وصول کیا جاتا ہے کہ وہ collectively سہولیات عوام کو میسر کرتی ہیں جو کہ عام حالات میں میسر نہیں آ سکتیں۔ ان دونوں شعبوں پر ہمارے قائد میاں محمد شہباز شریف صاحب نے بھرپور توجہ دی اور صحت کا بجٹ بھی بڑھایا، ہسپتالوں میں air conditioners بھی لگوائے، ادویات مفت فراہم کروائیں، گردوں کے ڈائلیسز کا عمل دوبارہ سے شروع کروایا لیکن آج میں آپ کے توسط سے اور چونکہ اس وقت کیلئے پارلیمانی سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں تو میں پورے وثوق کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ کرپشن جو کہ کینسر کی طرح ہمارے معاشرے کی رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے۔ اس میں اگر عالمی transparency یا کوئی اور سروے کرنے والا ادارہ سروے کرے تو وہ جو خود کو مسیحا کہتے تھے تو سب سے زیادہ کرپشن محکمہ صحت میں ہے اور محکمہ صحت کا حال یہ ہے کہ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اور یہ کہیں سے کنٹرول میں نہیں آیا۔ ڈاکٹر سامیہ نے بھی کہا اور نئے سیکرٹری صاحب بڑی کوشش کر رہے ہیں جنہوں نے سیلاب کے دنوں میں بھی بڑی کوشش کی لیکن آج کا موضوع صرف سیلاب پر محیط نہیں ہے۔ کرپشن کا یہ حال ہے

کہ ادویات آتی ہیں، جتنے فنڈز raise ہوئے ہیں اور budgeting ہوئی ہے تو فنڈز جاتے ہیں تو وہ سارے فنڈز غریب عوام تک نہیں پہنچ پاتے اور وہ ان لوگوں تک نہیں پہنچ پاتے جن کے لئے یہ فنڈز دیئے جاتے ہیں جبکہ ہر ہسپتال کا یہی حال ہے جیسے میرے بھائی شیر علی خان صاحب فرما رہے تھے اور جس طرح آج ایجوکیشن کے بارے میں بات ہوتی رہی تو ادھر ڈاکٹرز کے پرائیویٹ ہسپتالوں کا ایک مافیا بن چکا ہے۔ میرے بھائی بیٹھے ہیں شاید یہ محسوس کریں کہ غریب لوگ سسک سسک کر مر رہے ہیں اور ان کے خون کا آخری قطرہ بھی direct اور indirect ٹیکسوں کی صورت میں نچوڑ رہے ہیں لیکن انہیں ریاست نے جو pay کرنا ہے وہاں پر وہ بے بس ہے۔ یہاں سے اربوں روپے جاتے ہیں جو کہ ڈاکٹروں کی جیبوں میں چلے جاتے ہیں، ہسپتالوں کی جیبوں میں چلے جاتے ہیں جس سے کوئی L.P خرید رہا ہے، کوئی دو نمبر دوائی دے رہا ہے۔

جناب سپیکر! یقین مانئے کہ میں تو اس علاقے کا بندہ ہوں کہ ہمارے علاقے کے لوگ تو جیتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی دی ہے۔ ہم تو natural لوگ ہیں اور ہمارے ہاں تو کوئی ڈاکٹر بھی نہیں جاتا ہے جس کی وجہ سے ہسپتال خالی پڑے ہیں، B.H.U اور T.H.Q خالی ہیں اور مزے کی بات بتاؤں کہ تحصیل ہیڈکوارٹر میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور اگر کوئی مشینری گئی ہے تو وہ ویسے ہی پڑی ہے اور air conditioners ہیں تو وہ بھی خالی چل رہے ہیں لیکن کوئی تو ہو جو ادھر دیکھے اور کبھی تو اس پر توجہ دینی پڑے گی کیونکہ اس قوم کو ہم اس حال میں کب تک لے کر چلیں گے۔ میں آپ کے توسط سے یہی عرض کرتا ہوں کہ ایک تو پرائیویٹ ہسپتالوں پر enactment آنی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں محرم کے دوران سرگودھا کے ایک ہسپتال میں گیا تو آپ یقین کریں کہ میں نے رجسٹر منگوایا تو اکیاون ڈاکٹر on role تھے جب ڈاکٹرز کو بلایا تو junior most ڈاکٹر اور پتا نہیں وہ ڈاکٹر تھے بھی کہ انہوں نے ایسے ہی وہ اوپر کپڑے پہنے ہوئے تھے، وہ دو سامنے آئے اور انچاس ڈاکٹرز ہسپتال میں نہیں ہیں اور پتا چلا کہ وہ اپنے اپنے ہسپتالوں میں بیٹھے ہیں۔ یہ حشر ہے تو اس پر enactment ہونی چاہئے اس کے لئے سیکرٹری صاحبان اور officials کی بھی ضرورت نہیں ہے اور میں آپ کے توسط سے request کروں گا پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو کہ وہ محکمہ صحت پر major surgery کریں اور میڈیکل کالجوں کو بھی کسی orbit میں لے آئیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ آپ کے ڈاکٹر خود میڈیکل کالجز بنائیں تو لوگ پیسے دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان چیزوں کو systemized کریں اور یہ اربوں روپے جو آپ لگا رہے ہیں بے شک اسے

دگنا کر لیں لیکن اس پیسے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور یہ پیسا غریب آدمی کے لئے نہیں جائے گا۔ میں نے ہسپتال کی ایمرجنسی میں ایک مریض کو بلا کر پوچھا کہ ادویات مل رہی ہیں تو اس نے بتایا کہ یہ ڈاکٹرز ہمیں کہتے ہیں کہ ڈسپرین بھی باہر سے خرید کر لائیں۔ عملی طور پر یہ صورتحال ہے کہ وہاں پر جتنی ادویات بھیجی جاتی ہیں وہ ڈاکٹرز حضرات ہی استعمال کر لیتے ہیں اور میں اپنے بھائیوں کو اس forum کی توسط سے یہ عرض کروں گا کہ یہ ہمیں بھی پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے سیاست دانوں اور لوگوں کو لے کر چلے جاتے ہیں اور وہاں جا کر ہم ان ڈاکٹرز کو بچانے میں لگ جاتے ہیں۔ یہ ایک مافیا بن چکا ہے اور اس مافیا کو توڑنا ہمارا کام ہے اور میں یہ request کرتا ہوں کہ ہم نے enactment کرنی ہے ورنہ ہمارا ضلع خوشاب اتنا پسماندہ ہے کہ وہاں پر تو کوئی ہے ہی نہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر فائزہ اصغر صاحبہ!

ڈاکٹر فائزہ اصغر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے تھے کہ ہم نے بجٹ اتنا زیادہ بڑھا دیا ہے تو میرے خیال میں یہ بات اتنی صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک بہت ہی سادہ سی چیز نظر آ رہی ہے کہ عورتوں اور بچوں کی صحت ہمارے ملک کے لئے بہت ضروری ہے لیکن میٹرنٹی ہسپتالوں کا بہت بُرا حال ہے اور کم number دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو چند میٹرنٹی ہسپتال ہیں وہاں پر ایک ایک بیڈ پر دو دو خواتین زچگی کی حالت میں ہوتی ہیں تو پھر بھی ان حالات کے باوجود ایک جان کی دیوی میٹرنٹی ہسپتال کو کیوں بند کر دیا گیا ہے؟ اگر ہماری ساری austerity derive کے لئے بجٹ ہم اسی طریقے سے کریں گے کہ جو تھوڑی بہت صحت کی سہولتوں کو بھی ہم بند کر دیں۔ بڑھائے گئے بجٹ کا کہاں پر استعمال ہو رہا ہے؟ ہر چیز کا الزام ہم سیلاب کے سر نہیں لگا سکتے کیونکہ یہ پچھلے اڑھائی تین سالوں کی problems چل رہی ہیں جن کی وجہ سے ہسپتال بند ہونے پر آ رہے ہیں تو میری محکمہ صحت اور وزیراعلیٰ صاحب سے یہ request ہے کہ جان کی دیوی ہسپتال کو دوبارہ revive کیا جائے اور یہ ساری austerity derive اپنے سیکرٹریٹ اور اس طریقے کی چیزوں پر چلائی جائیں جو کہ جانوں سے کھیلنے والی چیز نہیں ہے اور یہاں پر اتنے اہم ہسپتال کو بھی بند کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! 2007 تک ایمرجنسی میں مفت ادویات مل رہی تھیں جو آہستہ آہستہ پچھلے اڑھائی سالوں میں بالکل almost non available ہو گئیں۔ ابھی میں حال ہی میں سروسز ہسپتال میں کسی ایک غریب انسان کو لے کر گئی ہوئی تھی اور وہاں پر یہی ہو رہا تھا کہ چھوٹی چھوٹی چیز کے لئے ہمیں دوڑایا جا رہا تھا کہ یہ لے کر آئیں۔ تو بجٹ بڑھتا جاتا ہے لیکن ادویات کی مریضوں کو مفت

فراہمی کم ہوتی جاتی ہے۔ ابھی cap لگایا گیا ہے کہ کسی بھی ہسپتال میں کسی equipment کی repair نہیں کی جائے گی اور lab equipment پر بھی ban لگایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خون کا ٹیسٹ بھی کوئی نہیں کرواسکے گا۔ ابھی یہاں پر کلو صاحب کہہ رہے تھے کہ پرائیویٹ ہسپتالوں میں یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے تو وہاں کم از کم چیزیں دستیاب تو ہوتی ہیں۔ اب یہاں پر اگر آپ equipment کو مرمت ہی نہیں کروائیں گے تو کسی غریب آدمی نے خون یا کوئی اور ٹیسٹ کروانا ہو تو وہ کہاں جائے گا؟ کیا وہ کروانا چھوڑ دے یا پھر وہ مجبور ہو کر کسی پرائیویٹ ہسپتال میں جائے گا تو یہ سراسر حکومت کی نااہلی ان لوگوں کو derive کرتی ہے کہ یہ بجٹ صرف نام کا ہی بڑھتا ہے لیکن کام نہیں ہو رہا۔ ڈائلیسز کا یہ کہہ رہے ہیں تو اس کے اوپر بھی دوبارہ cap لگی ہوئی ہے اور کہیں بھی کوئی مفت ڈائلیسز نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر! ہیپاٹائٹس کی مفت سہولتوں کا پروگرام پچھلی حکومت میں چل رہا تھا تو اس پر بھی اب cap لگ گیا ہے اور یہ بند ہو گیا ہے۔ برن یونٹس بھی دیکھ لیں جو پچھلی حکومت نے بنائے تھے اور اب ان یونٹس کا یہ حال ہے کہ لاہور جیسے شہر میں صرف چلڈرن کے لئے میو ہسپتال میں ہے جہاں این جی اوز یہ request کر رہی ہیں کہ خدارا ہمیں ایک بلڈ پریشر آپریٹس لا دیں یا ہمیں دوائیاں لا کر دیں اور مجھے یہ اس لئے معلوم ہے کہ میں خود وہاں پر جا کر این جی اوز سے چیزیں دلوا کر آئی ہوں تاکہ اس ہسپتال کا برن یونٹ بنیادی سہولیات فراہم کر سکے۔ بجٹ بڑھانے کی بات بالکل غلط ہے بلکہ یہ 400 ملین ڈالر ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک سے لئے گئے ہیں تاکہ اپنے ملازمین کی تنخواہیں پوری کرنے کے اور جو misgovernance کی وجہ سے اپنے لئے جو create problem کر لئے ہیں۔

جناب سپیکر! ابھی میرے بھائی نے فیصل آباد کارڈیالوجی سنٹر کی بات کی اور بتایا کہ وہ چل رہا ہے اور اتنی اچھی سہولیات وہاں فراہم ہیں تو کاش وہ یہ بھی mention کر دیتے کہ یہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کا بنوایا ہوا ہے اور ان کی حکومت میں شروع کیا گیا کام ہے اور اس کا آؤٹ ڈور وارڈ بھی تب شروع ہو چکا ہوا تھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وزیر آباد میں کارڈیالوجی سنٹر سابقہ حکومت نے شروع کروایا تھا اور جس کا 90 فیصد کام مکمل ہو چکا تھا تو اسے صرف اس وجہ سے کہ یہ سابقہ حکومت کی کاوش ہے اسے پس پشت ڈال دیا گیا ہے حالانکہ یہ کارڈیالوجی سنٹر پورے دو ڈویژن کے لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جو چیزیں ہمارے پاس دستیاب ہیں انہیں تو کم از کم آگے چلائیں اور بجائے اس کے کہ یہ نئی چیزیں تو بعد میں آئیں گی لیکن جو ہیں انہیں تو مکمل کریں اور پھر دو اڑھائی سالوں سے ڈاکٹروں کی ریکروٹمنٹ پر ban لگایا ہوا ہے لیکن کم از کم کوئی اور ایکسپورٹ کی چیز پچھلے اڑھائی سالوں میں بنی نہیں تو شکر ہے کہ

ڈاکٹروں کی ایکسپورٹ ہی شروع ہو گئی ہے اور wish ا اس سے ہمارے ملک کو بھی کوئی فائدہ ہو۔ ہماری اپنی جو positions ہیں وہ خالی پڑی ہوئی ہیں، سارے BHU ہسپتالوں میں جائیں وہاں کہیں جگہ نہیں اور ہم بڑے فخر سے کہہ رہے ہیں کہ ہم ڈاکٹرز اپنی friendly relations کو بھیج رہے ہیں۔ ہم اپنے ملک کے لوگوں کے ساتھ دوستی کیوں نہیں کرتے اور ہم اپنے عوام کے لئے friendly کیوں نہیں ہیں؟ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، طاہر سندھو صاحب!

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میرے معزز بھائی نے اس چیز کا اظہار کیا کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے گیلری میں کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ بیوروکریسی کی ایک practical manifestation ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی کا accountable نہیں سمجھتے including this august House۔ public servant کی جو definition ہے اس میں سے بیوروکریسی کو نکال دینا چاہئے۔ ان کو یا king maker کہیں یا ruler کہیں یا ان کو palpitation کہیں لیکن میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ public servant نہیں ہیں۔ With the passage of time ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ یہاں اتنے مارشل لاء رہے ہیں جن میں بیوروکریسی نے پورا پورا کنٹرول کیا ہے اور پولیس نے free hand لیا ہے۔ اگر اس ملک کی قسمت بیوروکریسی اور پولیس نے سنوارنی ہوتی تو آج تک وہ سنور چکی ہوتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا المیہ ہے آپ کو اس کا نوٹس لینا چاہئے اور میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے بھی کہوں گا کہ وہ اس کو جس level پر ہو take up کریں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے بہت شرمندگی کا باعث ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک محکمہ صحت کی کارکردگی کی بات ہے تو میں مختلف میٹنگوں میں جاتا رہا ہوں۔ ہمارے محترم وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی کافی کوششیں کی ہیں اور دن رات محنت کی ہے اس کے اثرات بھی کچھ سامنے آئے ہیں خاص طور پر لاہور اور فیصل آباد میں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک یہ ہر ڈسٹرکٹ level تک نہ ہو اور جتنی دیر تک ہم اس کی بنیادی وجہ کو address نہیں کرتے اتنی دیر تک ہمیں اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔ ہمیں مقامی سطح پر اس کے treatment کو affectively دیکھنا ہے کہ جب ایک مریض چلتا چلتا لاہور تک پہنچتا ہے، پہلے تو وہ لاہور تک effort نہیں کر سکتا دوسرا یہ کہ لاہور پورے پنجاب کے لئے cater بھی نہیں کر سکتا۔ اس کو devolve کرنا پڑے گا تاکہ اس میں کوئی بہتری لائی جا سکے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے سابقہ چیف

سیکرٹری صاحب سے ایک دفعہ کہا جب میں نیا نیا ایم پی اے بنا تو اس شوق میں کہ جناب میرے گاؤں میں جہاں میں پیدا ہوا ہوں وہاں ڈاکٹر ہونا چاہئے لیکن میں وہاں بھی ڈاکٹر نہیں لگوا سکا۔ انہوں نے کہا کہ بس آپ چھوڑ دیں ہمیں چھ مہینے دے دیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی دو اڑھائی سال تک رہ کر گئے ہیں۔ ایک دن وہ مجھے ملے تو میں نے کہا کہ آپ نے چھ مہینے کا ٹائم مانگا تھا تو اب کیا خیال ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ بتائیں کہ آپ کا گاؤں کون سا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے گاؤں کو چھوڑیں آپ میرے حلقے کی بات کریں، آپ ڈسٹرکٹ سرگودھا کی بات کریں۔ میرے گاؤں میں اگر ڈاکٹر لگ جائے گا تو کیا وہ میرا حلقہ cover کر لے گا؟ میں آپ کو وثوق سے کہتا ہوں کہ میرا تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کوٹ مومن ہے آپ وہاں فون کر کے دیکھ لیں یا کسی کی ڈیوٹی لگا دیں وہاں اگر کوئی ڈاکٹر مل جائے تو میں ادھر ہی resign کر دوں گا۔ یہ حالات ہیں ہمارے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے اور یقین کریں کہ شرم آتی ہے۔ ڈاکٹروں کی اتنی کمی ہے اس مسئلے کو بجائے بیوروکریسی دیکھے ہم بیٹھیں اور قیادت بیٹھ کر اس کو address کرے۔ میں پچھلے دو سالوں سے پیچھے لگا ہوا ہوں، ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر میں نے کوٹ مومن ہسپتال میں ڈاکٹروں کی سیٹیں منظور کرائیں لیکن دو سال ہو گئے ہیں establishment کو منظور کئے ہوئے لیکن ابھی تک انہوں نے ایک ڈاکٹر نہیں رکھا۔ سیکرٹری کے پاس جاتا ہوں تو سیکرٹری صاحب کہتے ہیں کہ آپ ڈاکٹر لے آئیں میں آرڈر کر دیتا ہوں، کیا ڈاکٹر لانا میرا کام ہے؟ اس طرح کے بنیادی مسائل کو ہمیں address کرنا چاہئے تاکہ ہمیں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو اور ہم کوئی create dent کر سکیں۔ ڈاکٹروں کی shortage ہے۔ میرے جن دوستوں نے brain drain کی بات کی ہے میں اس کو repeat نہیں کرنا چاہتا لیکن جو realities ہیں اس کے مطابق کریں۔ اگر ڈاکٹروں کی تنخواہیں کم ہیں تو بڑھائیں۔ ویسے یہ میں بتا دوں کہ جتنے بھی پروفیسرز ہیں یہ سارے پہلے اس level پر آتے ہیں، وہ سرکاری ہسپتال سے نام کماتے ہیں اور اس کے بعد وہ پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دیتے ہیں۔ ہمیں کہتے ہیں کہ آپ جائیں جہاں بھی جانا ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات ہے کہ ہمارے قائد محترم نے spurious drugs کے متعلق کام شروع کروایا تھا لیکن میرے محترم بھائی ڈاکٹر سعید الہیٰ صاحب جو میرے دوست بھی ہیں، میرے بھائی بھی ہیں میں انتہائی احترام سے یہ عرض کروں گا کہ جب وہ figures بتا رہے تھے کہ اتنے کروڑ روپے کی دوائیاں لیں تو مجھے یاد آ رہا تھا جب میٹنگ میں پولیس والے کہتے ہیں کہ اتنے لاکھوں کا مال مسروقہ برآمد کر لیا، میں نہایت احترام سے کہوں گا کہ مجھے بھی یہ رپورٹ کچھ اسی طرح کی لگی ہے اس

لئے یہ ذرا دیکھ لیں۔ یقین کریں کہ quackery اور spurious drugs کے حوالے سے یہ ہے کہ مجھے شرم آتی ہے جب میں بازاروں سے گزرتا ہوں۔ ایک دن میں گزر رہا تھا کہ ایک quack بچے کو انجکشن لگا رہا تھا۔ یقین کریں میرا دل کیا کہ میں اس سے بچے کو چھین لوں۔ یہ ہمارے حالات ہیں۔ مجھے بتائیں کہ تین سال ہو گئے ہیں یہ ساری بیوروکریسی کے سارے hold کے باوجود کیا ہماری قسمت بدلی ہے، کیا ہمارے حالات ٹھیک ہوئے ہیں اور کیا ٹھیک ہونے کی کوئی گنجائش ہے؟ Practical aspect سے دیکھیں کہ یہ کیا ہے؟ ایک دفعہ میں نے میٹنگ میں قائد محترم وزیراعلیٰ صاحب سے عرض کیا تھا اور تجویز پیش کی تھی کہ یہ drug testing باہر کے ملک سے کروا لیں۔ یقین کریں کہ ہمارا جو Paraphernalia ہے اس کی cost---

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہم نے بھی بات کرنی ہے اور ہم نے جانا بھی ہے--

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں اور آپ نے جو بات کرنی ہے باہر جا کر کر لیں۔ یہاں ہاؤس میں attentive ہو کر بیٹھیں۔ جی، بات ختم کریں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ drug testing کے لئے جتنا ہم نے paraphernalia ادھر create کیا ہے اس کی cost آپ دیکھ لیں اور اگر باہر سے آپ drug testing کرا لیں جس کی reliability بھی ہو اور authenticity بھی ہو تو پھر دیکھیں کہ cost کس کی کم آتی ہے، کیا وہ affectively operate کرتی ہے یا نہیں کرتی؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ kindly اس طرف بھی خصوصی توجہ دیں۔

آخر میں، میں یہ عرض کروں گا جو میں نے مختلف میٹنگوں میں دیکھا ہے کہ ہماری گورنمنٹ کی پالیسی ہر وقت ماشاء اللہ بڑے keen ہوتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی بہتری لائی جائے۔ لیبارٹریوں کے، پرائیویٹ کلینک کے، ڈاکٹروں کے اور ہسپتالوں کے professional standards کو maintain کرنے کی بات ہوئی تھی کیا ہم ان کو beet کر رہے ہیں، کیا اس میں کوئی بہتری آئی ہے یا ہم آج سے تین سال پہلے کی stage پر ہی کھڑے ہیں یا ہم نے کوئی فاصلہ طے کیا ہے؟ یہ آپ بھی سمجھتے ہیں اور میرے بھائی بھی سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم جہاں سے چلے تھے ہم ایمانداری سے اسی جگہ پر قائم ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! جو یہاں پر صورتحال ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج تو جو ہوا سو ہوا۔ ہیلتھ پر بحث ہو اور گورنمنٹ official ایک بھی موجود نہ ہو، یہ شرم ناک بات ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یا تو آپ ابھی message دیں کہ یہاں پر کوئی official آکر بیٹھے۔ آپ کا بیٹھا ہونا بالکل ٹھیک ہے لیکن یہ ذمہ داری ان کی بھی ہے لہذا ان کو یہاں پر موجود ہونا چاہئے۔ لاء منسٹر صاحب! آئندہ کے لئے جب بھی کوئی general discussion رکھی جائے گی اگر اس سرکاری محکمے کا کوئی official یہاں پر موجود نہ ہوا تو پھر یہ ہاؤس اس پر strict action لے گا۔ آپ اس کو آئندہ کے لئے ensure کریں۔ ٹھیک ہے یہاں پر منسٹر بیٹھے ہیں لیکن یہ ذمہ داری ان کی ہے کہ وہ بھی آکر یہاں پر عوامی نمائندوں کی رائے سنیں اور اس پر implement کریں۔ یہ میں آپ کو بس بتا رہا ہوں۔ آپ ابھی جتنی دیر یہاں پر بحث چل رہی ہے make it sure کہ یہاں پر کوئی موجود ہو۔ اعجاز احمد خان صاحب! ۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مستی خیل صاحب! اس میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے آپ تشریف رکھیں، میں آپ کو بعد میں floor دیتا ہوں۔ بہت شکریہ۔ اعجاز احمد خان صاحب موجود نہیں ہیں۔ جناب محمد آصف!

جناب محمد آصف ملک: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں قائد محترم میاں محمد شہباز شریف کو داد دینا چاہتا ہوں کہ جس طرح انہوں نے ہیلتھ پالیسی میں اپنی priority رکھی اسی حوالے سے انہوں نے ہسپتالوں میں ائیر کنڈیشنرز اور ایمرجنسی کے لئے جو ادویات مفت فراہم کیں اور جنریٹروں کا انتظام کیا یقیناً وہ قابل داد ہے۔ جس طرح باقی میرے دوستوں نے اس پر بحث کی اور بتایا کہ ڈاکٹروں کی سردمہری کی وجہ سے یقیناً مریض facility حاصل نہیں کر سکے جو ہماری گورنمنٹ کی پالیسی تھی اسی طرح میرے ڈسٹرکٹ خوشاب میں جو چودہ لاکھ آبادی کا ڈسٹرکٹ ہے اور اس میں واحد DHQ ہسپتال ہے جو کہ فعال ہے اس میں ڈاکٹرز کی اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ میں نے چیف منسٹر صاحب سے ایک directive کروایا تھا جس میں انہوں نے اس میں 100 بستر کا اضافہ کیا تھا لیکن ایک سال گزرنے کے باوجود اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہو سکا وہاں پر چونکہ دور دراز علاقے سے ڈاکٹر تعینات ہوتے ہیں ،وہاں پر رہائش گاہ کی کمی ہے اور ڈاکٹرز کی رہائش نہیں ہے اس پر بھی چیف منسٹر صاحب نے مہربانی کی تھی اور ان سے directive کروایا تھا اس کا PC-1 بھی تیار ہو چکا ہے لیکن ابھی تک اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا۔ اسی طرح خوشاب شہر جو کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ آبادی کا شہر ہے اور وہاں THQ ہسپتال ہے

لیکن اس میں بھی ڈاکٹرز کی کمی ہے اور اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے بار بار سیکرٹری ہیلتھ سے ملے ہیں اور یہاں سے directives بھی کروائے ہیں لیکن کوئی اس پر دھیان نہیں دے رہا۔ میری آپ کی وساطت سے گزارش ہے کہ DHQ اور THQ ہسپتال خوشاب میں ہیں ان پر خاص توجہ دی جائے اور 14 لاکھ کی آبادی کے اس ضلع میں جو کہ اس وقت تک لوگ بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں تاکہ ان لوگوں کو سہولیات مل سکیں۔

جناب سپیکر! ہمارے ڈویژن کی میٹنگ کے دوران میں نے چیف منسٹر صاحب کو ایک تجویز دی تھی کہ کم از کم ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں CT-Scan Machine ہونی چاہئے کیونکہ جس طرح کے حادثات ہوتے ہیں ہمیں مریضوں کو خوشاب سے سرگودھا لے کر آنا پڑتا ہے اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ایک CT-Scan Machine ہے لیکن اکثر وہ خراب رہتی ہے جس کی وجہ سے غریب لوگ CT-Scan نہیں کروا سکتے اور ان کو علاج کی سہولت نہیں ملتی۔ میری آپ کی وساطت سے گزارش ہے کہ کم از کم پنجاب کے ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں CT-Scan کی سہولت ہونی چاہئے تاکہ غریب لوگوں کا وہاں پر علاج ہو سکے۔ یہی میری گزارشات ہیں اور شفقت فرماتے ہوئے ان پر عملدرآمد کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ عارفہ خالد پرویز!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے بہت خوشی ہے کہ جہاں اور بہت سی باتیں ہوئی ہیں تو میں بھی ایک چیز آپ کے سامنے لانا چاہوں گی کہ ہم لوگوں نے یعنی اس پنجاب اسمبلی نے HIV پر بھی ایک کمیٹی بنائی جو کہ ہماری دوسری ہیلتھ کمیٹی کو refer ہو گئی ہے اور اس کے ذریعے بہت سارا کام کیا گیا جو کہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ اس کام میں ہم نے بہت سی میٹنگ attend کیں۔ Antiretroviral drugs ہم لوگ پنجاب میں فری دیتے ہیں اور ان کا چیک اپ بھی فری ہے جو لوگ بھی کروانا چاہیں اور اس کے مختلف points ہیں جہاں پر مریض جا سکتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ کسی بھی ترقی یافتہ ملک کے لئے یہ انتہائی ضروری قدم ہے کہ اس قسم کی چیزیں جو دنیا کے اندر ایک stigma سمجھا جاتا ہے ان پر کام کیا جائے۔ ہم ایک ترقی پذیر ملک ہیں اور اگر ہم نے ایچ آئی وی ایڈز پر کام شروع کیا ہے تو یہ ایک step forward towards development ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ کہوں گی کہ آپ یہ دیکھئے کہ سوائے کینیڈا اور انگلینڈ کے کہیں بھی ہیلتھ سروس فری نہیں ہوتی لیکن ہمیں کسی حد تک بھی فری ہیلتھ کی سہولت مہیا ہے۔ میں

سمجھتی ہوں کہ ہمارے ملک میں بہت سی معاشی مشکلات کے باوجود ہیلتھ کی فری سہولت دینا It is a very big effort of Punjab Government.

جناب سپیکر! چیف منسٹر صاحب نے خود کئی visit کئے ہیں اور اپنے ایم پی ایز سے کروائے ہیں، میں بہت دفعہ خود گئی ہوں اور بہت دفعہ ایمرجنسی کے اوپر میری پوری رات بھی گزری ہے۔ میں نے وہاں جا کر کام کیا ہے just for this notion کہ وہاں پر کیسے انتظام ہو رہا ہے۔ ہماری قوم کو بے حد ڈسپلن کی ضرورت ہے اور ہماری ایمرجنسی میں ایک ایک مریض کے ساتھ دس دس لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک ایمرجنسی میں چار پانچ دن پہلے جب میں نے انہیں کہا کہ ایک مریض کے ساتھ دو لوگ کھڑے ہوں تو even کہ انہوں نے مجھے دھمکایا یہ overall ڈسپلن کی بات ہے۔ اس میں میڈیا بہت بڑا role play کر سکتا ہے کہ وہ قوم کو دکھائے کہ کس طریقے سے ایمرجنسی میں مریضوں کو attend کیا جاتا ہے اس میں ڈاکٹروں کی کوتاہی نہیں کہوں گی کیونکہ ڈاکٹر کم ہیں اس کے باوجود وہ ہر مریض کو attend کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ بات add کرنا چاہتی ہوں کہ جیسے میں کہہ رہی تھی کہ سوائے کینیڈا اور انگلینڈ کے بہت سے ملک ہیں جہاں پر فری ہیلتھ سہولت نہیں دی جاتی اور اگر ہمارا ملک یہ سہولت فراہم کر رہا ہے، ہمارا یہ صوبہ سہولت فراہم کر رہا ہے تو It is a very big effort اس کو appreciate کرنے کی ضرورت ہے اگر کسی وجہ سے کچھ دوائیاں یا کچھ ایسی چیزیں جو ہم بالکل free میسر نہیں کر سکتے تو We are owing forward ایسا نہیں ہے کہ ہماری طرف سے اس میں کوئی کوتاہی ہے یا ہم کرنا نہیں چاہتے، of course ہمارے فنڈز میں کچھ نہ کچھ مسائل ہیں، اس میں ہم اکیلے نہیں ہیں اور اس میں آپ کو history میں جانا پڑے گا۔ جب ایک ملک آمریت کے دور سے گزرتا ہے تو وہاں development ہوتی ہے نہ وہاں پر لیڈر شپ پیدا ہوتی ہے۔ Even انقلاب لانے کے لئے بھی لیڈر شپ کی ضرورت ہوتی ہے تو without leadership آپ انقلاب کی بات نہیں کر سکتے، چاہے وہ ایک بہترین انقلاب ہو۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے جتنے بھی ہیلتھ یونٹ ہیں اور جتنے بھی ہسپتال ہیں ان کے اندر ہر سہولت مہیا کی ہے۔ MRI-Scan کی ایک میں مثال دوں گی، اگر آپ کسی پرائیویٹ کلینک سے کروائیں تو 20 ہزار روپے دیتے ہیں اور اگر آپ جنرل ہسپتال سے کروائیں یا چلڈرن کمپلیکس سے کروائیں تو وہ فری میں ہوتی ہے تو اس free facilities میں آپ کی بہت سی بیماریوں کی نشاندہی ہو جاتی ہے تو میں صرف یہاں پر یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم جو بھی steps لے رہے ہیں وہ toward development steps ہیں جبکہ میرے خیال میں اپوزیشن کو appreciate کرنا چاہئے اور کبھی کبھار انہیں یہ بھی کہنا چاہئے کہ کسی وجہ سے ان چیزوں کی ہماری

طرف سے کمی رہ گئی تھی آپ ان کو دور کریں کیونکہ آپ ایک جمہوری حکومت ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اتنے پڑھے لکھے لوگ اپوزیشن میں موجود ہیں انہوں نے آج تک اتنے بڑے دل کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ اٹھ کر یہ بات کریں کہ یہ کوتاہیاں ہماری وجہ سے ہوئیں اور ہم یہ چیزیں اس وقت پنجاب میں نہیں لا سکے اور یہ والی چیزیں ہسپتال میں بہت ضروری ہیں اب آپ مہیا کریں۔ This will be very healthy way of telling our government کہ آپ لوگ کس طریقے سے آگے بڑھیں۔ Rather than just sitting and criticizing یہ تو سب سے آسان کام ہے اور میرا نہیں خیال کہ اس وقت ہمارا ملک اتنے آسان کاموں کا متحمل ہو سکتا ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ لاء منسٹر صاحب! میں آپ کا wait کر رہا تھا کہ آپ آ جائیں۔ basically بات یہ ہے کہ جب ہم supremacy of parliament کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اس ہاؤس کی طاقت کی بات کرتے ہیں اور اس ہاؤس کی طاقت کے آگے یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہاؤس کے اندر ہیلتھ پر بحث ہو یا کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے بحث ہو اور ڈیپارٹمنٹ والے اس طرح سے show کریں کہ ان کی طرف سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ اگر سیکرٹری صاحب کہیں مصروف تھے تو ان کو چاہئے تھا کہ وہ یہاں پر کسی اور کو بھیجتے جو proper طور پر یہاں ہاؤس میں آکر بیٹھتا۔ آج ہم لوگوں نے اس بات پر بالکل ایکشن بھی لینا ہے۔ Being Custodian of the House میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس ہاؤس کی عزت نہیں کروا سکتے تو پھر ہمیں اس ہاؤس میں بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ اس پر باقاعدہ explanation call کریں اور وجہ بتائیں کہ اگر سیکرٹری صاحب نہیں آئے تو وہ کیوں نہیں آئے اور اگر وہ کسی وجہ سے مصروف تھے تو انہوں نے اپنی جگہ پر کسی کو کیوں نہیں بھیجا؟ This is very important. اور میں صرف آپ کا wait کر رہا تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس میں آپ کی observation بالکل جائز اور rules کے مطابق ہے۔ جس وقت Question Hour چل رہا تھا تو سیکرٹری صاحب اس وقت گیلری میں موجود تھے تو میں نے پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو اس وقت confirm بھی کیا تھا کہ اس کے بعد اس ہاؤس میں آپ کے ڈیپارٹمنٹ کی عام بحث ہے تو آپ نے اپنی short statement بھی دینی ہے اور سیکرٹری صاحب بھی یہاں موجود رہیں۔ اب میرا خیال ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے یقیناً message بھیجنے کی کوشش کی ہو گی لیکن اس کے باوجود بھی اگر وہ

turn up نہیں ہوئے تو بالکل میں اس بات کو support کرتا ہوں کہ ان کو کل صبح with this explanation اور اس مؤقف پر کہ اگر وہ message نہیں ملا تو کیوں نہیں ملا اور اگر ملا تو اس کے باوجود وہ کیوں نہیں آئے؟ بالکل ان کی explanation جو ہے وہ صبح موصول ہونی چاہئے، انہیں خود آنا چاہئے اور اس situation کو explain کرنا چاہئے اور اس سے ایوان کو آگاہ کیا جائے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر!۔۔۔

MR DEPUTY SPEAKER: No, let the Parliamentary Secretary respond to this.

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ جو انہوں نے ابھی بات کی ہے اس کے بارے میں، میں نے سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کو inform بھی کر دیا تھا کہ وہ یہاں موجود رہیں اس کے بعد discussion ہونی ہے۔ میرے خیال میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، ان کو دوبارہ message convey کیا ہے اور میری اطلاع کے مطابق He is on the way back to Assembly.

جناب ڈپٹی سپیکر: Now this is not an appropriate time. اس کے اوپر جس طرح بات ہوئی ہے sense of the House سامنے ہے آپ ان سے proper explanation لے کر لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر کل صبح ہاؤس کو اس بارے میں apprise کریں گے اور اس پر ہاؤس decision لے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جی، بالکل ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اب ڈاکٹر اسد اشرف صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، باری باری، جس طرح جس کا نام لکھا ہے اسی طرح بلا رہا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر کی میں اجازت اس لئے نہیں دے رہا کہ جن دوستوں نے نام لکھوائے ہوئے ہیں وہ اپنی باری پر ہی بات کر لیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو کیوں بولنے دیا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نہیں ان کو بٹھا دیا گیا تھا۔ آپ بھی تشریف رکھیں۔ جی!

ڈاکٹر اسد اشرف: جیسا کہ ابھی آپ نے کہا ہے کہ یہ ایوان کی عزت اور تقدس کا معاملہ ہے تو میں یہاں یہ بات کروں گا کہ سپیکر صاحب نے already اس کا notice لیا ہے اور انہوں نے اس معاملے کو تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ آج صبح جب سیکرٹری صاحبان نہیں تھے، صرف ایڈیشنل سیکرٹری بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے یہ دے دیئے۔ یہاں پر دوستوں نے محکمہ صحت کے حوالے سے بڑی اچھی suggestions دی ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ بہت ساری باتیں، ابھی ایک بھائی نے کہا کہ تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں CT Scan ہونا چاہئے، بہت اچھی تجویز ہے۔ ہماری حکومت پنجاب کی preference Health and Education ہے اور جتنی meetings Health Department کی ہوئی ہیں وہ کسی اور ڈیپارٹمنٹ کی نہیں ہوئیں۔ ہمارا VIP کوئی ایم این اے، ایم پی اے، بیوروکریٹ یا جج نہیں ہے، ہمارا VIP ہسپتال میں آنے والا ایک غریب مریض ہے اور تمام policies انہی کو دیکھ کر بنائی گئی ہیں۔ چاہے وہ فری ادویات کی بات ہو، فری ڈائلیسز کی بات ہو۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک مریض کی حالت اور اس کے علاج کے لئے چیف منسٹر پنجاب کتنے concerned ہیں کہ انہوں نے ایک میٹنگ میں اس بات کا کہا کہ ایک مریض اگر 104 بخار کے ساتھ، گرمیوں میں حبس کے دِن میں mattress پر لیٹے تو اس کو کسی بھی کوالٹی کی drug دے دیں یا ڈاکٹر کی سروس دے دیں، اس کی body اتنی stress میں ہو گی کہ اس کو دوائی بھی اثر نہیں کرے گی کیونکہ body stress ہو تو pharmacology کے حساب سے drug کا affect وہ نہیں ہوتا۔ مریض کے لئے اچھی صاف ستھری ہوا بھی ایک علاج کا طریقہ ہے اور انہوں نے کہا کہ پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں جنرل وارڈز میں AC لگائے جائیں نہ کہ ایم ایس اور ڈاکٹر صاحبان کے کمروں میں لگائے جائیں۔

اس کے علاوہ فری ادویات کا جیسے ذکر ہوا، پہلے یہ EDO's خود خریدتے تھے اور اس میں بڑی مختلف قسم کی جو چیزیں تھیں وہ ہو رہی تھیں جیسا کہ ہمارا کلچر ہے تو اس کے لئے centralized purchase system بنایا گیا تاکہ اچھی، سستی اور کوالٹی ادویات ملیں جو standardized ہوں۔ یہاں پر spurious drugs کا بہت ذکر کیا گیا پچھلے دور میں بھی سی ایم پنجاب نے ایک Task Force بنائی تھی اور اس دفعہ بھی ایک Central Task Force بنائی گئی جس کا مجھے چیئرمین بنایا اور میرے ساتھ شاہ جہاں بھٹی صاحب ہمارے ایم پی اے تھے لیکن پھر اس کی severity دیکھتے ہوئے، اس کی اہمیت کی افادیت دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ بہت اہم کام ہے۔ انہوں نے 9 divisions میں

تین task forces بنائیں جن میں ایک کے چیئرمین ڈاکٹر فرخ جاوید تھے، ایک کے ہمارے چکوال والے بھائی ملک صاحب تھے اور تیسری کے سعید الہٰی تھے۔ انہوں نے جو کام کیا ہے کچھ تو میڈیا میں بہت سارا آ گیا ہے لیکن دوسرے ڈسٹرکٹ جہاں کام ہوئے وہ اتنا نہیں ہوا۔ Spurious drugs کے بارے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہماری Pharmaceutical Companies جو ہیں یہ ماشاء اللہ 54 ممالک میں ایکسپورٹ کر رہی ہیں اور یہ ریکارڈ کی بات ہے، آج تک ان ملکوں سے ان کی کوئی consignment واپس نہیں آئی کہ یہ spurious drugs ہیں۔ major issues جو ہیں وہ یہاں پر across the board ہمارا ہمسایہ ملک بھارت دُنیا میں spurious drugs سب سے بڑا source ہے۔ وہاں سے ادویات سمگل ہو کر پاکستان میں آ رہی ہیں اور ہماری مارکیٹ میں فروخت ہو رہی ہیں اور اس کے لئے بھی کام ہو رہا ہے۔ ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ 4 ہزار سینئر ڈاکٹرز کی پوسٹیں خالی ہیں۔ میں آپ کو 2007 کی figures دیتا ہوں جو اسی اسمبلی میں پیش کی گئی تھیں، تب آپ بھی میرے ساتھ تھے، سینئر ڈاکٹرز میں سینئر رجسٹرار ہوتا ہے جس کی 127 پوسٹیں تھیں میں اس وقت کی بات کر رہا ہوں، 68 اسسٹنٹ پروفیسر تھے، 47 ایسوسی ایٹ پروفیسر تھے اور 25 پروفیسر تھے یہ 2007 کی figures ہیں۔ اس کے بعد ہم نے regularly ان senior posts پر بھرتی کے اشتہار دیئے ہیں۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہر دو ماہ بعد اخبار میں اشتہار شائع ہو رہے ہیں اور آج بھی اگلے پندرہ دِنوں میں Cardiac Surgeons کی posts advertised ہوئی ہے ان کے انٹرویوز ہو رہے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اتنی پوسٹیں بھی خالی نہیں ہیں ابھی majority posts fill ہو چکی ہیں اور جو رہ گئی ہیں وہ fill ہو رہی ہیں۔ ایک سو دس female Medical Officers جو ہیں ان کا عنقریب پبلک سروس کمیشن میں انٹرویو ہونا ہے۔ یہ ان لوگوں کے علاوہ ہیں جو چار ہزار کے قریب ہم نے ریگولر کئے ہیں۔ اس میں general doctors, Professors, Assistant Professors, and Associate Professor تھے۔ ایک اور طریقہ خالی پوسٹ کو fill کرنے کا جیسا کہ میرے کئی بھائیوں نے کہا ہے کہ سیکرٹری صاحب کہتے ہیں کہ آپ ڈاکٹر لائیں میں appointment letter دے دیتا ہوں۔ DCO, District Recruitment Committee اور اس کے علاوہ محکمہ صحت میں ایک بورڈ بنا ہوا ہے جو weekly basis پر، جو جہاں کے لئے apply کرتا ہے ان کو بلا کر ان کے appointment letters issue کرتے رہتے ہیں۔ یہاں پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کی بات کی گئی ہے تو یہ واحد گورنمنٹ ہے جنہوں نے regulation of private medical colleges کی

اور جیسے آپ نے دیکھا میری بہن نے جنرل فزیشن کی بات کی تو یہ سب سے بڑی ڈیمانڈ پاکستان کے، پنجاب کے علاوہ یہ عطائی ڈاکٹروں کے خلاف general practitioners کی complaint تھی اور اس کو مدنظر رکھتے ہوئے Health Care Commission کا بل لایا گیا جو کہ anti quackery Bill ہے اور اس سے اس کا سدّباب ہو گا۔ یہاں پر 36 اضلاع کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز میں فری ڈائلیسز کی سہولت دی جارہی ہے اس کے علاوہ 9 تحصیلوں میں بھی فری ڈائلیسز کی سہولیات دی جارہی ہیں اب ہم نہ صرف یہ کمپیوٹرائزڈ کر رہے ہیں کہ کتنے مریض ہیں پنجاب کے ہسپتالوں میں تقریباً 35 فیصد مریض دوسرے صوبوں سے آرہے ہیں جو سندھ، بلوچستان اور فرنٹیئر۔

جناب سپیکر! میرے بھائی نے بہت اچھی بات کی کہ پنڈی میں کارڈیالوجی کی کیا ضرورت ہے؟ جنرل کیانی ایک Cardiac Surgeon ہیں وہ AFIC میں بہت پرانے ہیں اور سارے پیسے والے ان کے پاس جاتے ہیں کوئی غریب آدمی وہاں پر سی ایم ایچ میں bypass, Angiography, stress test stunt, ETT, نہیں کروا سکتا اس کے لئے وہاں اندر جانا منع ہے۔ اسی وجہ سے یہ دیکھتے ہوئے ہم نے کہ اتنی دُور سے پشاور سے لے کر لاہور تک General Public کے لئے کوئی PIC کے level کا Cardiac Institute ہو۔ ملتان انسٹیٹیوٹ، پرویزالہیٰ انسٹیٹیوٹ یا فیصل آباد انسٹیٹیوٹ ہو تو اس لئے ہم نے وہاں Cardiac Institute بنایا ہے، تھوڑی سی بات ایسی ہو جائے گی کہ اگر bomb blast میں بھی ہمارے لاہور کے شہری سی ایم ایچ میں چلے جائیں تو شام کو فون آجاتا ہے کہ اب یہ آپ اپنے ہسپتال میں شفٹ کروالیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ہم نے غریب آدمی کے لئے کیا ہے۔ ہیپاٹائٹس پروگرام بند نہیں کیا گیا۔ 19-اکتوبر 2009 کو 22 کروڑ روپیہ کو release کیا گیا اور 36 ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں ہیپاٹائٹس کنٹرول پروگرام جاری ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک yearly health calendar بنتا ہے اور ہر وہ بیماری جو آنے والی ہوتی ہے ہم دو ماہ پہلے اس کی صف بندی کرتے ہیں اور اس کے سدّباب کے لئے اقدامات کرتے ہیں کیونکہ جو seasonal health calendar ہے اس کو ہم الرٹ کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمام EDO's کو ڈینگی وائرس کے آنے سے پہلے یہ ہدایات جاری کی تھیں کہ وہ اپنے اپنے طور پر جو بھی اقدامات ہیں وہ کریں اور جس نے نہیں کیا اس کی پھر accountability بھی ہو رہی ہے اور آپ نے دیکھا کہ صرف ایک کیس EDO چکوال کا تھا اور اس کو پوچھا گیا اور یہاں پر ہم Liver Transplant Centre بنا رہے ہیں۔ جناح ہسپتال میں 2۔ارب روپے سے Burn Unit بن رہا ہے اس کا پراجیکٹ ڈائریکٹر بھی لگ

گیا ہے۔ باتیں کرنے سے زیادہ ہمارا اس چیز پر زور ہے کہ وہ غریب آدمی جس کو ہسپتال کے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے یہ نہیں پتا ہوتا کہ کہاں جانا ہے اس کو وہ treatment ملے جو ایک پیسے والے یا طاقتور شخص کو ملتا ہے۔ کچھ ہمارا attitude problem بھی ہے شافی تو اللہ ہے لیکن کرسی پر ڈاکٹروں کو بٹھایا گیا ہے۔ attitude problem ہے اگر ایک مریض سے صبح دوپہر شام ہر ڈاکٹر اپنی ڈیوٹی پر آ کر صرف اتنا ہی پوچھ لے کہ بابا جی آپ کا کیا حال ہے blood pressure temperature اور اس کی complaints کا ہی پوچھ لیں تو اس کی آدھی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے ارد گرد آپ کو پرائیویٹ لیبارٹریاں ملیں گی یا آپ کو سرجن یا دوسرے ڈاکٹر ملیں گے وہی ڈاکٹر حضرات جو صبح کے ٹائم ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہیں کام کرتے ہیں۔ صبح کے ٹائم ایک مریض چیک نہیں کرتے اور شام کو ان کے پرائیویٹ کلینک پر ان کی لائن لگی ہوتی ہے۔ ایک ڈاکٹر تو اتنا طاقت ور تھا کہ اس نے ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کا گیٹ جو ہے---

(اذان عصر)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی تقریر کا وقت بھی ختم ہو گیا ہے۔ ایوان کا وقت آدھ گھنٹہ مزید بڑھایا جاتا ہے۔ رانا محمد ارشد صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! بڑی مہربانی۔ کافی معزز ممبران نے اس پر بحث کی ہے اور کافی چیزیں سامنے آئی ہیں۔ میں آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا لیکن میں اتنا ضرور بتانا چاہوں گا کہ محکمہ صحت ایک ایسا محکمہ ہے جس پر ہر شہری کا حق ہے کہ اسے صحت اور تعلیم کی سہولیات مہیا کی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے جس طرح سے اس محکمے پر خصوصی توجہ دی اور اچانک ہسپتالوں کے معائنے بھی کئے تاکہ جب بھی کوئی مریض ہسپتال پہنچے تو اس کو ہسپتال کی ایمرجنسی سے لے کر ہر وارڈ تک سہولت مہیا ہو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا اچھا تاثر پڑا اور اس سال حکومت پنجاب نے 6۔ارب روپے کی مفت ادویات فراہم کی ہیں اور یہ ادویات ان شہریوں کے لئے ہیں جو ایمرجنسی وارڈ میں پہنچیں گے تو ان کو فوری طور پر first aid دی جائے گی۔ ان کا کوئی وارث ان تک پہنچے یا نہ پہنچے اس کو first aid دی جائے اور یہ ایک بہت اچھی بات ہے جس کو ہم شہری یہ محسوس کرتے ہیں کہ خادم اعلیٰ پنجاب جو کہتے ہیں اس پر عمل بھی کر کے دکھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ حالات میں جو سیلاب آیا اور اس سیلاب میں جس طرح سے ادویات پہنچائی گئیں اور

جس طرح سے خصوصی طور پر پورے پنجاب کے ڈاکٹروں کی ڈیوٹی لگائی گئی وہاں پر ڈاکٹر حضرات نے flood areas میں ڈیوٹی کی اور سیلاب زدہ گیارہ اضلاع میں ڈاکٹر حضرات پہنچے اور اپنا فرض ادا کیا۔ اس کے علاوہ پہلی دفعہ متعلقہ افسران نے اس دفعہ عید بھی گھروں سے باہر کی۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان ملازمین کی مہربانی ہے لیکن جو خادم اعلیٰ پنجاب کی پالیسی تھی ان کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ کے ایم پی ایز ایم این ایز تھے اور وزراء صاحبان نے بھی وہاں پر عید منائی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی جو پالیسیاں ہیں یہ عوام دوست پالیسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس طرح سے میاں محمد شہباز شریف صاحب نے تمام ہسپتالوں میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں Dialysis کے لئے جو احکامات صادر کئے ہیں وہ بہت احسن قدم ہے۔ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنے پچھلے tenure میں یہ ایک سہولت عوام کو دی تھی۔ ایک غریب آدمی جس کے پاس کھانے پینے کے لئے روٹی بھی میسر نہیں ہے تو وہ کہاں 4 ہزار روپے روزانہ یا ہفتہ بعد dialysis کروائے گا۔ حکومت پنجاب کی یہ ایک ایسی achievement ہے جس پر سو فیصد عملدرآمد ہو رہا ہے لیکن میں اس کے باوجود بھی یہ سمجھتا ہوں کہ عوام کی توقعات بہت زیادہ ہیں اور ہم نے ابھی بہت کچھ کرنا ہے تاکہ عوام کو بنیادی سہولیات باہم پہنچا سکیں اور ان کی نگرانی بھی کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں تو یہ بھی چاہوں گا کہ ہر ایم پی اے کو یہ ذمہ داری دی جائے کہ وہ اپنے حلقے کے جو Basic Health Centre ہیں یا Rural Health Centre ہیں اور جو THQ ہسپتال ہیں وہاں وہ جائیں اور ان کے جو اصل مسائل ہیں وہ سنیں اور موقع پر ہی ایم ایس اور سینئر آفیسرز کے ساتھ بیٹھ کر ان معاملات کا کوئی حل نکال سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح کی اصلاحات موجودہ حکومت نے شروع کی ہیں، جس طرح نوجوان ڈاکٹروں کو مستقل کیا گیا کیونکہ ڈاکٹروں کی یہ ایک ایسی پریشانی تھی جس کا حل نکلنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹروں کی تنخواہیں بڑھائی گئیں اور ان کو مستقل کیا گیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری حکومت کی ایک ایسی پالیسی ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر پُرسکون ہو کر اپنی ڈیوٹی سرانجام دیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں محکمہ صحت کے اندر حکومت کے جو اقدامات ہیں وہ بے مثال ہیں۔ انشاء اللہ being a Member of Parliament اپنی یہ opinion دینا چاہتا ہوں کہ جو کینسر کے مریض ہیں ان کے لئے بھی حکومت پنجاب کو مفت علاج کے احکامات صادر کرنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ جن کے liver مکمل طور پر damage ہو چکے ہیں ان کو بھی

مفت علاج کی سہولت دینی چاہئے کیونکہ یہ بہت زیادہ مہنگا علاج ہے جو کہ عام آدمی کے بس کا روگ نہیں کہ وہ اپنا علاج کر پائے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جس طرح ہسپتال میں ہر ڈاکٹر اپنی ڈیوٹی سر انجام دے رہا ہے ہم اس کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو عوام کی demands ہیں عوام کی requirements ہیں ہم نے ان کو بھی ہر حال میں پورا کرنا ہے۔ میں دوبارہ اپنے بھائی ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب کو بھی appreciate کرتا ہوں کہ جنہوں نے تمام ممبران کے سوالات کے جوابات دیئے لیکن محکمہ صحت کے افسران کا بھی یہاں پر ہونا ضروری تھا۔ ان کو چاہئے تھا کہ وہ اپنی ڈیوٹی نبھاتے ہوئے یہاں اس ایوان کے چیمبرز میں موجود ہوتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ جو بھی یہاں سے سفارشات بھیجیں گے اس پر خادم اعلیٰ پنجاب سو فیصد عمل کروائیں گے۔ اللہ حافظ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! بہت شکریہ

محترمہ شہزادی عمر زادی ٹوانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

محترمہ شہزادی عمر زادی ٹوانہ: جناب والا! ایک منٹ کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ پھر میں آخر میں آپ کو ٹائم دوں گا کیونکہ لسٹ لمبی ہے۔ I am sorry.

معزز ممبران: ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، اگر House کہتا ہے تو بات کر لیں اور جلدی سے اپنی بات ختم کریں۔

محترمہ شہزادی عمر زادی ٹوانہ: جناب والا! وقفہ سوالات میں میرا سوال بھی تھا لیکن اس کا جواب نہیں آ سکا۔ میں صرف on the floor of the House یہ assurance چاہتی ہوں کہ ہمارے شاہ پور میں ایک تحصیل میونسل ہسپتال ہے اس میں میڈیکل آفیسر کی سات اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ جھاوریاں کی RHC جس میں وومن میڈیکل آفیسر کی پوسٹ تین سال سے خالی پڑی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ BHUs میں میڈیکل آفیسرز کی پوسٹیں خالی پڑی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

محترمہ شہزادی عمر زادی ٹوانہ: مجھے صرف یہ assurance دلا دیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ایڈہاک تقرریاں ہو رہی ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ یہ نہیں ہو رہیں۔ اس معزز ایوان کے floor of the

House پر یہ assurance دلادیں کہ یہ خالی اسامیاں ساری نہیں تو تھوڑی سی پُر کردیں گے اور یہ بھی بتادیں کہ کب تک پر کردی جائیں گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں آپ ابھی ان سے بات کر لیں۔ جلال الدین ڈھکو صاحب!

ملک جلال الدین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے صحت پر بحث کے لئے وقت دیا۔آج صحت پر بہت اہم بات ہو رہی ہے اور آپ نے بہت اچھا action لیا ہے اور میں اس action پر آپ کو appreciate کرتا ہوں۔یہاں پر محکمے کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے لیکن آپ نے جو action لیا ہے مجھے امید ہے کہ وہ آئندہ حاضر ہوں گے۔منسٹر صاحب کا ہونا بھی ضروری تھا لیکن ہم سعید الٰہی صاحب پر گزارہ کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! جن ممالک میں صحت کی سہولیات مہیا نہیں کی جاتیں اور لوگ سسک سسک کر مر جاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان حکومتوں کو حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ میں اس ضمن میں یہ بات کروں گا کہ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کے دل میں تڑپ ہے اور انہوں نے اس صوبے کے ہسپتالوں میں کافی ڈویلپمنٹ کی ہے اور کافی سہولیات دی ہیں۔ میں خصوصی طور پر ڈائلیسز کا ذکر کر رہا ہوں غریب آدمی ڈائلیسز کرواہی نہیں سکتا تھا لیکن اب وہ مفت ہو رہا ہے۔وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس بارے میں کافی دلچسپی لی ہے اور میرے خیال میں اب نظام بہتر ہے لیکن اس میں مزید بہتری کی ضرورت ہے اور وہ بہتری ہونی چاہئے چونکہ میں دیہات کا رہنے والا ہوں اور اس ملک کے 80 فیصد لوگ دیہاتوں میں آباد ہیں۔دیہاتوں میں جو RHCs اور BHUs ہیں وہاں کے نظام میں کافی خرابی ہے جسے دور کرنا مقصود ہے۔ میں اس ضمن میں یہ بات کروں گا کہ ایک لفظ ہے سٹور کیپر۔جب دوائی سٹور کیپر کے پاس جاتی ہے وہ اول تو ڈاکٹر کی مدد اور اس کی حصہ داری سے ساری کی ساری دوائی بیچ دیتا ہے اور مریضوں کو بالکل معمولی حصہ دیا جاتا ہے ۔ میں استدعا کروں گا کہ ہر BHU میں ہر RHC میں ڈاکٹروں کی رہائشیں بنی ہوئی ہیں، ڈاکٹر حضرات ایک دو گھنٹے کے لئے آتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں وہاں پر کوئی ڈاکٹر رہتا ہے اور نہ ہی کوئی ڈاکٹر وہاں صبح شام مریضوں کو چیک کرتا ہے۔ میری استدعا ہے کہ خصوصاً BHUs اور RHCs کی اصلاح کے لئے کوئی فارمولہ طے کیا جائے۔ منسٹر ہیلتھ اور سیکرٹری ہیلتھ تو موجود نہیں ہیں لیکن پارلیمانی سیکرٹری صاحب موجود ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا تو حکم ہے کہ ہر جگہ پر اصلاح کی جائے اب ان کی ذمہ داری ہے کہ کم از کم دیہاتی

علاقوں کے BHUs اور RHCs کی اصلاح کریں۔آپ تو راولپنڈی، اسلام آباد، ملتان اور لاہور کے بڑے بڑے ہسپتالوں کے نام لے رہے ہیں لیکن جو غریب عوام دیہاتوں میں بستی ہے جس کی وجہ سے یہ ملک آباد ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ غریب عوام آپ کو روٹی دیتے ہیں، وہ گندم پیدا کرتے ہیں، چاول پیدا کرتے ہیں، گنا پیدا کرتے ہیں پھر بھی کیا ان کو صحت کی بنیادی سہولتیں میسر نہیں آنی چاہئیں؟ میں تو کہتا ہوں کہ انہیں یہ سہولتیں پہلے نمبر پر حاصل ہونی چاہئیں لیکن وہ غریب لوگ یہ سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ ایک عملی بات ہے اور شاید آپ کے بھی علم میں ہو کہ جب ایک مریض کو تکلیف ہوتی ہے وہ بیمار ہوتا ہے تو جب وہ BHU یا RHC میں پہنچتا ہے تو وہاں پر ڈاکٹر تو کیا ڈسپنسر بھی موجود نہیں ہوتا پھر وہ غریب شہر کی جانب دوڑے گا اور شہر تک پہنچتے پہنچتے راستے میں ہی دم توڑ دیتا ہے۔میں آج اس ایوان میں ببانگ دہل یہ بات کروں گا کہ جب تک آپ دیہاتوں کے 80 فیصد غریب عوام کی صحت کا خیال نہیں رکھیں گے آپ کے بڑے ہسپتالوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے چاہے آپ جتنے بنا لیں۔ساری ادویات سٹور کیپر کے پاس جاتی ہیں وہ اول تو ساری ادویات مکمل طور پر بیچ دیتا ہے اور اگر تھوڑی بہت بچ جاتی ہیں تو وہ کسی عزیز کو دے دیتا ہے۔لہذا میری استدعا ہے کہ particularly دیہاتوں کے لئے ان باتوں کا notice لیں۔ان دیہاتوں میں BHUs اور RHCs موجود ہیں ان کی بلڈنگز موجود ہیں، وہاں پر کوارٹرز موجود ہیں بلکہ سب کچھ موجود ہے لیکن وہاں عملہ غائب ہے لہذا میری استدعا ہے کہ EDOs اور DHOs کو حکم دیں کہ وہ اب دفتروں میں بیٹھنا چھوڑ دیں، surprised visit کریں اور وہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ دیکھیں اور ان سے سختی سے نمٹیں اور غریب لوگوں کو علاج کی برابر کی سہولیات میسر ہونی چاہئیں۔یہ فائنل فیصلہ ہے اور آپ اس کے لئے notice لیں۔پارلیمانی سیکرٹری صاحب تشریف فرما ہیں میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ باقی تو سارا معاملہ ٹھیک ہے، میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جو ڈویلپمنٹ، جو منصوبہ جات صحت، تعلیم اور زراعت کے بارے میں تیار کئے ہیں وہ قابل ستائش ہیں اور ہر آدمی کو پتا ہے کہ میاں محمد شہباز شریف نے سیلاب میں جو کام کیا ہے وہ خود پانی میں گزرتے رہے وہ ایک مثالی کردار ہے اور صحت کے بارے میں، بڑے بڑے ہسپتالوں میں بھی ان کا مثالی کردار ہے لیکن خدارا دیہاتوں کے ہسپتالوں کا بھی خیال کریں۔میری یہی استدعا تھی، شکریہ، مہربانی

جناب ڈپٹی سپیکر: محمد ثقلین انور سپرا صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کی جگہ میں بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ صرف بات کریں لیکن تقریر اپنی باری پر کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے ایک دو باتیں کرنی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مجھے ذرا follow کرنے دیں اول تو آپ نے اپنا نام لکھوایا ہی نہیں ہوا تھا لیکن میں آپ کو بلا لیتا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے چٹ بھیجی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر آپ کی چٹ کہیں راستے میں ہی غائب ہو گئی ہے۔ جی، ملک علی عباس کھوکھر صاحب!

ملک علی عباس کھوکھر: شکریہ۔ جناب سپیکر! مہربانی فرما کر پہلے شاہ صاحب کی بات سن لیں، میں بعد میں بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی بات کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے اسلام آباد جانا ہے آپ ہاؤس کی sense بھی دیکھ لیں، پلیز مجھے پہلے بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کھوکھر صاحب! آپ بات کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ ہاؤس کی sense لے لیں، ایک محترمہ کے علاوہ سب کہہ رہے ہیں کہ حسن مرتضیٰ بات کرے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: اپنی اپنی باری پر بات ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہاں اصول کی بات ہونی ہے۔ باری پر ہی آپ کا نام آئے گا۔ شاہ صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! سب اس ہاؤس کے برابر ممبر ہیں، جب سب کہہ رہے ہیں کہ حسن مرتضیٰ بات کرے تو آپ بھی مہربانی فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سارے نہیں کہہ رہے۔ پلیز آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: میں محترمہ کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ یہ ہماری بہنوں جیسی ہیں۔ یہ پہلے بات کر لیں ہم بیٹھے ہیں پلیز انہیں out of turn باری دے دیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: انہیں چاہئے کہ یہ خواتین کا احترام کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: ہم احترام ہی کر رہے ہیں کہ انہیں پہلے بات کرنے کا موقع دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! پلیز تشریف رکھیں، بڑی مہربانی۔ جی، کھوکھر صاحب!

ملک علی عباس کھوکھر: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج جس محکمے کے لئے ایوان میں بحث ہو رہی ہے میں گزارش کروں گا کہ خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے محکمہ تعلیم اور صحت پر کافی توجہ دی ہے اور ان کے لئے کافی پلاننگ کی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو وہ کر رہے ہیں اس کا اثر نیچے تک نہیں جا رہا۔ اگر واقعی ان تک کوئی serious بات پہنچانی ہے تو ان کو اصل حقیقت پہنچانی چاہئے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا عمل نیچے تک نہیں جا رہا۔ جب بحث شروع ہوئی تھی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ غریب لوگوں کو مفت ادویات دینے کے لئے چھ ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سوائے لاہور کے کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں، THQ میں چلے جائیں، DHQ میں چلے جائیں، BHU میں چلے جائیں اگر کسی بھی ہسپتال میں کسی مریض کو مفت ادویات مل رہی ہوں تو ڈاکٹر صاحب جو کہیں گے میں وہ ماننے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم نے ہسپتالوں میں ائر کنڈیشنڈ لگوائے ہیں میں ان کی وہ بات مانتا ہوں کہ بالکل انہوں نے ائر کنڈیشنڈ لگوائے ہیں لیکن وہ ائر کنڈیشنڈ آج تک نہیں چلے۔ جس دن سے وہ لگے ہیں وہ اس دن سے لے کر آج تک چلے ہیں، کسی نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ کیوں نہیں چلے؟ نہ ہی کوئی ان کی maintenance کی گئی ہے۔ وہ لگے ضرور ہیں لیکن بند پڑے ہیں۔

جناب سپیکر! میرے بھائی نے کہا ہے کہ ہسپتالوں میں جنریٹر مہیا کئے گئے ہیں لیکن ان کو چلانے کے لئے ڈیزل نہیں ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ آج کی بحث ایسے ہی ہے جیسا کہ کسی "بھینس کے آگے بین بجائی جائے" اس بحث سے ہمیں کیا حاصل ہے؟ یہاں اس وقت محکمے کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ اگر ان کے دفتر میں چلے جائیں تو ادھر بھی یہی حال ہے۔ کسی ہسپتال میں چلے جائیں، ایم ایس تو دور کی بات ہے وہاں پر کوئی سرجن بھی موجود نہیں ہوتا۔ میرے حلقے دیپالپور میں THQ ہسپتال ہے۔ عید والے دن کوئی خوشی کے ساتھ گھر سے اُٹھ کر ہسپتال نہیں جاتا۔ اگر کسی کو کوئی تکلیف ہوتی

ہے،ایمرجنسی ہوتی ہے تو تب ہی عید کے روز کوئی ہسپتال جاتا ہے۔میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ عید والے دن THQ دیپالپور میں جب مریض گئے تو وہاں پر نائب قاصد، Attendants اور Sweepers لوگوں سے زبردستی عیدی وصول کرتے رہے ہیں۔اس ہسپتال کے موجودہ ایم ایس کے پاس میں تین چار مرتبہ خود گیا ہوں،اسے کہا کہ آپ کچھ کنٹرول کریں لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔اگر اس سے کوئی یہ پوچھے کہ مجھے فلاں تکلیف ہے آپ اس کے لئے کوئی medicine بتادیں تو وہ آگے سے فون بند کر دے گا اور کہے گا کہ میں آپ کو پانچ منٹ میں واپس فون کرتا ہوں۔اسے خود معلوم نہیں ہے کہ کس بیماری کے لئے کون سی medicine دینی ہے۔ہم ایسی پالیسیوں کا کیا کریں کہ جب غریب آدمی کو ہسپتال میں کوئی سہولت ہی میسر نہیں ہونی؟ آپ بے شک 6-ارب کی بجائے 12-ارب روپے medicines کے لئے رکھ لیں لیکن پھر بھی غریب لوگوں کو ہسپتال میں ادویات نہیں ملیں گی۔میں ڈاکٹر سعید الہیٰ صاحب کو ساتھ لے جاکر اپنے اس THQ ہسپتال کا آج ہی visit کروانے کے لئے تیار ہوں۔اگر ان کو وہاں ایمرجنسی میں ایک pain killer بھی مل جائے تو میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں۔چند ایک points میں نے ڈاکٹر سعید الہیٰ کے آگے رکھ دیئے ہیں۔اس پر زیادہ بحث کرنے کا فائدہ اس لئے نہیں ہے کہ اس وقت گیلری میں محکمے کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔صرف ڈاکٹر سعید الہیٰ صاحب بیٹھے ہیں اور وہ بھی میری طرح مجبور ہیں، کچھ نہیں کر سکتے۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ Health is needed beyond races and boundaries. غریب، امیر، سکھ، عیسائی اور مسلم سب کے لئے صحت ضروری ہوتی ہے۔مجھ سے پہلے اس حوالے سے بہت سی تقاریر ہو چکی ہیں، کسی نے اس محکمے کی بہت زیادہ تعریف کی ہے بلکہ تعریفوں کے پُل باندھ دیئے ہیں اور کسی نے بہت زیادہ برائیاں کی ہیں۔بات یہ ہے کہ ہم لوگوں کو حقیقت پسند ہونا چاہئے۔اس محکمے میں کام کرنے والے لوگ بھی ہمارے ہی معاشرے کا حصہ ہیں۔ہماری policies میں کچھ خرابیاں ہیں،ان کی implementation میں definitely کچھ flaws ہیں جن کو ہمیں correct کرنا ہے۔اس محکمے میں جہاں پر غلطیاں ہیں ان کی درستی کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔اسی طرح حکومت عملی طور پر جو جو بہتر اور positive کام کر رہی ہے ان اقدامات کو بھی لازمی طور پر ہمیں appreciate کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! M.M.R(maternal mortality rate) اور infant mortality rate شروع سے یہ ترقی پذیر ممالک کا ایک سب سے بڑا issue رہا ہے۔شاید ہمارے ہمسایہ ممالک اور دوسرے ترقی پذیر ممالک بھی اس کو کنٹرول نہیں کر سکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری زیادہ آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے۔وہاں پر ہماری عورتوں کو دوران زچگی بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وہ bleed کر رہی ہوتی ہیں جبکہ ان کے لئے ہسپتال میں پہنچنا مشکل ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات تو RHC تک رسائی بھی ان کے لئے مشکل ہوتی ہے کیونکہ موبائل کے units ہی available نہیں ہیں۔اس وقت ہماری حکومت نے اس حوالے سے ایک بہت ہی positive قدم اٹھایا ہے۔بے شک یہ اس کی ابتداء ہے۔یہ fully equipped mobile services units کا منصوبہ ہے۔ابھی اس منصوبے کے تحت صرف بارہ mobile units مہیا کئے جانے کا پروگرام ہے۔ان میں سے کچھ مہیا کر دیئے گئے ہیں اور باقی اس مہینے میں مہیا کر دیئے جائیں گے۔شعبہ صحت کے حوالے سے ہم ترقی پذیر ممالک کا شاید سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کیونکہ ہمارے ہاں وہ عورتیں جو زچگی کے دوران فوت ہو جاتی ہیں ان کی percentage بہت زیادہ ہے۔اسی طرح وہ بچے کہ جن کی اموات دوران پیدائش ہوتی ہیں ان کی percentage بھی بہت زیادہ ہے۔اس وقت سیلاب کی تباہ کاریوں کے بعد تو یہ شرح شاید پوری دنیا سے بڑھ گئی ہو گی۔حکومت کا یہ step یقیناً positive ہے۔میں وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کروں گی اور ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان سے بھی عرض ہے کہ اس منصوبے کے لئے maximum بجٹ دیا جائے۔

جناب سپیکر! quality treatment مہیا کرنے کے لئے appropriate medication انتہائی ضروری ہے۔ہمارے ہاں عام طور پر جعلی اور غیر معیاری ادویات فروخت کی جاتی ہیں۔یہ ایک گھناؤنا کاروبار ہے۔اس کی روک تھام کے لئے سابقہ حکومتوں نے بھی کام کیا ہے،اس موجودہ حکومت نے بھی بہت زیادہ efforts کی ہیں لیکن چاہنے کے باوجود جس طرح سے اس پر کنٹرول ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر!اس حکومت کی طرف سے ایک positive کام کیا گیا ہے کہ پہلے اگر کبھی جعلی ادویات فروخت کرنے والوں کو پکڑا جاتا تھا تو انہیں صرف اور صرف جرمانہ کیا جاتا تھا۔آپ سوچیں کہ اگر کسی نے سو جعلی ٹیکے بنادیئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے سو لوگوں کو مار دیا ہے۔اس ایک آدمی کو تو سو مرتبہ پھانسی ہونی چاہئے۔اس حکومت نے یہ کیا ہے کہ اب ان کو سزائیں بھی دی جا رہی ہیں۔میں

اب بھی یہ کہوں گی کہ اس حوالے سے قانون سازی ہونی چاہئے کہ جعلی اور غیر معیاری ادویات کی فروخت میں ملوث لوگوں کو قرار واقعی سزا دی جانی چاہئے۔اس گھناؤنے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے یقینی طور پر پوری کوشش کی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! ہمارے ہاں اگر خدانخواستہ کسی غریب اور متوسط طبقہ کے آدمی کو کینسر ہو جائے یا گردے کی بیماری لگ جائے تو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اس کا علاج کروا سکے۔یہ اتنا مہنگا علاج ہے کہ عام درمیانے درجے کے شہری کے لئے اس کا علاج کروانا ممکن ہی نہیں ہے۔Dialysis کا ایک دن کا خرچہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر ایک عام شخص کی پوری تنخواہ بھی لگ جائے تو تب بھی وہ ایک دن کے لئے Dialysis نہیں کروا سکتا۔ہفتے میں دو مرتبہ Dialysis کروانا ہوتا ہے، different duration ہو سکتا ہے لیکن اسے Dialysis کروانا تو پڑے گا۔اس حکومت کا یہ ایک بہت بڑا قدم ہے کہ Dialysis free کر دی گئی ہے۔ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ flaws ہوں گے،اس میں مزید بہتری لائی جا سکتی ہے لیکن Dialysis free ہونا میرے حساب سے بہت ہی بڑا قدم ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح liver transplantation کے منصوبے کا اعلان بھی اس حکومت کا ایک احسن اقدام ہے۔ایسے مریض جو جگر کے کینسر میں مبتلا ہوتے ہیں، پاکستان میں اس کے علاج کے لئے کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔اگر وہ بیرون ممالک جاتے ہیں تو اس پر اخراجات اتنے زیادہ آتے ہیں کہ مریض afford نہیں کر سکتے۔پاکستان کا سب سے پہلا liver transplantation کا سنٹر پنجاب حکومت کی طرف سے بنایا جا رہا ہے۔اس صوبے کے لئے یقیناً یہ ایک بہت ہی اہم بات ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں صرف چند تجاویز عرض کرنا چاہوں گی۔مجھے معلوم ہے کہ وقت بہت کم ہے۔ہمارے جو Tertiary Care Hospitals, Tertiary Care Centres ہیں وہ عام طور پر ایسی جگہوں پر بنائے گئے ہیں کہ جہاں پر سڑکوں پر بہت زیادہ رش ہے۔اگر خدانخواستہ کسی کو heart attack ہو گیا ہے تو مریض کے لئے تو وہ approachable ہی نہیں ہوتا۔اگر یہ کر دیا جائے کہ ان Tertiary Care Centres کے آس پاس کوئی دو دو، تین تین میڈیکل ایمرجنسی یونٹس بنا دیئے جائیں جہاں سے patients analyzed ہو کر وہاں تک پہنچیں۔جن patients کو ضرورت ہو وہ اس ہسپتال میں refer کر دیئے جائیں اور باقی مریضوں کو ایمرجنسی کی سہولت دے کر وہیں سے ہی واپس بھیج دیا جائے۔

جناب سپیکر! ایک آخری درخواست یہ کرنا چاہوں گی کہ گنگا رام ہسپتال میں ٹی۔بی کا سنٹر O.P.D کے باہر بنایا گیا ہے۔ ابھی دو دن پہلے میرا وہاں پر جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر حیرت ہوئی ہے کہ وہاں پر انہوں نے ایک کیفے ٹیریا اس کے بالکل ساتھ بنا دیا ہے۔ اب ٹی۔بی اس طرح کی infectious disease ہے جو ویسے بھی لگ جاتی ہے، وہاں پر وہ patient جب باہر نکلے گا تو اس کے جراثیم سے لگ سکتی ہے۔ یہ جراثیم تو ہوا میں پھیلے ہوں گے وہاں پر اگر کھانے پینے کی اشیاء فروخت کی جائیں گی تو یہ بڑی عجیب سی بات ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے اس کیفے ٹیریا کو وہاں سے shift کیا جائے کیونکہ ہسپتال میں جتنے مریض آتے ہیں ان کا resistance تو ویسے ہی کم ہو گا، وہ تو diseases کے لئے ویسے ہی perceptible ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے، ایسے اقدامات اٹھانے چاہئیں کہ ہمارے جو RHCs اور BHUs ہیں ان میں round the clock health facilities مہیا کی جا سکیں تاکہ grass root level پر بہتری آسکے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محمد ثقلین انور سپرا صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب اخلاق احمد صاحب!

جناب اخلاق احمد: جناب سپیکر! آج کا دن صحت کے حوالے سے بحث کے لئے مخصوص تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج Parliamentarians کی صحت check کی گئی ہے کہ کون کہاں تک بیٹھ سکتا ہے۔ میرے پاس چند ایک تجاویز ہیں، میرا خیال ہے کہ وہ میں ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب کو personally ویسے ہی دے دوں گا۔ میں House کا مزید وقت نہیں لینا چاہتا کیونکہ already time ختم ہو چکا ہے۔ میں آپ کا بڑا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔ ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب ویسے بھی بڑے محنتی ہیں اور ہمارے لئے بڑے ہی قابل احترام ہیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ چودھری جاوید احمد صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے سارے بھائی ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب کی سمع خراشی کر چکے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اپنی تجاویز written ہی دے دوں گا کیونکہ میں ان کی مزید سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب آج کے اجلاس کا ایجنڈا بھی مکمل ہو گیا ہے اور وقت بھی ختم ہو گیا ہے لہذا اجلاس بروز جمعتہ المبارک مورخہ 15-اکتوبر 2010 صبح 00-9 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔